# ماہنامہ خالد ربوہ

## اگست ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

Digitized By Khilafat Library Rabwah

CHINA
KARAKORUM RANGE
K2
AZAD KASHMIR
AJIKISTAN
Khyber Pass
Mardān
JAMMU AND KASHMIR
DISPUTED AREA
AFGHANISTAN
Peshāwar
ISLAMABAD
HIMALAYAS
Rāwalpindi
Sialkot
Sargodha
Chenāb
Faisalābād
Gujrānwāla
PAKISTAN
Lahore
Quetta
Multān
Bolān Pass
THAR
Sutlej
SULAIMĀN RANGE
Bahāwalpur
Sukkur
DESERT
IRAN
BALUCHISTĀN
Indus
Hyderābād
Karāchi

1947-97

PAKISTAN GOLDEN JUBILEE 50 ANNIVERSARY

# گولڈن جوبلی پاکستان نمبر

"قومیں اس سے برکت پائیں گی"

Digitized By Khilafat Library Rabwah

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

"پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقع میسّر آگیا اور وہ آزادی کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں حصّہ لے سکتے ہیں اب ان کے سامنے ترقی کے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ ان کو اختیار کریں تو دُنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مستقبل نہایت ہی شاندار ہو سکتا ہے۔"

(امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی)
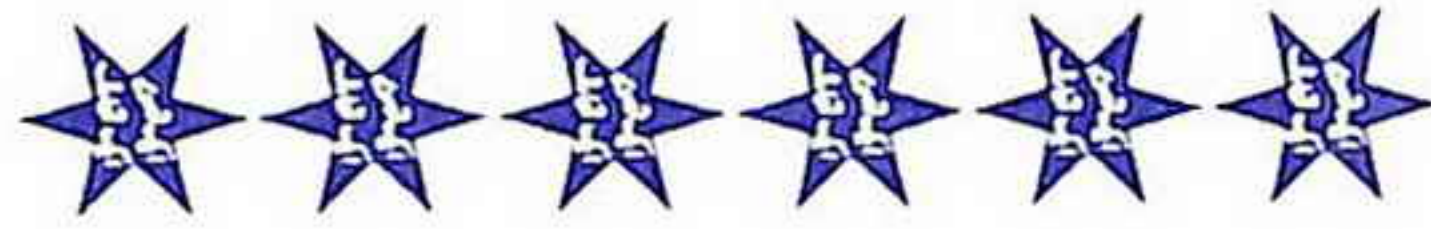
"جب سعودی، عراقی، شامی اور لبنانی۔ ترک مصری اور یمنی سو رہے ہوتے ہیں میں ان کے لئے دُعا کر رہا ہوتا ہوں۔"

(فرمان حضرت مُصلح موعود)

ایک با اصول راہنما

Digitized By Khilafat Library Rabwah

قائدِ اعظم محمد علی جناح

احمدی نوجوانوں کے لیئے
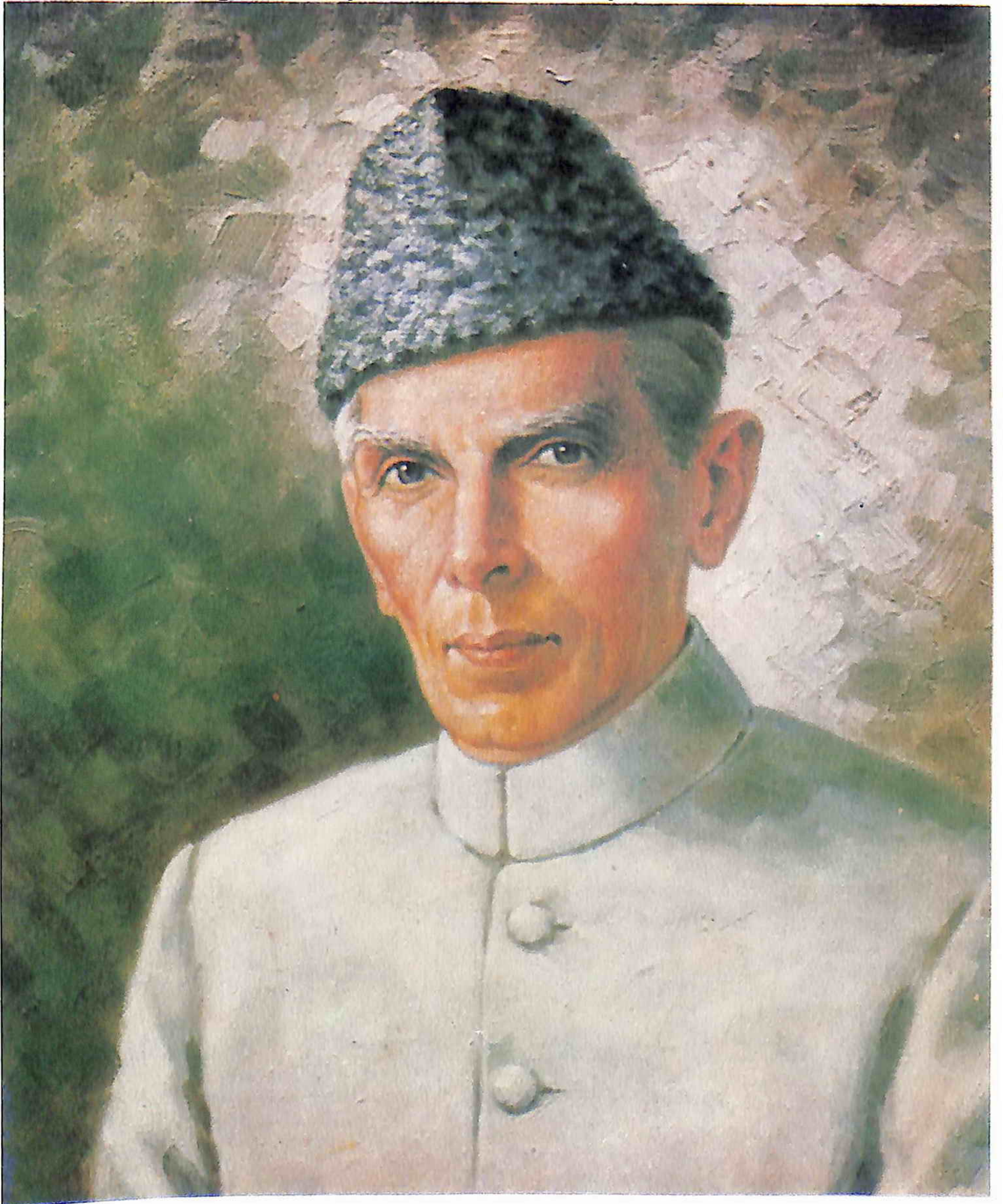
ماہنامہ **خالد** ربوہ

گولڈن جوبلی پاکستان نمبر

جلد: ۴۵، شمارہ: ۱۰، قیمت: ۱۲ روپے

اگست ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

# الفہرس

Digitized By Khilafat Library Rabwah


- تاریخِ پاکستان کا ایک سنہری باب — اداریہ — ۲
- پیغام صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان — ۳
- معارف الحدیث — از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ — ۵
- حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ — مکرم حافظ راشد جاوید صاحب — ۷
- حضرت امام جماعتِ احمدیہ کی قوم وملک کے لئے نیک تمنّائیں — ۱۱
- تحریکِ پاکستان کی روحِ رواں جماعت — خصوصی مقالہ — مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد — ۱۷
- تعمیرِ وطن اور احمدی خواتین — مکرم محمد ارشد صاحب — ۴۱
- تحریکِ پاکستان اور امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب — مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب — ۴۷
- پاکستان — ایک شماریاتی جائزہ — مکرم احمد طاہر مرزا صاحب — ۶۱
- بے مثال معمارِ پاکستان — حضرت مصلح موعود — مقالہ نگار مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب — ۶۷
- تحریکِ آزادیٔ کشمیر اور جماعتِ احمدیہ — مکرم محمد محمود طاہر صاحب ایم۔ اے — ۸۷
- ناقابلِ فراموش — مکرم ثاقب زیروی صاحب — ۹۷
- احمدی مجاہدین — میدانِ جہاد میں — مکرم فخر الحق شمس صاحب — ۱۰۳
- ایئر مارشل ظفر چوہدری صاحب — انٹرویو — ۱۱۹
- پاکستان کے ہونہار احمدی فرزند — مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب — ۱۲۷
- صاحبزادہ ایم۔ ایم۔ احمد صاحب کا ایک انٹرویو — ۱۴۱
- سندھ کے سابق نگران وزیر مکرم کنور ادریس صاحب کا ایک انٹرویو — ۱۵۱
- پاکستان میں اُردو ادب اور جماعتِ احمدیہ کا کردار — مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب — ۱۵۷
- ایک بااصول راہنما — قائدِ اعظم محمد علی جناح — مکرم ناصر احمد طاہر صاحب — ۱۶۳
- مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی قوم وملک کی خدمت — چند جھلکیاں — مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب — ۱۷۵
- سیمینار گولڈن جوبلی پاکستان — رپورٹ — ۱۸۱
- منظومات: محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ، محترم ثاقب زیروی صاحب اور محترم شیخ نصیر الدین صاحب

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اداریہ

# تاریخِ پاکستان کا ایک سنہری باب

آج سے پچاس سال قبل اس صدی کے اہم ترین سیاسی واقعات میں سے ایک واقعہ پاکستان کا دنیا کے نقشہ پر ابھرنا تھا۔ پاکستان کا بننا ایک معمولی واقعہ یا چند دنوں کی تحریک کا نام نہیں۔ اس کے قیام سے پہلے جدوجہد اور قربانیوں کی ایک لمبی داستان ہے اور اس کے قیام کے بعد تعمیر و ترقی اور استحکام کے لئے مخلصانہ مساعی اور مشوروں کی ایک طویل تگ و دو کا زمانہ ہے۔ یہ سب اب تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ تاریخ کی اسی کتاب کے کچھ "گمشدہ" اوراق کی تصویریں اس زیر نظر شمارہ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تصویر نہیں بلکہ ایک جھلک کہا جاسکتا ہے۔

جماعت احمدیہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اپنے پیارے وطن پاکستان کی تحریک میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ اس زمانے میں شدید ضرورت کے باوجود احمدیہ جماعت ہی وہ مذہبی جماعت تھی جس نے ایک منظم صورت میں ابتداء سے ہی پاکستان کے قیام کے سلسلہ میں قائداعظم کی مکمل حمایت میں پیش پیش رہتے ہوئے ایک فعال اور کامیاب کردار ادا کیا۔ اسکی تعمیر و ترقی اور استحکام کیلئے ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں۔ اور یہ سلسلہ اس وقت سے لے کر اب تک جاری ہے۔ اپنی محنتوں کی قربانیاں اموال اور جائیدادوں کی قربانیاں اور جب بھی ضرورت پڑی تو جان کی قربانی دیکر اپنے خون سے اس گلشن کی تزئین میں پیش پیش رہے۔ اسلئے آج ہر احمدی کا سر فخر سے بلند ہے کہ اس ملک کے قیام اور استحکام میں انکے اسلاف اور آباؤ اجداد نے جدوجہد اور قربانیوں کا ایک باب رقم کیا ہے۔ ایسا باب کہ جس کے بغیر تاریخ کی یہ کتاب کبھی مکمل نہیں کہلائی جاسکتی اور اپنے اسی ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے اور اس کی بقاء کی خاطر ہر قربانی کے لئے آج بھی ہم یہی عہد خدائے وحدہ لاشریک کو گواہ ٹھہرا کر پہلے کی طرح دہراتے ہیں:۔

"میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی قومی اور ملی مفاد کی خاطر میں اپنی جان مال اور وقت کو قربان کرنے کے لئے ہردم تیار رہوں گا......"

اے خدا تو ہمارے ملک کو ہر نظر بد سے بچا اس کے رہنے والوں پر رحم کی نظر فرما۔ استحکام اور ترقی کی شاہراہ پر اس کو ڈال۔ آنحضرت ﷺ کے اسوہ اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اس کو آزادی مذہب و ضمیر کی ایک روشن مثال سلطنت بنادے۔ آمین۔

ہم گولڈن جوبلی کے موقعہ پر تمام اہالیان وطن کو محبتوں، نیک تمناؤں اور دعاؤں کا ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# پیغام

## محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

عزیز خدام و اطفال!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محض اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو قیام پاکستان کی گولڈن جوبلی کے مبارک موقع پر رسالہ "خالد" کا خصوصی نمبر شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس نمبر کی تیاری میں جن ساتھیوں نے غیر معمولی محنت کی اور جن مضمون نگار حضرات نے نہایت معیاری مضامین سپرد قلم کئے خاکسار ان سب کو اس قابل قدر سعی پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اس سارے کام میں سرفہرست برادرم مکرم سید مبشر احمد صاحب ایاز مدیر خالد کا نام ہے جن کی انتھک محنت اور کام سے لگن نے اس نمبر کیلئے عمدہ مواد کی تیاری کو ممکن بنایا۔ اسی طرح برادرم مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر مہتمم اشاعت اور برادرم مکرم مبارک احمد صاحب خالد مینجر رسالہ خالد کی محنت بھی نہایت قابل قدر ہے۔ دیگر کارکنان و معاونین کی سعی جمیلہ بھی اپنا مقام رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کے علم و عمل میں غیر معمولی برکت عطا فرمائے اور ہمیشہ ان کا حافظ و ناصر رہے۔ اور یہ نمبر جملہ قارئین کے ازدیاد علم و عرفان کا موجب ہو۔ آمین

قیام پاکستان کی گولڈن جوبلی کے اہم موقع پر خاکسار اپنے جملہ خدام و اطفال بھائیوں کو ایک دفعہ پھر نماز اور تلاوت قرآن کریم کے التزام، دعوت الی اللہ کے میدان میں اترنے اور خطبات امام وقت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو باقاعدگی سے سننے کی خصوصی تحریک کرنا چاہتا ہے۔ ان کے علاوہ تین مزید امور کی طرف بھی خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

☆ اول:۔ حصول علم کیلئے ہمیں اپنی ساری صلاحیتوں کو صرف کرنے کا عہد نو کرنا چاہئے۔ دنیوی اور دینی علم و معرفت میں کمال پیدا کرنے کیلئے سرگرم عمل رہنا از بس ضروری ہے۔ ہمارا مذہب بھی اس ضمن میں ہمیں مکلف کرتا ہے۔ علوم جدیدہ حاصل کرنے کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذیل کے ارشادات سے بخوبی ہو جانا چاہئے۔ فرمایا۔

"میں ان مولویوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علوم جدیدہ کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ دراصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کیلئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ علوم جدیدہ کی تحقیقات ("دین حق") سے بدظن اور گمراہ کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سائنس ("دین حق") سے بالکل متضاد چیزیں ہیں چونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لیے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کیلئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علوم جدیدہ کو پڑھنا ہی جائز نہیں ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کرتی ہے۔ ....... پس ضرورت ہے کہ آج کل دین کی خدمت اور اعلائے کلمہ اللہ کی غرض سے علوم جدید حاصل کرو اور بڑے جدوجہد سے حاصل کرو۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۳)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

☆ دوم:۔ بے لوث خدمت خلق اور انسان سے ہمدردی ہماری جماعت کا طرہ امتیاز ہے۔ بحیثیت خدام احمدیت ہمیں آئندہ بھی اس امتیاز کو ہمیشہ برقرار رکھنے کا عہد کرنا ہوگا۔ دیکھئے اس ضمن میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی دلی کیفیات کا کس للہی جوش سے اظہار فرماتے ہیں۔ فرمایا:۔

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے ایک والدہ مہربان اپنے بچوں سے کرتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔"

(بحوالہ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 344 اربعین نمبرا صفحہ 2)

خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے بانی حضرت المصلح الموعود کے ارشادات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں فرمایا:

"کبھی بھی یہ مت خیال کرو کہ لوگ تمہارے کام کی قدر نہیں کرتے تم لوگوں کی خاطر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خاطر خدمت کرو اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور خدمت خلق کو اپنی زندگیوں کا مقصد بناؤ ایسا کرو گے تو پھر تمہاری کامیابی میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔" (مشعل راہ صفحہ ۸۴۶)

☆ سوم:۔ قیام پاکستان کی گولڈن جوبلی کے موقع پر حب الوطنی سے سرشار ہو کر اپنے ملک کی خدمت کے سلسلہ میں ہمیں تجدید عہد بھی کرنا چاہئے۔ اسی روح اور جذبے کے ساتھ جس کی تعلیم ہمیں ہمارے مسلمہ بزرگوں نے دی ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر بانی تنظیم خدام الاحمدیہ حضرت المصلح الموعود نے فرمایا:۔

"تمہیں اپنے ملک کی عزت اور ساکھ دنیا میں قائم کرنا ہوگی تمہیں اپنے وطن کو دنیا سے روشناس کرانا ہوگا۔ ملکوں کی عزت کو قائم رکھنا بھی ایک بڑا دشوار کام ہے۔ لیکن ان کی عزت کو بنانا اس سے بھی زیادہ دشوار کام ہے اور یہی دشوار کام تمہارے ذمہ ڈالا گیا ہے۔ تم ایک نئے ملک کی نئی پود ہو تمہاری ذمہ داریاں پرانے ملکوں کی نئی نسلوں سے بہت زیادہ ہیں۔ انہیں ایک بنی بنائی چیز ملتی ہے۔ انہیں آباؤاجداد کی سنتیں یا روایتیں وراثت میں ملتی ہیں۔ مگر تمہارا یہ حال نہیں ہے۔ تم نے ملک بھی بنانا ہے اور تم نے نئی روایتیں بھی قائم کرنی ہیں۔ ایسی روایتیں جن پر عزت اور کامیابی کے ساتھ آنے والی بہت سی نسلیں کام کرتی چلی جائیں۔" (مشعل راہ صفحہ ۶۵۰۔۶۵۱)

ہمارے موجودہ امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حب الوطنی کے حوالہ سے ہماری راہنمائی ذیل کے ارشادات میں فرمادی ہے جنہیں ہمیشہ ہمیں پیش نظر رکھ کر ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم عمل رہنا ہوگا۔

"لوگ تو اس ملک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن آپ ان کوششوں کی راہ میں روک بن جائیں اور حب الوطنی کے گیت گائیں اور ساری قوم کو سمجھائیں کہ ان لوگوں کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں اپنے پاؤں پر کلہاڑی کیوں مارتے ہو۔ حب الوطنی کے جذبہ کو زخمی نہ ہونے دو۔ اسی لئے جماعت احمدیہ کو یہ جہاد بھی کرنا چاہئے کہ پاکستان میں حب الوطنی کے احساس کو نمایاں کیا جائے اور بیدار کیا جائے اور ہر قسم کے ایسے خیالات جو پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے خلاف کوشش کرنا بھی جماعت احمدیہ کا کام ہے۔ اگر اس مقدس نام سے پیار اور محبت ہے تو پھر دنیا کے ہر احمدی کو چاہئے کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کو ناکام بنادے۔" (بحوالہ خطبہ جمعہ 28 نومبر 1986ء)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ ہمیں اپنی جملہ ذمہ داریاں احسن رنگ میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور وطن عزیز کی گولڈن جوبلی کا موقعہ ہم سب کے لئے مبارک فرمائے۔ آمین

والسلام۔ خاکسار

راجہ منیر احمد خان

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

Digitized By Khilafat Library Rabwah

معارف الحدیث

از افاضات حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

# حُبّ وطن اور عالمگیر خدمت کے تقاضے

(مرتبہ مکرم عبدالسمیع خان صاحب)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ (الموضوعات الکبیر: صفحہ ۳۵- از ملا علی قاری: ۱۳۱۵ھ- مطبع مجتبائی دہلی)

وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا- فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْصُرُہٗ اِذَا کَانَ مَظْلُوْمًا اَفَرَءَیْتَ اِذَا کَانَ ظَالِمًا کَیْفَ اَنْصُرُہٗ- قَالَ تَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذَالِکَ نَصْرُہٗ-

(بخاری کتاب الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ)

حضور ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ بھائی اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کروں اگر وہ ظالم ہو تو پھر کیسے مدد کروں۔ فرمایا تم اس کو ظلم سے روکو یہی اس کی مدد ہے۔

**تشریح:-** حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ان دونوں احادیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"(دین حق کی) تعلیم کا حسن یہ ہے کہ اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ جیسا کہ خدا کی کائنات میں کوئی تضاد نہیں ہے ویسا ہی خدا کے کلام میں کوئی تضاد نہیں ہے اور تضاد کا نہ ہونا یہ تعلیم کے سچے ہونے کی ایک قطعی نشانی ہے۔ ایک طرف حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حب الوطن من الایمان وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ دوسری طرف ایسے مسائل سامنے آتے ہیں کہ ایک وطن میں دوسرے اہل وطن کے خلاف ظلم ہو رہا ہے۔ ایک مذہب دوسرے مذہب پر ظلم کر رہا ہے۔ وہاں آپس کے ان جھگڑوں کا فیصلہ کس اصول پر ہوگا۔ کیا وطن کی محبت کا یہ تقاضا ہو گا کہ ظالموں کا ساتھ دیا جائے یا اگر ظالموں کا ساتھ نہ دیا جائے اور مظلوموں کا دیا جائے تو کیا یہ بات وطن سے غداری کے مترادف ہوگی۔ یہ بڑے گھمبیر مسائل ہیں جو دنیا کے حالات پر نظر ڈالنے سے خود بخود اٹھ کر نظر کے سامنے آتے ہیں۔ (دین حق) جو یہ کہتا ہے وطن کی محبت تمہارے ایمان کا حصہ ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ ان مسائل سے کیسے نبٹتا ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ ارشاد میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس میں ان سب مسائل کی کنجی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی سے محبت کرو اور اس کی مدد کرو۔ انصر اخاک ظالما او مظلوما اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو خواہ وہ مظلوم ہو۔ اب یہ حصہ سن کر ایک دم انسان کا ضمیر جھنجھوڑا جاتا ہے اور فوراً یہ رد عمل پیدا ہوتا ہے کہ ہیں! ظالم کی مدد؟ بھائی کی مدد تو ضروری ہے۔ یہ بات تو سمجھ آجاتی ہے لیکن بھائی ظالم بھی ہو سکتا ہے پھر کیا کریں گے۔ ہاں ظالم کی مدد کرو مگر ظالم کی مدد اس کے ظلم کے ہاتھ روک کر کرو۔ کتنی عظیم الشان تعلیم ہے جو عصبیت کی تعلیم کی بجائے اچانک عالمگیر ہوتی ہوئی نظر آجاتی ہے۔ پہلا فقرہ سن کر لگتا تھا کہ عصبیت کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ جب اس کی تشریح سنی تو یوں لگا کہ یہ تو ایک حیرت انگیز عالمگیر تعلیم ہے۔ اس کے سوا انسانی مسائل کا حل ممکن ہی نہیں ہے۔ میں نے خدا کے فضل سے دنیا کے بہت سے مذاہب کا مطالعہ کیا ہے مگر ایسا خوبصورت موتی میں نے کسی اور سمندر میں نہیں پایا۔ ایسا عظیم الشان جوہر ہے جو اپنی چمک میں ایسی تابانی رکھتا ہے کہ کل عالم کو روشن کرنے کی استطاعت

Digitized By Khilafat Library Rabwah

رکھتا ہے۔ اس تعلیم کو اگر دنیا میں جاری کیا جائے تو وطن کی محبت سے ٹکرائے بغیر انسان کی خدمت کی جاسکتی ہے اور ظلم کے خلاف احتجاج کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً امریکہ کا احمدی جو اس وقت میری بات کو سن رہا ہے اس سے میں یہ کہوں گا کہ اپنی وطن کی محبت کو قربان نہ کرو۔ (۔) اپنے بھائیوں کے ہاتھ ظلم سے روکنے کے لئے (سعی) کرو۔ امریکہ جو غیر قوموں پر ظلم کر رہا ہے اور دن بدن زیادہ رعونت کا مظاہرہ کر رہا ہے اگر تم اپنے وطن سے محبت کرتے ہو تو سب سے پہلے تمہارا فرض ہے کہ تم امریکہ کے ہاتھ روکنے کی کوشش کرو۔ اگر انگلستان کسی اور ملک پر ظلم کرتا ہے تو انگلستان کے احمدیوں کا فرض ہے اور اولین فرض ہے کہ وہ اس ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اپنے بھائیوں کو بتائیں کہ ہم یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ ہمارے ملک پر ظلم کا داغ لگے اور اس طرح اس کا ہاتھ روکنے کی کوشش کریں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر باہر سے ہزار آوازیں بلند کی جائیں تو امریکہ پر ایسا اثر نہیں پڑ سکتا جیسے امریکہ سے ایک آواز بلند ہونے پر پڑ سکتا ہے......

ایک عام نصیحت کی مہم جاری کریں اور ہر ملک کے باشندے اپنے ملک سے وفا کا اظہار کرنے اور اس ملک کی آراؤں اور اس ملک کے خیالات کی اصلاح کی خاطر ایک مہم جاری کریں تو جماعت احمدیہ اس دور میں ایک عظیم الشان خدمت کرنے والی ہوگی۔ جو وطن کی بھی خدمت ہوگی۔ انسانیت کی بھی خدمت ہوگی۔ سچائی اور حق کی خدمت ہوگی۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کی خدمت ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے بغیر دنیا درست نہیں ہوسکتی"۔

(خطبہ جمعہ ۱۵ جنوری ۱۹۹۳ء: مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۵ مئی ۱۹۹۳ء)

بقیہ از صفحہ 8

"جب جنگیں ہندوستان پاکستان کی ہوئی ہیں تو سرفہرست کون سے ہیرو تھے جو پاکستان کے دفاع میں عظیم الشان جرنیلوں کے طور پر ابھرے ہیں۔ وطن کی خاطر جان قربان کرنے والوں میں جن کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ جن کو تمغے ملے ہوئے ہیں جنرل اختر حسین ملک کا نام ایک عظیم جرنیل کے طور پر ساری دنیا میں شہرت پاگیا تھا۔ کشمیر کے محاذ میں انہوں نے ہندوستان کو رگیدا ہے۔ پھر چونڈہ کے محاذ پر ہیرو عبدالعلی ملک تھے..... پھر سندھ کے رن کچھ کے علاقے میں بریگیڈیئر افتخار تھے۔ یہ سارے احمدی ہیں۔ اچھے بدیانت لوگ ہیں!! کہ جب جان کی بازی لگانے سر دھڑ کی بازی لگانے کا وقت آیا تو سب سے آگے یہی ہوتے ہیں۔ بہت سے جرنیل تھے ان میں احمدیوں کی تعداد' جرنیلوں کی' تعداد تھوڑی ہے۔ لیکن کیسا اتفاق ہوا کہ جتنے تھے سارے چمک اٹھے۔ ان کے دل میں جذبے تھے اور وطن سے محبت کرنے والے تھے"۔

(روزنامہ جنگ لندن: ۲۷ ستمبر ۱۹۸۸ء: الفضل ۵ ستمبر ۱۹۹۰ء)

کمپوزنگ:۔ مقصود احمد صاحب اظہر' سید صہیب احمد صاحب اور طارق محمود صاحب ناصر

ٹائیٹل ڈیزائن:۔ ندیم احمد صاحب باسط

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ

## ارشادات خلفاء احمدیت ــــ سے چند اقتباس

(مرتبہ مکرم حافظ راشد جاوید صاحب)

وطن سے محبت انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے۔ اسی لئے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ **حب الوطن من الایمان** کہ وطن سے محبت ایمان کا جزو ہے آنحضور ﷺ کے اسی ارشاد کے موافق خلفائے احمدیت نے نہ صرف خود اپنے وطن پیارے پاکستان سے محبت کی بلکہ محبت کی یہ شمع ہر احمدی کے دل میں اس طرح روشن کردی کہ آج پاکستان میں رہنے والے ہر احمدی کے دل میں وطن کی خاطر تن من دھن قربان کردینے کا جذبہ موجزن نظر آتا ہے۔ جس کے ثبوت میں پاکستان کی تاریخ شاہد ہے اور اس جذبے کے پیچھے خلفائے احمدیت کے وہ ارشادات بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جو انہوں نے مختلف مواقع پر ارشاد فرمائے۔ تحریک پاکستان ہو یا قیام پاکستان کے بعد اس کے استحکام اور بقا کا مسئلہ، ہمیشہ خلفائے احمدیت کے ارشادات نے قوم کی مناسب راہنمائی فرمائی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد اس کے استحکام اور بقا کی خاطر حضرت مصلح موعود مختلف اوقات میں احباب جماعت کو نصائح فرماتے رہے ہیں۔

۱۴ جون ۱۹۴۸ء کو کوئٹہ میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"اگر پاکستان کی طرف کسی نے نظر بد اٹھائی تو ہمارا ہر مرد، ہر عورت، ہر بچہ اور ہر بوڑھا اپنے آپ کو قربان کردے گا مگر وہ اپنی آزادی کھونے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوگا"۔

حضرت مصلح موعود خلیفہ المسیح الثانی کا یقین تھا کہ پاکستان کے قیام کے پیچھے خدائی طاقت کام کر رہی ہے اور اس کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ آپ ۲۸ ستمبر ۱۹۵۱ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:۔

"پاکستان کے بننے میں بھی خدائی طاقت کا دخل تھا.... خدا تعالیٰ عالم الغیب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مسلمانوں کو بالجبر ہندو بنایا جائے گا اور سومنات مندر کی دوبارہ تعمیر ہوگی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے پسند نہ کیا کہ اس کے بندے کعبہ کی بجائے سومنات کے آگے جھکیں۔ اس نے پاکستان قائم کروا دیا اور پھر ایسے حالات میں پاکستان قائم کروا دیا کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن جو اس تمام واقعہ کا ذمہ دار ہے اور ایک ایسا شخص ہے کہ جس کی گردن پر لاکھوں مسلمانوں کے قتل کا گناہ ہے۔ جب مشرقی پنجاب کے لوگ مارے گئے۔ ہندو تمام روپیہ لے کر ہندوستان چلے گئے۔ ملکی صنعت پر ہندوؤں نے قبضہ کرلیا تو اس نے کہا خدایا میں یہ تو جانتا تھا کہ پاکستان ٹوٹ جائے گا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اتنی جلدی ٹوٹ جائے گا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس کو شرمندہ کیا... حکومت کا ان حالات میں بچ جانا جن سے پاکستان گزرا ہے پھر اس کا ترقی کرنا اور عزت حاصل کرلینا کوئی معمولی بات نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کتنا ہاتھ تھا.. اگر پاکستان طاقت کے زور سے بنتا تو یہ ناممکن تھا لاکھوں آدمی مارا جا رہا تھا' گولہ بارود ہندوستان میں رہ گیا تھا۔ فوجیں باہر تھیں' ان حالات میں وہ کون سی طاقت تھی جس کے زور سے پاکستان بنا۔ روپیہ ادھر تھا' سامان جنگ ادھر تھے' کام کرنے والے ادھر چلے گئے' دس بیس لاکھ کے قریب آدمی مارے گئے۔ یہ صرف خدائی طاقت تھی جس کی وجہ سے پاکستان کا رعب پڑ گیا.... پاکستان کا قائم رہنا اور بیرونی دنیا میں اس کا مشہور ہو جانا اس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ خدا تعالیٰ جس کی نصرت پر آتا ہے کوئی طاقت اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی"۔

(بحوالہ الفضل: ۱۷-۱۱-۵۱)

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو جب بھارت نے پاکستان پر حملہ کردیا تو حضرت

Digitized By Khilafat Library Rabwah

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے اس وقت کے صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب کے نام ایک برقی پیغام ارسال فرمایا جس میں آپ فرماتے ہیں:۔

"مجھے یہ معلوم کر کے انتہائی قلق اور صدمہ ہوا ہے کہ بھارتی حکومت نے بغیر کسی وجہ اشتعال کے بزدلانہ طور پر ہماری مقدس سرزمین پر جارحانہ حملہ کیا ہے۔

امتحان و آزمائش کے موجودہ وقت میں پوری کی پوری قوم یک جان ہو کر فرد واحد کی طرح آپ کے پیچھے ہے۔

میں اپنی طرف سے اور جماعت احمدیہ کی طرف آپ کو دل و جان کے ساتھ مکمل تعاون اور مدد کا یقین دلاتا ہوں۔ اس نازک موقع پر ہم ہر مطلوبہ قربانی بجالانے کا عہد کرتے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے بے پایاں فضل کے نتیجہ میں اپنی خاص رہنمائی سے آپ کو نوازے اور ہم سب کو اپنے وطن عزیز کا دفاع کرنے کی طاقت و ہمت عطا فرمائے یہاں تک کہ ہم اس کے فضل سے کلی طور پر فتحیاب ہوں اور ہمارے کشمیری بھائی آزادی سے ہمکنار ہوں۔ آمین۔ پاکستان پائندہ باد۔"

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں آپ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آپ کو علم ہے کہ ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کر دیا ہے اور پاکستان میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا ہے۔ میں پاکستان کے تمام احمدیوں کو یہ ہدایت دیتا ہوں کہ وہ اپنی شاندار روایات کو قائم رکھتے ہوئے حکومت پاکستان سے ہر طرح تعاون کریں اور استحکام پاکستان کے لئے ہر قسم کی قربانیاں بشاشت کے ساتھ پیش کرتے ہوئے حب الوطنی کا ثبوت دیں اور اپنے رب رحیم سے دعائیں بھی کرتے رہیں کہ ہمارا وہ مہربان خدا حق و صداقت اور انصاف کی فتح کا دن ہمیں جلد تر دکھائے۔

کوئی احمدی مرد اور عورت اپنے شہر قصبہ یا گاؤں کو ہرگز نہ چھوڑے سوائے اس کے کہ حکام وقت دفاعی مصالح کے پیش نظر ان مقامات کو خالی کروانا چاہتے ہوں۔

دعاؤں اور قربانیوں کے ساتھ اپنے محبوب وطن کو مستحکم اور ناقابل تسخیر بنادیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

(الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۶۵ء)

والسلام۔ میرزا بشیر الدین محمود احمد

○ اسی طرح جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ پاکستان سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ہمارے دلوں میں اپنے ملک کے لئے جو محبت ہے یہ وہی محبت ہے جس پر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ ﷺ نے یہ مہر لگائی ہے **حب الوطن من الایمان** (موضوعات کبیر لامام ملا علی قاری: صفحہ ۴۰: مطبوعہ محمدی پریس لاہور ۱۳۰۲ھ) یعنی وطن کی محبت ایمان کا ایک جزو ہے۔ یہ وہ صادق محبت ہے' یہ وہ گناہوں سے پاک محبت ہے' یہ وہ دکھ دینے کے خیالات سے مطہر محبت ہے' یہ وہ محبت ہے جو آنحضرت ﷺ کی سنت کی اقتداء اور آپ کے اس ارشاد کی تعمیل میں ہمارے دلوں میں پیدا کی گئی ہے اور یہی وہ محبت ہے جو ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ اگر ہمیں جانیں بھی دینی پڑیں تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔ لیکن اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ خواہ ہمیں ہر طرف سے برا بھلا ہی کیوں نہ کہا جائے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۱ء)

اس کے بعد اسی خطبہ میں حضور فرماتے ہیں:۔

"آج ہمارا ملک ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اے میرے بچو! اے کرہ ارض کے اس حصے میں رہنے والو! میری مضبوطی اور استحکام اور بقا کے لئے اپنی انتہائی قربانیاں پیش کرو۔ دنیا ہمیں جو مرضی کہتی رہے "**حب الوطن من الایمان**" کے ارشاد کے مطابق ہمیں آج اپنے ملک کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دے دینی چاہئیں۔ مگر یہ وہ انتہائی قربانیاں ہونی چاہئیں جو خدا تعالیٰ کو پیاری اور محبوب بھی ہوں اور جن کے بعد اس قدرتوں کے مالک اور صاحب عزت خدا کے قادرانہ ہاتھ سے نتائج بھی نکلا کرتے ہیں"۔

○ اس کے بعد جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ اور ہمارے موجودہ محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ احمدیوں کی وطن سے محبت کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

بقیہ صفحہ 6 پر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

طور پر ابھرے ہیں۔ وطن کی خاطر جان قربان کرنے والوں میں جن کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ جن کو تمغے ملے ہوئے ہیں۔ جنرل اختر ملک کا نام ایک عظیم جرنیل کے طور پر ساری دنیا میں شہرت پاگیا تھا۔ کشمیر کے محاذ میں انہوں نے ہندوستان کو رگیدا ہے۔ پھر چونڈہ کے محاذ پر ہیرو عبدالعلی ملک تھے...... پھر سندھ میں رن کچھ کے علاقے میں بریگیڈیر افتخار تھے۔ یہ سارے احمدی ہیں۔ اچھے بددیانت لوگ ہیں!! کہ جب جان کی بازی لگانے سر دھڑ کی بازی لگانے کا وقت آیا تو سب سے آگے ہوتے ہیں۔ بہت سے جرنیل تھے ان میں احمدیوں کی تعداد' جرنیلوں کی' تھوڑی ہے لیکن کیسا اتفاق ہوا کہ جتنے تھے سارے چمک اٹھے۔ ان کے دل میں جذبے تھے اور وطن سے محبت کرنے والے تھے"۔

(روزنامہ "جنگ" لندن: ۲۷ ستمبر ۱۹۸۸ء)　(الفضل ۵ ستمبر ۱۹۹۰ء)

ایک اور موقعہ پر حضور نے فرمایا:۔

"ہمیں اپنے وطن سے محبت ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم اس محبت میں سب سے پیش پیش ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وطن ہم سے کیا سلوک کرے۔ ہم بہرحال اس وطن کے لئے ہر خطرے میں انشاء اللہ سب سے آگے کھڑے ہوں گے۔ ہر وہ تیر جو اس وطن کی طرف چلایا جائے گا احمدیوں کی چھاتیاں سب سے آگے ہوں گی ان تیروں کو لینے کے لئے"۔

(ماہنامہ خالد: نومبر' دسمبر ۱۹۸۲ء: صفحہ ۹)

غرض آج ہر احمدی کے دل میں اپنے محبوب خلفاء کے ارشادات کے تحت وطن کی خاطر تن من دھن قربان کرنے کا جذبہ موجود ہے۔

پس آج اہل وطن ہمارے ساتھ جو بھی سلوک کریں ہم خدام احمدیت اپنے محبوب خلفاء کے ارشادات کی روشنی میں عہد کرتے ہیں کہ ہم پیارے وطن پاکستان کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے اور پاکستان کی طرف چلنے والا ہر تیر ہم اپنے سینوں پر لیں گے۔

خون دل دے کے نکھاریں گے رخ برگ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

پرنس کلاتھ ہاؤس
راوی روڈ۔ ڈنگہ
تحصیل کھاریاں ضلع گجرات
پروپرائٹر:۔ عزیز احمد

احمد سیرامکس
(سابقہ مبارک پاٹری ورکس)
سٹون ویئر، اردن ویئر اور دیگر کراکری تیار کی جاتی ہے۔
سروس موڑ۔ جی ٹی روڈ گجرات
مینوفیکچرز ٹھیکیدار مبارک احمد
فون فیکٹری: ۵۱۴۷۱۱　گھر: ۵۱۳۶۶۷

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# *SITUATION VACANT*

**Pakistan Chipboard (Pvt) Limited requires Trainee Engineers for their factory situated at Jhelum. Applicants should be Graduate from Engineering University, preferably a degree in Mechanical, Electrical or Industrial Engineering. Those individuals who have taken their Exam and are waiting their results or those who are supposed to be taking their exam in near future, are also eligible to apply for the post.**
**The Company would provide free single accommodation.**
**No experience required for this post.**
**Enterprising and competent individuals will have bright chances of promotion.**

**Please apply in confidence to:**

***"PAKISTAN CHIPBOARD PVT. LIMITED***
***P.O. BOX 18, G.T. ROAD***
***JHELUM***

***Tel : 0541-622428 & 622429 "***

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# ع ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ

## حضرت امام جماعت احمدیہ کی قوم و ملک کے لئے نیک تمنائیں اور ہمدردانہ مشورے

(مرتبہ: "ادارہ")

قول ہے کہ کہنے والے کو مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نصیحت اور حکمت کی بات تو دیوار پر بھی ہو تو لے لینی چاہئے اور آنحضرت ﷺ نے تو یہ جامع ارشاد فرما کر بات ہی ختم کر دی کہ نصیحت و حکمت کی بات تو گویا مومن کی اپنی ہی گمشدہ چیز ہے۔ جونہی اس کو نظر آئے وہ فوراً اس کو لے لیتا ہے۔ تو دوسرے لفظوں میں حکمت کی بات اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے یہ دیکھنا بھی ضروری نہیں کہ وہ کون ہے 'کیا ہے' کیسا ہے بلکہ ایک مومن کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ اس بات کو اختیار کرے۔ زیر نظر مضمون بھی ایسی ہی دانائی حکمت اور دردمندانہ نصیحت پر مشتمل پیغام ہیں۔ مشورے ہیں' جو امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے مختلف خطبات سے انتخاب کئے گئے ہیں گو کہ کہنے والا کوئی معمولی انسان نہیں ہے۔ ہمارا یقین اور ایمان ہے کہ خدا سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے خدا کا یہ پیارا بندہ بات کرتا ہے۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خیر خواہی میں ڈوب کر اپنے دل کا درد اس بات میں شامل کرتا ہے اور دعاؤں کی زبان سے وہ یہ بات کرتا ہے۔ کوئی اور جو بھی سمجھے..... بہر حال چند باتیں ہدیہ قارئین ہیں۔ اس توقع اور دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان راہنما اصولوں پر ہماری قوم اور ہمارے ملک کے راہنماؤں کو عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

## عالم اسلام کو مشورہ

.....پس عالم اسلام کو میرا مشورہ ہے کہ پہلے اسلام کی طرف لوٹو اور اسلام کے دائمی اور عالمی اصولوں کی طرف لوٹو' پھر تم دیکھو گے کہ خدا کی برکتیں کس طرح تم پر ہر طرف سے نازل ہوتی ہیں۔ دوسرا اہم مشورہ یہ ہے کہ علوم و فنون کی طرف توجہ کرو۔ نعرہ بازیوں میں کتنی صدیاں تم نے گزار دیں۔ تم نعرے لگا کر اور شعر و شاعری کی دنیا میں ممولوں کو شہبازوں سے لڑاتے رہے اور ہمیشہ شہباز تم پر جھپٹتے رہے اور تم کچھ بھی اپنا نہ بنا سکے۔ دوسری قومیں علوم و فنون میں ترقی کرتی رہیں اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں تم پر ہر پہلو سے فتح یاب ہوتی رہیں اور تم پر ہر پہلو سے فضیلت لے جاتی رہیں۔ اب ان سے مقابلے کی سوچ رہے ہو اور وہ آزمودہ ہتھیار جو ان کے ہاتھ میں تمہارے خلاف کارگر ہیں ان کو اپنانے کی کوئی کوشش نہیں۔ پس بہت ہی بڑی اہمیت کی بات یہ ہے کہ علوم و فنون کی طرف توجہ دو اور مسلمان طالب علموں کے جذبات سے کھیل کر' ان کو گلیوں میں لڑا کر' گالیاں دلوا کر ان کی اخلاقی تباہی کے سامان نہ کرو اور ان کی علمی تباہی کے سامان نہ کرو اور پھر پولیس کے ذریعہ انہیں ڈنڈے برسا کر یا گولیاں چلا کر ان کی جسمانی تباہی کے سامان نہ کرو اور ان کی عزتوں کی تباہی کے سامان نہ کرو۔ اب تک تو تم یہی کھیل کھیل رہے ہو۔ مسلمان نسلوں کو جوش دلاتے ہو اور پھر وہ بیچارے گلیوں میں نکلتے ہیں اسلام کی محبت کے نام پر' پھر ان کو رسوا اور ذلیل کیا جاتا ہے۔ ان پر ڈنڈے برسائے جاتے ہیں۔ ان پر گولیاں برسائی جاتی ہیں اور ان کو کچھ پتہ نہیں کہ ہم سے یہ کیوں ہو رہا ہے؟ اس لئے جذبات سے کھیلنے کی بجائے ان کو حوصلہ دو' ان کو سلیقہ دو' ان کو تحمل کی تعلیم دو' ان کو بتاؤ کہ اگر تم دنیا کی قوموں میں اپنا کوئی مقام بنانا چاہتے ہو تو علم و فضل کی دنیا میں مقام بناؤ' اس کے بغیر تمہیں دنیا میں تمہارا واجب قابل عزت مقام عطا نہیں ہو سکتا.....

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# خود انحصاری کی ضرورت

پھر فرمایا:۔

اقتصادی استحکام کا یہ حال ہے کہ سوائے چند تیل کے ملکوں کے جن کو تیل کی غیر معمولی دولت حاصل ہے تمام مسلمان ممالک اور تمام تیسری دنیا کے ممالک ان امیر ملکوں کے سامنے دست طلب دراز کئے بیٹھے ہیں جن کی زیادتیوں کے شکوے کئے جاتے ہیں۔ ....... جو غریب ممالک ہیں وہ بھکاری بنا دیئے گئے ہیں۔ جو امیر ملک ہیں وہ اپنی بقاء کیلئے اپنے مخالفوں پر انحصار پر مجبور ہو چکے ہیں۔ پس کیسی مفلسی کا عالم ہے کہ امیر ہو یا غریب وہ بھکاری کے طور پر اس دنیا میں زندہ رہ سکتا ہے اور عزت اور آزادی کے ساتھ سانس نہیں لے سکتا۔ پس سب سے بڑا خطرہ عالم اسلام کو اور تیسری دنیا کو ان کی نفسیاتی ذلتوں سے ہے۔ وہ کیوں نہیں سمجھتے کہ بھکاری کبھی آزاد نہیں ہو سکتا۔ اگر تم نے اپنے لئے بھکاری کی زندگی قبول کرلی ہے تو ہمیشہ ذلیل و رسوا رہو گے۔ غیر قوموں کے متعلق تو یہ کہہ سکتے ہو کہ ان کو اس کے خلاف کوئی تعلیم نہیں دی گئی، پر تم قیامت کے دن خدا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو کیا جواب دو گے؟ کیا قرآن کی یہ آیت تمہارے خلاف گواہی نہیں دے گی کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورۃ آل عمران:111)

اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلامو! تم دنیا کی بہترین امت تھے جو دنیا پر احسان کرنے کے لئے نکالی گئی تھی۔ اور کیا محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ نصیحت تمہارے خلاف گواہ بن کر نہیں کھڑی ہوگی کہ اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى .... کہ اوپر کا ہاتھ عطا کرنے والا ہاتھ ہمیشہ نیچے کے یعنی بھیک مانگنے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ پس اپنی خوبیاں تو تم نے خود غیروں کے سپرد کر دیں۔ منگتے، بھکاری بن گئے اور فخر سے اپنی قوم کے سامنے تمہارے سیاستدان یہ اعلان کرتے ہیں کہ امریکہ نے اتنی بھیک منظور کرلی ہے اور امریکہ نے جو بھیک نہیں دی تھی وہ سعودی عرب نے منظور کرلی ہے۔ اگر تمہاری رگوں میں بھیک کا خون دوڑ رہا ہے تو کس طرح قوموں کے سامنے سر اٹھا کر چلو گے۔ شعروں کی دنیا میں بسنے کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ اقبال کی پرستش کی جاتی ہے جو یہ کہتا ہے:

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

ٹیلی ویژن اور ریڈیو پر مغنیاں لہک لہک کر یہ کلام دنیا کو سناتی ہیں اور مسلمان سر دھنتا ہے کہ ہاں اس رزق سے موت اچھی۔ لیکن ہر موت سے ان کے لئے وہ رزق اچھا ہے جو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیتا ہے۔ کوئی قربانی کی موت اپنے لئے قبول نہیں کر سکتا۔ پرواز میں کوتاہی کی باتیں تو دور کی باتیں رہ گئی ہیں اب تو ہر تہہ دام دانے پر لپکنے کا نام پرواز کی بلندی قرار دیا جاتا ہے۔ اس سیاستدان سے بڑھ کر اور کون اچھا سیاستدان ہو گا جو کشکول ہاتھ میں لے کر امریکہ کی طرف گیا اور وہاں سے بھی مانگ لایا اور چین کی طرف گیا اور وہاں سے بھی مانگ لایا اور روس کی طرف گیا اور وہاں سے بھی مانگ لایا۔ یہ اعلیٰ سیاست کی کسوٹی ہے۔ اعلیٰ سیاست کو پرکھنے کے معیار ہیں۔ یہ دینی سیاست تو نہیں۔ یہ اسلامی سیاست تو نہیں۔ یہ انسانی سیاست تو نہیں۔ یہ بے غیرتی کی سیاست ہے اور واقعہ اقبال نے سچ کہا ہے کہ اس رزق سے موت اچھی ہے جس رزق سے تمہارے ہاتھ اور پاؤں باندھے جاتے ہوں۔ تم خود بھی ذلیل اور رسوا ہوئے اور جن قوموں نے تمہیں اپنا سردار چنا ان سب قوموں سے تم نے بے وفائی کی۔ اپنے عوام سے بے وفائی کی۔ ان کو بڑی طاقتوں کا غلام بنانے کے تم ذمہ دار ہو، اے مسلمان سیاستدانو! اور اے لیڈرو! ہوش کرو اور توبہ کرو۔ ورنہ کل تاریخ کی عدالت میں تم مجرموں کے کٹہروں میں پیش کئے جاؤ گے لیکن اس سے بہت بڑھ کر خدا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی عدالت میں قیامت کے دن تم مجرموں کے کٹہروں میں کھڑے کئے جاؤ گے۔

اس کا بہت نقصان یہ ہے کہ جن قوموں کو مانگنے کی عادت پڑ جائے وہ اقتصادی لحاظ سے اپنی حالت بہتر بنا ہی نہیں سکتیں۔ جو ایک فرد کی نفسیات بھی ہوا کرتی ہے۔ آپ اپنے گرد و پیش خود دیکھ لیں کہ جن لوگوں کو مانگنے کی عادت ہو اور تن آسانی اور تنعم کی عادت ہو وہ ہمیشہ مانگتے ہی دکھائی دیں گے۔ تبھی آنحضرت ﷺ نے مانگنے والوں کو قیامت کے دن اس حال میں دیکھا کہ چمڑیاں ہڈیوں سے چپکی ہوئی تھیں اور گوشت نہیں تھا۔ جس کا

مطلب یہ ہے کہ مانگ کر تم اپنے گھر بھر نہیں سکتے۔ منگتا خالی ہاتھ ہی رہتا ہے اور اسے اپنی اقتصادیات کو اپنانے کا عزم ہی عطا نہیں ہوتا۔ وہ ہمت ہی عطا نہیں ہوتی۔ پس جب تک قومیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا فیصلہ نہیں کرتیں اقتصادی لحاظ سے وہ نہ ترقی کر سکتی ہیں نہ کسی قسم کا استحکام ان کو نصیب ہو سکتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 1991ء بیت الفضل لندن بحوالہ خلیج کا بحران اور نظام جہان نو صفحہ 305 تا 308)

# اقتصادی تعاون اور باہمی مسائل کو حل کرنے کی ضرورت

Digitized By Khilafat Library Rabwah

## کشمیر کا مسئلہ:۔

پاکستان اور ہندوستان اور بنگلہ دیش اور سری لنکا' یہ ایک ایسا خطہ ہے جس میں قدرتی طور پر اقتصادی تعاون کی منڈی بنانے کا امکان موجود ہے۔ اور یہ تبھی ممکن ہے کہ اگر ان کے اندرونی مسائل حل ہوں۔ اگر اندرونی مسائل حل نہ ہوں تو نہ یہ اقتصادی منڈیاں بن سکتی ہیں نہ موجودہ تکلیف دہ صورتحال کا کوئی دوسرا حل ممکن ہے۔ موجودہ تکلیف دہ صورتحال سے مراد وہ صورت حال ہے جو میرے ذہن میں ہے کہ اس کے نتیجے میں آپ جب اس پر مزید غور کریں گے تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ ہمیشہ کے لئے تیسری دنیا کے ان ممالک کا اپنی مصیبتوں سے نجات پانے کا ہر رستہ بند ہوا ہوا ہے۔ ان کے لئے نجات کی راہ نہیں ہے اور آنکھیں بند کر کے یہ اسی طرز فکر پر قائم ہیں' اسی قسم کے مسائل کو حل کرنے کی ان کی کوششیں ہیں جن کے اندر حل ہونے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ ایسے بند رستے ہیں جن کے آگے گذرا جا ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ وہ مسائل یہ ہیں....

مثلاً کشمیر کا مسئلہ ہے۔ کشمیر کے مسئلہ کے نتیجے میں ہندوستان اور پاکستان میں جو رقابتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ ان رقابتوں کے نتیجے میں یہ اتنی بڑی فوج پالنے پر مجبور ہیں کہ جس کے بعد دنیا کا کوئی ملک اقتصادی طور پر آزادی سے زندہ نہیں رہ سکتا۔ ساٹھ فیصدی سے زائد جس قوم کی اجتماعی دولت فوج پالنے پر خرچ ہو رہی ہو اس کے حصے میں دنیا میں وقار کی زندگی ہے ہی نہیں' اس کے لئے مقدر ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اقتصادی لحاظ سے اپنی طاقت سے بڑھ کر دفاع پر خرچ کرتا ہے اسے بھیک مانگنا لازم ہے۔ اس کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ اقتصادی لحاظ سے بھی دنیا سے بھیک مانگے اور فوجی طاقت کو قائم رکھنے کے لئے بھی دنیا سے بھیک مانگے۔ پس ہندوستان اور پاکستان کو بھکاری بننے کی جو لعنت ملی ہوئی ہے یا اس لعنت میں مبتلا ہیں کہ مشرق و مغرب جہاں بھی توفیق ملے وہ ہاتھ پھیلا کر پہنچ جاتے ہیں کہ ہمیں کچھ بھیک دو تو اس کی بنیادی وجہ آپس کے یہ اختلافات ہیں۔ آخری فیصلے میں اس کے سوا کوئی صورت نہیں بنتی۔....

(اقتباس از خطبہ جمعہ 8 مارچ 1991ء بحوالہ خلیج کا بحران اور نظام جہان نو صفحہ 323 تا 324)

# خود کفالت کی ضرورت

...اقتصادی امداد نے ان کو بھکاری بنا دیا ہے اور بھکاری بننے کے بعد ان کی اقتصادی حالت سدھر سکتی ہی نہیں۔ ہر ملک کا یہی حال ہے۔ کیونکہ جس شخص کو جھوٹے معیار زندگی کے ساتھ چمٹ جانے کی عادت پڑ گئی ہو۔ جس شخص کو اپنے جھوٹے معیار زندگی کو بھیک مانگ کر قائم رکھنے کی عادت پڑ چکی ہو۔ وہ نفسیاتی لحاظ سے اس قابل ہو ہی نہیں سکتا کہ اقتصادی طور پر اس میں خود اعتمادی پیدا ہو اور وہ خود کوشش کر کے اپنے حالات کو بہتر کرے۔ بالکل یہی حال قوموں کا ہوا کرتا ہے۔ آپ نے کبھی مانگنے والے انسانوں کو خوشحال نہیں دیکھا۔ مانگنے والے انسان مانگتے ہیں' کھاتے ہیں پھر بھی برے حال میں رہتے ہیں ہمیشہ ترستے ہی ان کی زندگیاں گزرتی ہیں اور وہ لوگ جو قناعت کرتے ہیں وہ اس کے مقابل پر بعض دفعہ غریبانہ حالت سے ترقی کرتے کرتے بڑے بڑے مالدار بن جاتے ہیں۔

پس تیسری دنیا کی قومیں بدقسمتی سے ایک اور لعنت کا شکار ہیں اور وہ ہے قناعت کا فقدان۔ عزت نفس کا فقدان۔ ہاتھ پھیلانے کی گندی

عادت کے نتیجے میں معیار زندگی کا جھوٹا ہو جانا آپ نے دیکھا ہوگا بعض دفعہ امیر آدمی بھی ہوٹلوں پر اس طرح خرچ نہیں کرتا جس طرح ایک مانگنے والا بھکاری بعض دفعہ خرچ کر دیتا ہے۔ اس کے نزدیک دولت کی قدر ہی کوئی نہیں ہوتی۔ پیسے مانگے' اچھا کھالیا اور چھٹی ہوئی اور اگلے وقت کے لئے خدا تعالیٰ پھر ہاتھ سلامت رکھے تو مانگنے کے لئے کافی ہیں' بالکل یہی نفسیات ان قوموں کی ہو جایا کرتی ہے۔ ایک جھوٹا فرضی معیار زندگی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور دیکھنے میں خوشحالی کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا رہتے ہیں۔ غربت کی تنگی ان کو مجبور کر سکتی تھی کہ وہ اقتصادی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں اور اس کے لئے محنت کریں اور کوشش کریں۔ وہ تنگی صرف وہاں محسوس ہوتی ہے جہاں قوم کا طبقہ بے بس ہے اور جہاں صاحب اختیار طبقہ ہے وہاں محسوس نہیں ہوتی' یعنی ایسی قومیں دو حصوں میں بٹی ہوئی ہیں۔ ایک بہت ہی محدود طبقہ جو بالائی طبقہ کہلاتا ہے وہ غریب کی زندگی سے بالکل بے حس ہے اور اس کو پتہ ہی نہیں کہ غریب ان کی آنکھوں کے نیچے کیسے بدحالی میں زندگی گزار رہا ہے پس جہاں تکلیف محسوس ہوتی ہے وہاں اختیار کوئی نہیں' وہاں قوم کی پالیساں نہیں بنائی جاتیں۔ اور جہاں پالیسی بنانے والے دماغ ہیں' حکمت طے کرنے والے سر ہیں وہاں تکلیف کا احساس نہیں پہنچتا۔ پس ایک گہری اعصابی بیماری ہے۔ جس طرح ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو نچلے دھڑ کا اوپر کے دھڑ سے واسطہ نہیں رہتا۔ پاؤں جل بھی جائیں تو دماغ کو پتہ نہیں لگتا۔ پس یہ ہولناک بیماری ہے جو بھیک مانگنے کے نتیجے میں تیسری دنیا کے ملکوں کو لاحق ہو چکی ہے....

(خطبہ جمعہ 8 مارچ 1991ء بحوالہ خلیج کا بحران اور نظام جہان نو صفحہ 324 تا 326)

## بیرونی امداد کے نقصانات

خلاصہ یہ کہ امیر ملکوں سے موجودہ طرز پر امداد حاصل کرنے کے یہ نقصانات ہیں:

اول:۔ امداد دینے والا ملک امداد لینے والے کو ذلیل اور رسوا کر کے امداد دیتا ہے اور متکبرانہ رویہ اختیار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر امداد لینے والا ملک آزادی ضمیر کے حق کو بھی استعمال کرے تو اس کی امداد بند کر دیئے جانے کی دھمکی دی جاتی ہے۔ (جیسا کہ صدر بش نے حال ہی میں شاہ حسین اور اردن سے سلوک کیا۔)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

دوم:۔ امداد کے ساتھ Strings یعنی ایسی شرطیں منسلک کر دی جاتی ہیں جس سے قومی آزادی پر حرف آتا ہے۔

سوم:۔ امداد کے ساتھ سودی قرضے کا بھی ایک بڑا حصہ شامل ہوتا ہے اور بالعموم بہت بڑی بڑی اجرتیں پانے والے غیر ملکی ماہرین بھی اس کھاتے میں بھجوائے جاتے ہیں جو امداد کا ایک بڑا حصہ کھا جاتے ہیں۔ یہ تو دن بدن بڑھنے والا بوجھ ہے یہاں تک کہ کثیر قومی آمد قرضوں کا سود اتارنے پر ہی صرف ہو جاتی ہے۔

پس امداد لینے والے اور امداد مانگنے والے ملکوں کو کبھی دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے دیکھا نہیں گیا۔ امداد دینے کے بعد رسوا کن رویہ اور اختلاف کی صورت میں امداد بند کرنے کے طعنے اقتصادیات کے علاوہ قومی کردار کو بھی تباہ کر دیتے ہیں۔

پس صرف غیرت ہی کا نہیں بلکہ اور بھی بہت سے دور رس مفادات کا شدید تقاضا ہے کہ بڑے بڑے امداد دینے والے ملکوں کی امداد شکریہ کے ساتھ رد کر دی جائے اور وہ مسلمان ممالک جن کو خدا تعالیٰ نے تیل کی دولت عطا فرمائی ہے ان غیر مسلم ممالک کو ساتھ ملا کر جو تعاونوا علی البر پر تیار ہوں' اسلامی اصول کے تابع ایک نیا امدادی نظام جاری کریں۔....

(خطبہ جمعہ 8 مارچ 1991ء بحوالہ خلیج کا بحران اور نظام جہان نو صفحہ 329 تا 330)

## پاکستان کے لئے دردمندانہ نصیحت

....پاکستان کے اندر جو درست ہونے والے توازن ہیں مثلاً سندھی' پنجابی' بلوچی' پٹھان وغیرہ وغیرہ پھر مذہبی اختلافات ہیں۔ یہ سارے مسائل ہیں جو بارود کی طرح ہیں یا آتش فشاں پہاڑ کی طرح ہیں' کسی وقت بھی پھٹ سکتے ہیں اور یہی وہ مسائل ہیں جن سے دیگر قومیں فائدہ اٹھایا کرتی ہیں۔

پس پیشتر اس کے کہ دیگر قوموں کو فائدے کا موقعہ ملے آپ اپنے ملک کی اندرونی حالت درست کریں۔ اندرونی حالت کو بھی درست کریں۔ ہمسایوں کے ساتھ بھی تعلقات درست کریں اور اس کے نتیجے میں آپ کو سب سے بڑا فائدہ یہ پہنچے گا کہ توجہ اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی طرف ہو جائے گی۔ آپس میں اشتراک عمل کے ساتھ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کی روح کے ساتھ مذہب کو بیچ میں لائے بغیر ہر اچھی چیز پر دوسری قوم کے ساتھ تعاون کے امکانات پیدا ہو جائیں گے اور فوج کا خرچ کم ہو جائے گا اور اقتصادیات جتنا ترقی کرے گی اتنے ہی امکانات پیدا ہوں گے کہ غریب کی حالت بہتر ہو جائے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

امر واقعہ یہ ہے کہ میں نے امکانات کہا ہے اس لئے کہ غریب کی حالت بہتر کرنے کے لئے یہ ساری چیزیں کافی نہیں جب تک اوپر کے طبقے کی سوچ صحت مند نہ ہو۔ اگر اوپر کے طبقے کی سوچ بیمار اور بے حس ہے اور بے حیائی ہے اور عظیم الشان ہوٹل بنتے چلے جا رہے ہیں اور ریسٹورانٹ کے بعد ریسٹورانٹ پیدا ہو رہا ہے اور ایک سوسائٹی ہے جو سر شام شروع ہو کر رات گئے تک ان ریسٹورانٹس کے چکر لگاتی ہے اور ہوٹلوں کے چکر لگاتی ہے اور عیش و عشرت میں مبتلا رہتی ہے اور لاہور چمک رہا ہوتا ہے اور کراچی جگمگا رہا ہوتا ہے۔ اگر یہی رجحان جاری رہا اور کسی کی نظر اس طرف نہ گئی کہ ان روشنیوں کے نیچے ایسے ظالم اندھیرے ہیں کہ ان اندھیروں میں تھوڑی دیر بھی آپ جھانکیں تو ان کے اندر کلبلاتی ہوئی انسانیت کی ایسی دردناک شکلیں نظر آئیں گی کہ اس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں......

...... انسانی تاریخ میں سب سے بڑا انسانی تعلقات کے خونی رشتوں پر غالب آنے کا دور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے عہد میں آیا۔ بلاشبہ وہ ایک ایسا دور تھا کہ ہر خونی رشتہ ثانوی حیثیت اختیار کر گیا تھا اور انسانی قدروں کو عظمت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اتنا بلند کر دیا تھا کہ مکارم الاخلاق پر آپ کا قدم تھا۔ وہ دور ہے جسے واپس لانے کی ضرورت ہے یہ انسانی قدریں ہیں جو تیسری دنیا کو جو بچائیں گی۔ یہ قدریں تو آپ کے قدموں کے نیچے پامال ہو رہی ہیں۔ اور خدا کی تقدیر بڑی قوموں کے نیچے آپ کو پامال کرتی چلی جا رہی ہے۔ کیوں خدا کی تقدیر کے اس اشارے کو آپ نہیں سمجھتے۔ افسوس ہے کہ دونوں ملک کشمیر کی جنت اپنانے کے لالچ میں اپنے ملکوں کے غرباء کو جہنم میں جھونکے ہوئے ہیں۔

پس تیسری دنیا میں جتنے دوسرے چاہیں حل اختیار کر لیں جب تک عزت نفس کو زندہ نہیں کیا جاتا' جب تک وقار کو زندہ نہیں کیا جاتا' جب تک احسان کے جذبوں کو زندہ نہیں کیا جاتا' جب تک تمام انسانی قدروں کی حفاظت کا عہد نہیں کیا جاتا اور اس عہد کو پورا کرنے کے سامان نہیں کئے جاتے' اس وقت تک تیسری دنیا کی تقدیر بدل نہیں سکتی اور تیسری دنیا آزاد نہیں ہو سکتی۔

(از خطبہ جمعہ 8 مارچ 1991ء بحوالہ خلیج کا بحران اور نظام جہان نو صفحہ 332 تا 334)

# پاکستانی عوام کو صرف خدا سے مدد مانگنی چاہئے

پاکستان کی گزشتہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کبھی عوام فوج سے بھاگ کر سیاستدانوں کی طرف لپکے اور کبھی سیاستدانوں سے پناہ مانگ کر فوج کو بلانے دوڑے۔ حالانکہ ملک کو نہ فوج بچا سکتی ہے اور نہ ہی سیاستدان۔ پاکستان کے عوام کو صرف خدا تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہئے اور توبہ کرنی چاہئے کیونکہ جب خدا تعالیٰ کسی قوم کو سزا دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو بچا نہیں سکتی ہاں دعائیں ہیں جو بچا سکتی ہیں۔

"ایک سہارا ہے اور صرف ایک راہ کہ یہ توبہ کریں اور اگر موت آ بھی گئی تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ احمدیوں کی دعاؤں سے موت ٹل جائے گی۔ اور ملک بچ جائے گا۔"

(خطاب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ برطانیہ 1990ء بحوالہ ضمیمہ خالد اگست 1990ء صفحہ 5)

# احتساب کے بارے میں ایک راہنما اصول

28 فروری کے پروگرام ملاقات جو ایم ٹی اے انٹرنیشنل سے براہ راست ساری دنیا میں نشر ہوا اس میں حضور نے پاکستان کی نئی حکومت کے قیام

کے حوالے سے دوستوں کے مختلف سوالات کے جواب دیتے ہوئے سیر حاصل گفتگو فرمائی اور کئی مفید باتوں کی طرف توجہ دلائی۔ مثلاً یہ کہ احتساب کا عمل ضروری تو ہے لیکن اصل سوال یہ ہے کہ احتساب کہاں سے شروع ہو' کوئی حکومت یہ دعوی تو نہیں کر سکتی کہ وہ آسمان سے اتری ہے اس کے ممبران فرشتوں پر مشتمل ہیں۔ اس حوالے سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے احتساب کے ایک قابل عمل پہلو کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

".... احتساب ہر طرف سے ہو اگر' تو سوال یہ ہے کہ پرانی پارٹی کا احتساب کیسے ہوگا... بڑا ہی مشکل کام ہے' مشکل کام کرنے کے لحاظ سے نہیں' صورت حال کے لحاظ سے صورت حال اتنی پیچیدہ ہے' بد دیانتی اتنی عام ہے کہ پارٹی پر ہاتھ ڈالنا جبکہ اوپر سے نیچے سارے ہی ملوث ہوں تو ممکن کیسے بنے گا۔ اس لئے احتساب والے حصہ کو تو سردست چھوڑ دیں.... (یعنی احتساب کرنے کے وہ دعوے اور پروگرام جو حکومت نے آتے ہی کئے تھے کہ سب کا احتساب ہوگا.... ناقل)

لیکن دوسرا پہلو ہے وہ ہے قابل توجہ' آئندہ سے توبہ کرنی ہے کہ نہیں؟ یہ ممکن تھا اگر کرنا چاہتے تو' اب وقت بتائے گا۔ اگر وہ دوبارہ ملوث ہوئے تو پھر قوم ہمیشہ کے لئے برباد ہو جائے گی۔ اگر پچھلا دفع کریں دفنا دیں اور آئندہ کے لئے یہ عہد کریں۔ نواز شریف صاحب نہ یہ' نہ ان کے بھائی' نہ ان کے خاندان والے' نہ ان کے منتخب وزراء کوئی بھی کسی قسم کی ادنی سی بد دیانتی میں ملوث نہیں ہوگا۔ اور اقرباء اور وہ جو طاقتور لوگ پارٹی کے ممبر ہیں ان میں سے کسی سے بھی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ یہ عہد کر لیں تو یہ بہت کافی ہے.... اس وقت پاکستان کو ایک تائب وزیر اعظم کی ضرورت ہے جو سچی توبہ کرے اور اپنی پارٹی سے سچی توبہ کروائے....

(پروگرام ملاقات ایم۔ ٹی۔ اے انٹرنیشنل 28 فروری 1997ء سے ماخوذ)

پیکجز مشینری اور پیپر ملز مشینری بنوانے کے لئے ہم سے رابطہ کریں

ناصر انجنیئرنگ ورکس

عقب سردار سٹیل ملز
16 کلومیٹر لاہور شیخوپورہ روڈ
کوٹ عبد المالک ضلع شیخوپورہ
فون نمبر:۔ ۰۴۲/۷۹۷۰۵۲۵

جرمن شو سٹور

راوی روڈ۔ ڈنگہ
تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

پروپرائٹر: چوہدری طاہر محمود

Digitized By Khilafat Library Rabwah

خصوصی تحقیقی مقالہ

# تحریکِ پاکستان کی رُوحِ رواں جماعت

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کر لینا چمن میں جب بہار آئے

— قائدِ اعظم کو انگلستان سے واپس لانے میں جماعتِ احمدیہ کی کامیاب مساعی
— "انسائیکلو پیڈیا قائدِ اعظم" میں تذکرے
— انتخابات میں مسلم لیگ کی جماعتِ احمدیہ کی طرف سے پُرجوش حمایت اور قائدِ اعظم کا اظہارِ مسرت
— ایک بزرگ مسلم لیگی لیڈر سردار شوکت حیات کا تاریخی بیان
— خضر وزارت کے استعفیٰ اور باؤنڈری کمیشن میں کامیاب کوشش اور جدّوجہد
— ڈاکٹر سر محمد اقبال کی نسبت ایک دلچسپ مغالطہ اور اس کی حقیقت
— قیامِ پاکستان اور حضرت امام جماعتِ احمدیہ کا پُرشوکت بیان

(مقالہ نگار محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد۔ مؤرخِ احمدیت)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جماعت احمدیہ جس کا یوم بنیاد ہی ۲۳ مارچ ہے مسلمانان عالم کی ایک خادم جماعت ہے، جس کی پوری تاریخ دینی اور ملی کارناموں سے لبریز ہے، خصوصاً تحریک پاکستان کے عظیم جہاد میں اس نے قدم قدم پر جو حیرت انگیز خدمات انجام دی ہیں وہ ہمیشہ سنہری حروف سے لکھی جائیں گی اور رہتی دنیا تک ملت کے افق پر چاند اور ستاروں کی مانند جگمگاتی رہیں گی۔ اس مختصر مقالہ میں جن حقائق کو بے نقاب کیا گیا ہے ان کی اہمیت و عظمت انقلابات عالم کے ساتھ ساتھ روز بروز بڑھتی چلی جائے گی۔

۱۹۳۳ء میں برصغیر کی سیاسی فضا پر ہندو نواز کانگریس چھائی ہوئی تھی، برطانوی حکومت اور کانگریس میں مفاہمت ہو چکی تھی مگر مسلمانان ہند قیادت عظمیٰ سے محروم ہونے کے باعث سخت پریشان اور شکستہ خاطر ہو چکے تھے اور ان کا سیاسی سفینہ حیات خوفناک طوفانوں کی زد میں تھا۔ اس ماحول میں یکایک ایک تغیر عظیم برپا ہوا اور مسلمانان ہند صرف چودہ برس کی مدت میں (جو قوموں کی اجتماعی زندگی میں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے) پاکستان کی شاندار مسلم مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ سیاسی معجزہ کیسے رونما ہوا؟ تاریخ پاکستان کے اس انقلاب آفریں باب کا تصور کرنے میں یہ مختصر مقالہ امید ہے ممد و معاون ثابت ہو گا۔ وباللہ التوفیق

## قائداعظم کی لندن سے واپسی کیلئے تحریک

قائداعظم محمد علی جناح ہندو ذہنیت اور کانگرس میں شامل علماء کے مسلم کش رویہ سے گول میز کانفرنس کے دوران ہی سخت مایوس ہو گئے اور ہندوستان کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہنے کا فیصلہ کر کے انگلستان میں رہائش اختیار کر لی۔ قائداعظم خود اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"میں حیران ہوں کہ میری ملی خودداری اور وقار کو کیا ہو گیا تھا۔ میں کانگرس سے صلح و مفاہمت کی بھیک مانگا کرتا تھا۔ میں نے اس مسئلہ کے حل کیلئے اتنی مسلسل اور غیر منقطع مساعی کیں کہ ایک انگریز اخبار نے لکھا مسٹر جناح ہندو مسلم اتحاد کے مسئلہ سے کبھی نہیں تھکتے۔ لیکن گول میز کانفرنس کے زمانہ میں مجھے اپنی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ پہنچا۔ جیسے ہی خطرہ کے آثار نمایاں ہوئے ہندویت دل و دماغ کے اعتبار سے اس طرح نمایاں ہوئی کہ اتحاد کا امکان ہی ختم ہو گیا۔ اب میں مایوس ہو چکا تھا۔ مسلمان بے سہارا اور ڈانواں ڈول ہو رہے تھے۔ کبھی حکومت کے وفاداران رہنمائی کیلئے میدان میں آموجود ہوتے تھے کبھی کانگرس کے نیاز مندان خصوصی ان کی قیادت کا فرض ادا کرنے لگتے تھے۔ مجھے اب ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں ہندوستان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا نہ ہندو ذہنیت میں کوئی خوشگوار تبدیلی کر سکتا ہوں نہ مسلمانوں کی آنکھیں کھول سکتا ہوں۔ آخر میں نے لندن ہی میں بود و باش کا فیصلہ کر لیا"۔

(قائداعظم اور ان کا عہد صفحہ ۱۹۱۔ ۱۹۲ مولفہ مولانا رئیس احمد جعفری)

قائداعظم کے اس فیصلہ سے کانگریسی ہندو اور کانگرس نواز مسلمانوں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ مگر حضرت مرزا بشیر الدین

---

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ایک مفصل مضمون میں اعلان کر دیا کہ:۔

"آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہئے تا انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلا خوف تردید کانگریس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔ اگر ہم اور دوسری (مذہبی) جماعتیں ایسا نہ کریں گی تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہو گی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا مسلمانوں کو لگے گا کہ اور چالیس سال تک ان کا سنبھلنا مشکل ہو جائے گا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی عقلمند اس حالت کی ذمہ داری اپنے پر لینے کو تیار ہو۔" (الفضل ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۱)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

محمود احمد امام جماعت احمدیہ کا دردمند دل اس صورت حال کو دیکھ کر تڑپ اٹھا کہ مسلمانان ہند اپنے ایک محبوب سیاسی لیڈر کی براہ راست قیادت سے محروم ہو گئے ہیں اور مسلم سیاست پر وہ لوگ مسلط ہو رہے ہیں جو مسٹر گاندھی کو نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ اس مرحلہ پر حضور نے مربی انگلستان مولانا عبدالرحیم صاحب درد کو ہدایت فرمائی کہ وہ قائد اعظم کو واپس ہندوستان آنے اور مسلمانان ہند کی سیاسی قیادت کو سنبھالنے کی تحریک کریں۔ چنانچہ مولانا درد نے مارچ ۱۹۳۳ء میں ان کے دفتر واقع کنگز بینچ واک لندن King's Bench Walk London میں آپ سے ملاقات کی اور تین گھنٹوں کی بحث و تمحیص کے بعد آمادہ کر لیا کہ وہ مسلمانان ہند کی خدمت کے لئے پھر پبلک میں آئیں نیز بیت الفضل ۶۳ میلروز روڈ لندن میں "ہندوستان کا مستقبل" کے موضوع پر لیکچر دینے کیلئے بھی رضامند ہو گئے۔ قائد اعظم نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ:-

"The Eloquent persuasion of the imam left me no escape."

"امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ بچنے کی نہیں چھوڑی۔"

یہ تقریر برطانوی اور ہندوستانی پریس کی خاص توجہ کا مرکز بنی اور چوٹی کے اخبارات میں اس کی وسیع اشاعت ہوئی۔ مثلاً

(1) Madras Mail 7th April 1933.

(2) Hindu Madras 7th April 1933.

(3) Evening Standard 7th April 1933.

(4) Egyptian Gazette Alexandria

(4) West Africa 15th April 1933. (5) Statesman Calcutta 8th April 1933.

(6) Sunday Times London 9th April 1933.

## برطانوی صحافت میں تقریر کا چرچا

لندن میں چھپنے والے اخبار "ویسٹ افریقہ" نے لکھا:-

### The 'id ul Azha Festival

The 'id ul Azha Festival the celebration at the London Mosque last Thursday of the Muslem festival of Id ul Azha drew a large gathering of Indian and Anglo-Indians and a few West Indians, but no West Africans, so far as I could see.

This was probably because West Africans do not feel directly interested in Indian problems, and because the main address, by Mr. M. A. Jinnah, an Indian barrister and prominent Muslem leader, dealt with "the future of India" Mr. Jinnah's call was for selfgovernment for India and something more effective than the proposed council in which 250 elected members would represent the masses and 125 the princes. From his point of view Britain's only safeguard in India was the continuing breach between Muslems and Hindus, but to an outsider it would seem that the standard of unity is in itself a measure of the need of further British aid in administration.

The chairman, Sir Stewart Sandeman, M.P., took up a position very different from that of the speaker, and the discussion thus stimulated continued with much frankness and good temper over the tea tables, when the guests partook of the hospitality of Maulvi A. R. Dard. M.A., who will best be remembered by readers of West Africa as former learned editor of the "Review of Religions", and who is now Imam of the London Mosque."

اسی طرح مشہور رسالہ The Near East and India نے لکھا:-

### The id-ul-Azha

Digitized By Khilafat Library Rabwah

co-operation of India and Great Britain.

Among those who accepted invitations to be present were:- Lord Leigh, Lord and Lady Astor, the Hon, Commander Kenworthy. Sir Frederik and Lady Graham, Sheikh Hafiz Wahab, Lt-Gen. Sir Herbert Cooke, Sir David Munro, the Maharaja of Burdawan, Sir Edward Maclagan, Sir Reginald Glancy, Sir Telford Waugh, Sir Denys Bray, Mr. H. A. F. Lindsay, Sir Denision and Lady Ross."

اس تقریر کے بعد نواب زادہ لیاقت علی خان اور ان کی بیگم قائداعظم کی خدمت میں لندن پہنچے۔ آپ انگلستان کو خیرباد کہہ کر واپس ہندوستان تشریف لے گئے اور پھر آپ کی قیادت میں چند سال کی جدوجہد کے بعد پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ چنانچہ پاکستان کے بزرگ صحافی اور تحریک پاکستان کے ممتاز لیڈر جناب میاں محمد شفیع (م-ش) تحریر فرماتے ہیں۔

"So disgusted was Mr. Jinnah with washing of the dirty linen indian politics in public by the leaders of indian public opinion that he decided to retire from indian politics and in token thereof took his abode in London---almost permanently. It was Mr. Liaquat Ali Khan and Maulana Abdur Rahim Dard, an Imam of London Mosque, who persuaded Mr. M. A. Jinnah to change his mind and return home to play his role in the national politics. Consequently, Mr. Jinnah returned to India in 1934 and was elected to the central Assembly, unopposed."

ترجمہ:- مسٹر جناح ہندوستان کی گندی سیاست سے اس قدر بددل ہوگئے اور رائے عامہ کے ہندوستانی لیڈروں سے اتنے برگشتہ خاطر ہوئے کہ انہوں نے ہندوستانی سیاست سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کر لیا اور اس علامت کے طور پر انہوں نے لندن میں قریباً ہمیشہ کیلئے قیام کر لیا۔ یہ مسٹر لیاقت علی خان اور مولانا عبدالرحیم درد امام لندن ہی تھے

On the occasion of the Muslim Festival of Id-ul-Azha, Maulvi A. R. Dard Imam of the London Mosque, at Southfields, Wimbledon, held a reception in the grounds of the Mosque on April 6, the gathering, under the chairmanship of Sir Nairne Stewart Sandeman, M.P., was addressed by Mr. M.A. Jinnah. Taking as his subject "India's future," the latter elaborated the thesis that the British Government's scheme for the constitutional development of India as outlined in the White Paper, would not work and that nothing short of full and unrestricted self government would satisfy "India". Without it, the future, he hinted, had in store trouble and bloodshed. Mr. Jinnah's remarks, which were of a highly provocative character to some of his audience, but were vocally endorsed by other, were challenged by the Chairman, who stated that he might not agree with the White Paper project, but it would be for different reasons from those put forward by the previous speaker. Mr. Jinnah, who had been announced as a great leader of Indian Muslims and had dissociated himself in his opening remarks from the Congress party, but in his speech had endorsed the congress party's attitude to constitutional development in India, was asked by an Indian visitor where he actually stood in the matter. Mr. Jinnah replied that he had come down to speak on "India's Future", and not tosay where he stood in regard to the question. The Imam, in thanking the Chairman and Mr. Jinnah for their speeches, said that he was himself of opinion that the success of India's future lay in the

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جنہوں نے مسٹر محمد علی جناح پر زور دیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آکر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔ اس کے نتیجہ میں مسٹر جناح ۱۹۳۴ء میں ہندوستان واپس آئے اور مرکزی اسمبلی کے انتخاب میں بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔

(پاکستان ٹائمز ۱۱ ستمبر ۱۹۸۱ء صفحہ ۲ کالم ا سپلیمنٹ)

## "انسائیکلوپیڈیا قائداعظم" میں ذکر

یہاں پاکستان کے نامور محقق و فاضل جناب زاہد حسین انجم صاحب کی بلند پایہ اور معلومات افزاء تصنیف "انسائیکلوپیڈیا قائداعظم" کے دو اہم اور مفید اقتباسات سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱)۔ درد۔ عبدالرحیم احمدیہ مسجد لندن کے امام۔ انہوں نے ۱۹۳۳ء میں قائداعظم کے قیام لندن کے دوران ملاقات کی انہوں نے قائد اعظم کے دفتر کنگ بینچ واک King Bench Walk میں تین گھنٹے تک سیاسیات ہند کے سلسلے میں بحث کی۔ عبدالرحیم درد کی درخواست پر قائداعظم نے ایک چھوٹی سی مسجد کی گراؤنڈ میں تقریر کا انتظام کیا۔

(انسائیکلوپیڈیا قائداعظم صفحہ ۳۰۹ ناشر مقبول اکیڈیمی شاہراہ قائداعظم لاہور۔ طبع اول ۱۹۹۱ء)

(۲)۔ ہندوستان کا مستقبل

قائداعظم محمد علی جناح نے اپریل ۱۹۳۳ء میں عیدالاضحی کے موقع پر مسجد احمدیہ لندن میں ایک تقریب میں شرکت کی۔ یہ تقریب سر سٹیوارٹ سنڈیمن ایم اے کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے قائد نے کہا کہ

اب ہندوستان بہت جلد ترقی کرے گا نیز یہ قرطاس ابیض کی تجاویز ہندوستان کو مطمئن نہیں کر سکتیں انہیں کامل خود مختاری ملنی چاہئے۔ صدر جلسہ نے ان کے خیالات سے اختلاف کیا۔ قائداعظم نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا۔

(The Eloquent Persuation of the Imam left me no Escape)

ترجمہ۔ امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ بچنے کی نہیں چھوڑی۔ ؛

قائداعظم کی یہ تقریر برطانوی اور ہندوستانی پریس کی خاص توجہ کا مرکز بنی اور دی ایوننگ سٹینڈرڈ (لندن)' ہندو مدراس' دی سٹیٹسمین کلکتہ' مدراس میل (مدراس) پایونیئر الہ آباد' ویسٹ افریقہ افریقہ' ایجپشن گزٹ اسکندریہ جیسے مقتدر اخبارات نے اس کی خبر شائع کی۔ تقریر میں قائداعظم نے کہا کہ

ہندوستان سماجی' اقتصادی اور سیاسی طور پر ترقی کر رہا ہے اور ملک میں ایک نئی سیاسی زندگی ابھر رہی ہے لیکن تاوقتیکہ ایک معقول حد تک سیلف گورنمنٹ نہ دی جائے۔ اطمینان یا امن کی امید رکھنا (عبث) ہے۔ حالات یہ صورت اختیار کر گئے ہیں کہ انگریزی راج یا سلطنت برطانیہ کے اندر رہتے ہوئے ہندوستانی راج میں سے ایک کو اختیار کرنے کا مسئلہ پیدا ہو چکا ہے۔

اس تقریر نے انگلستان اور ہندوستان دونوں ممالک میں زبردست تہلکہ مچا دیا جس کے بعد نوابزادہ لیاقت علی خان اور ان کی بیگم قائد اعظم کی خدمت میں جولائی ۱۹۳۳ء میں حاضر ہوئے اور ہندوستان واپس آنے کی درخواست کی جسے قائد نے منظور کر لیا اور وہ ہند تشریف لے آئے۔" (صفحہ ۸۰۷)

## قرارداد پاکستان

بانی پاکستان قائد اعظم کی ولولہ انگیز اور فقید المثال سیادت و قیادت کا اہم ترین واقعہ قرارداد پاکستان ہے جو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو منٹو پارک لاہور میں پورے جوش و خروش سے پاس کی گئی۔

"پاکستان کے مشہور سیاسی لیڈر اور عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما جناب عبدالولی خان نے انگلستان کی انڈیا آفس کی دستاویزات پر گہری تحقیق کے بعد یہ انکشاف کیا ہے کہ وائسرائے ہند لارڈ لنتھو نے (حضرت) چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب سے کہا کہ وہ تقسیم ہند کا ایک قابل عمل فارمولا تیار کریں۔ چوہدری صاحب ان دنوں وائسرائے کونسل کے ممبر تھے۔ آپ نے فروری ۱۹۴۰ء کے دوسرے پندرھواڑے میں ۳۲ صفحات پر مشتمل یہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

نوٹ سپرد قلم فرمایا اور وائسرائے ہند کو دے دیا نیز یہ نوٹ قائد اعظم محمد علی جناح کی خدمت میں بھجوا دیا گیا اور یہی نوٹ قرارداد پاکستان کی بنیاد بنا۔

("حقائق حقائق ہیں" مولفہ خان عبدالولی خان۔ روزنامہ جنگ ۲۰ فروری ۱۹۸۲ء)

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کی قائد اعظم سے والہانہ عقیدت کا یہ بھی ایک دستاویزی ثبوت ہے کہ آپ نے اپنی مشہور عالم سوانح عمری "تحدیث نعمت" میں اس واقعہ کی طرف اشارہ تک نہیں فرمایا اور عمر بھر حضرت قائد اعظم کے مداح اور عقیدتمند رہے۔ اور واضح لفظوں میں تحریر فرمایا:-

I have throughout repeatedly affirmed both by word of mouth and in writing that so far as human effort is concerned, Pakistan was established through the devoted efforts of a single individual, the late Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah. He alone revived the moribund All-India Muslim League and welded it into an active and effective political organisation with himself as its acknowledged and dynamic head. In the face of what appeared to be insurmountable difficulties, he achieved the objective that he had set himself and though he was loyally and faithfully assisted by several, the credit for the achievement belongs to Mr. Mohammad Ali Jinnah alone. On that there cannot be the least doubt in any quarter.

(اخبار "پاکستان ٹائمز" لاہور 13 فروری 1982ء صفحہ 4)

یعنی میں زبانی اور تحریری طور پر مسلسل یہ بات کہتا رہا ہوں کہ جہاں تک انسانی کوششوں کا تعلق ہے پاکستان کا قیام' فرد واحد یعنی قائد اعظم محمد علی جناح کی مخلصانہ کوششوں کا رہین منت ہے۔ وہ اکیلے شخص ہیں جنہوں نے دم توڑتی ہوئی آل انڈیا مسلم لیگ میں زندگی کی روح پھونکی اور اسے اپنی جاندار اور انقلاب انگیز قیادت میں ایک موثر اور متحرک سیاسی تنظیم میں بدل دیا اس راہ میں حائل ناقابل عبور مشکلات پر قابو پاکر انہوں نے اپنا وہ مقصد حاصل کر لیا جسے آپ نے خود ہی اپنے لئے متعین کیا تھا

اگرچہ اس کام میں کئی اصحاب نے اخلاص اور فرمانبرداری سے آپ کا ہاتھ بٹایا لیکن کامیابی کا سہرا صرف اور صرف جناب محمد علی جناح کے سر بندھتا ہے اس بارے میں کسی طرح سے کوئی ادنیٰ شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(ترجمہ اخبار پاکستان ٹائمز ۱۳ فروری ۱۹۸۲ء)

## انتخابات ۱۹۴۵-۴۶ء کے دوران مسلم لیگ کی پرجوش حمایت

قائد اعظم کی قیادت کا اہم ترین واقعہ قرارداد پاکستان ہے جو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں پاس ہوئی۔ اس قرارداد کے بعد سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستان آئے اور ہندوستان کی آزادی کا ایک جدید فارمولا پیش کیا جسے مسلم لیگ اور کانگرس دونوں نے مسترد کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی آزادی قطعی محال اور بالکل ناممکن دکھائی دینے لگی۔ عین اس تاریک اور گھٹاٹوپ ماحول میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء کو ایک خطبہ جمعہ کے ذریعہ انگلستان اور ہندوستان دونوں کو مفاہمت و مصالحت کی دعوت دی۔

(الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۴۵ء)

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی زبان کو بسا اوقات اپنی زبان بنا لیتا ہے۔ یہی صورت حال یہاں ہوئی۔ آپ کے خطبہ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے خودبخود یہ سامان پیدا کر دیا کہ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کو جو ان دنوں فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج تھے۔ کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے انگلستان جانا پڑا جہاں آپ نے سرکاری نمائندہ ہونے کے باوجود انگلستان کے سامنے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ ایسے زوردار اور پرشوکت و قوت الفاظ میں رکھا کہ دنیا بھر میں تہلکہ مچ گیا اور انگلستان کے سربر آوردہ اخبارات کے علاوہ ہندوستان کے مسلم و غیر مسلم پریس نے بھی اس پر بکثرت تعریفی مضامین لکھے چنانچہ اخبار انقلاب نے "سر ظفراللہ خان کی صاف گوئی" کے عنوان سے لکھا:-

"چوہدری سر محمد ظفراللہ خان نے کامن ویلتھ کی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اخبار ،، ڈان '' ۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء کا عکس
(قائداعظم محمد علی جناح کی طرف سے جماعت احمدیہ قادیان کی مرکزی مراسلت پریس میں

DELHI, MONDAY, OCTOBER 8, 1945

# AHMADIYA COMMUNITY TO SUPPORT MUSLIM LEAGUE

## QADIAN LEADER'S GUIDANCE

QUETTA, Oct. 7—Mr. M.A. Jinnah has released the following correspondence to the Press:

Letter from the Nazir-ul-Moarifa of the Ahmadiya movement Qadian addressed to Mr. Jinnah:—

Dear Sir I beg to enclose herewith a copy of the letter from Mohd Sarwar Dani of village Malguzar Purda, District Raipur, addressed to Hazrat Amirul Momineen Khalifatul Masih, second head of the Ahmadiya community and the reply thereto for your kind perusal. Yours faithfully."

The text of the letter from Mohd Sarwar Dani referred to above: "We have the honour to make a request and a querry. We are a few Ahmadiyas here in this town and in the present electioneering campaign. We have been approached both by the League and the Congress for contributions and assistance to the respective parties and candidates Kindly guide us whom we should support."

Reply from the head of the Ahmadiya Community "You ought to support Muslim League in the present elections and offer them whatever means of co-operation and assistance you can possibly afford. Muslims do require a united front in the present crisis. Their differences if allowed to exist will affect them adversely for hundreds of years to come "—A P.I

Near East And India کے حوالہ کا عکس

THE NEAR EAST AND INDIA. 297

### THE 'ID-UL-AZHA.

On the occasion of the Muslim Festival of 'Id-ul-Azha, Maulvi A. R. Dard, Imam of the London Mosque, at Southfields, Wimbledon, held a reception in the grounds of the Mosque on April 6: The gathering, under the chairmanship of Sir Nairne Stewart Sandeman, M.P., was addressed by Mr. M. A. Jinnah. Taking as his subject "India's Future," the latter elaborated the thesis that the British Government's scheme for the constitutional development of India, as outlined in the White Paper, would not work and that nothing short of full and unrestricted self-government would satisfy "India." Without it, the future, he hinted, had in store trouble and bloodshed. Mr. Jinnah's remarks, which were of a highly provocative character to some of his audience, but were vocally endorsed by others, were challenged by the Chairman, who stated that he might not agree with the White Paper project, but it would be for different reasons from those put forward by the previous speaker. Mr. Jinnah, who had been announced as a great leader of Indian Muslims and had dissociated himself in his opening remarks from the Congress Party, but in his speech had endorsed the Congress Party's attitude to constitutional development in India, was asked by an Indian visitor where he actually stood in the matter. Mr. Jinnah replied that he had come down to speak on India's future, and not to say where he stood in regard to the question. The Imam, in thanking the Chairman and Mr. Jinnah for their speeches, said that he was himself of opinion that the success of India's future lay in the co-operation of India and Great Britain.

Among those who accepted invitations to be present were:—Lord Leigh, Lord and Lady Astor, the Hon. Commander Kenworthy, Sir Frederick and Lady Graham, Shaikh Hafiz Wahba, Lt.-Gen. Sir Herbert Cooke, Sir David Munro, the Maharaja of Burdwan, Sir Edward Maclagan, Sir Reginald Glancy, Sir Telford Waugh, Sir Denys Bray, Mr. H. A. F. Lindsay, Sir Denison and Lady Ross.

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کانفرنس منعقدہ لندن میں جو تقریر فرمائی وہ ہر انگریز اور اتحادی ملکوں کے ہر فرد کیلئے دلی توجہ کی مستحق ہے۔ کیا اس ستم ظریفی کی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ جس ہندوستان کے پچیس لاکھ بہادر مختلف جنگی میدانوں میں جمعیہ اقوام برطانیہ کی آزادی کو ملحوظ رکھنے کی خاطر لڑ رہے ہیں وہ خود آزادی سے محروم ہے۔"

(انقلاب ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء)

حیدر آباد دکن کے روزنامہ پیام (۲۲ فروری ۱۹۴۵ء) نے لکھا:۔

"سر ظفراللہ کی آواز میں ایک گرج ہے ایک دھماکا ہے جس کو ہم نظرانداز نہیں کرسکتے۔"

ہندو اخبار پربھات ۲۰ فروری ۱۹۴۵ء نے یہ نوٹ شائع کیا:۔

"ایک ایک ہندوستانی کو سر ظفراللہ خان کا ممنون ہونا چاہئے کہ انہوں نے انگریزوں کے گھر جاکر حق کی بات کہہ دی۔"

اخبار پرتاب ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء نے لکھا:۔

"ہندوستان کے فیڈرل کورٹ کے جج سر ظفراللہ خان آج کل لنڈن گئے ہوئے ہیں۔ آپ کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی ڈیلی گیشن کے لیڈر ہیں۔ لندن میں آپ نے جو تقریریں کی ہیں ان سے ہندوستان تو کیا ساری کامن ویلتھ میں تھلکہ مچ گیا ہے...... آپ نے برطانوی حکمرانوں کو وہ کھری کھری سنائیں کہ سننے والے دنگ رہ گئے۔ برطانوی حکومت کے درجنوں تنخواہ دار ایجنٹوں کے کئے کرائے پر آپ کی تقریر نے پانی پھیر دیا۔"

چوہدری صاحب کی ان حریت پرور اور انقلاب انگیز تقریروں کا فوری اثر برطانیہ کے عوامی اور صحافتی حلقوں سے بڑھ کر براہ راست برطانوی حکومت پر یہ ہوا کہ اس نے لارڈ ویول وائسرائے ہند کو انتقال اقتدار کا نیا فارمولا تجویز کرنے اور مسلم و غیر مسلم زعماء کو مصالحت کی پیشکش کرنے کیلئے لندن طلب کرلیا۔ لارڈ ویول برطانوی وزیراعظم مسٹر چرچل اور کابینہ کے دوسرے ارکان سے مشورہ کے بعد ۵ جون کو نئی تجاویز لے کر ہندوستان میں پہنچ گئے۔

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد نے ۲۲ جون ۱۹۴۵ء کے خطبہ جمعہ میں مسلمان اور ہندو لیڈروں کو نہایت درد دل کے ساتھ یہ پیغام دیا کہ انگلستان صلح کیلئے ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ دو سو سال سے ہندوستان غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے وہ اس پیشکش کو قبول کرکے آئندہ نسلوں پر احسان عظیم کریں۔ حضور کا یہ خطبہ جمعہ اور اس کا انگریزی ترجمہ دونوں ہندوستانی لیڈروں تک پہنچا دیا گیا۔

مشہور اہلحدیث عالم جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اخبار اہلحدیث میں اس خطبہ کے بعض اقتباسات دے کر یہ تبصرہ فرمایا:۔

"یہ الفاظ کس جرات اور حیرت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ کانگریسی تقریروں میں اس سے زیادہ نہیں ملتے۔ چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کرانے کا ولولہ جس قدر خلیفہ جی کی اس تقریر میں پایا جاتا ہے وہ گاندھی جی کی تقریر میں بھی نہیں ملے گا۔" (اہلحدیث امرتسر ۶ جولائی ۱۹۴۵ء صفحہ ۴)

سیاسی لیڈروں کی کانفرنس ۲۵ جون سے لے کر ۱۶ جولائی ۱۹۴۵ء تک جاری رہی۔ قائداعظم محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح کانگریسی لیڈر لاہور ریزولیشن کے مطابق مسلمانوں کے حق خود ارادیت کی گارنٹی دیں اور ملک میں ایک عارضی قومی حکومت قائم ہو جائے مگر کانگریس اس پر آمادہ ہونے کیلئے تیار نہ ہوئی۔ قائداعظم کی طرح حضرت امام جماعت احمدیہ کا بھی خیال تھا کہ اگر ہندو کانگریس مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کرلے تو ملک میں ایک قومی حکومت قائم ہوسکتی ہے۔

(الفضل ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۱)

الغرض جب مفاہمت کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو وائسرائے ہند لارڈ ویول نے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو ملک میں نئے انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا۔ اس پر قائداعظم محمد علی جناح نے مسلمانان ہند کے نام پیغام دیا:۔

"ہمارے پیش نظر اہم مسئلہ آئندہ انتخابات کا ہے۔ موجودہ حالات میں انتخابات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ انتخابات ہمارے لئے ایک آزمائش کی صورت رکھتے ہیں...... ہم رائے دہندگان

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کی اس امر کے بارے میں رائے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ پاکستان چاہتے ہیں یا ہندو راج کے ماتحت رہنا چاہتے ہیں......
مجھے معلوم ہے کہ ہمارے خلاف بعض طاقتیں کام کر رہی ہیں اور کانگریس ارادہ کئے بیٹھی ہے کہ ہماری صفوں کو ان مسلمانوں کی امداد سے پریشان کر دیا جائے جو ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ وہ مسلمان ہمارے ساتھ نہیں ہیں بلکہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہیں۔ یہ مسلمان ہمارے خلاف مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے کام میں بطور کارندے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ یہ مسلمان سدھائے ہوئے پرندے ہیں یہ صرف شکل و صورت کے اعتبار سے ہی مسلمان ہیں۔"

(اخبار انقلاب لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۸)

قائد اعظم کی یہ بات سو فیصدی درست نکلی۔ کانگریس نے اپنے زر خرید علماء کو تحریک پاکستان، مسلم لیگ اور قائداعظم کے خلاف پروپیگنڈا کیلئے پورے ملک میں پھیلا دیا۔ جہاں (قائد اعظم کی اصطلاح مطابق) کانگریس کے سدھائے ہوئے علماء نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ مرکزی اور صوبائی انتخابات کے ذریعہ تحریک کا نام و نشان تک مٹا ڈالیں وہاں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو ایک مفصل مضمون میں اعلان کر دیا کہ:۔

"آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہئے تا انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلا خوف تردید کانگریس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔ اگر ہم اور دوسری (مذہبی) جماعتیں ایسا نہ کریں گی تو مسلمانوں کی سیاسی حیثیت کمزور ہو جائے گی اور ہندوستان کے آئندہ نظام میں ان کی آواز بے اثر ثابت ہوگی اور ایسا سیاسی اور اقتصادی دھکا مسلمانوں کو لگے گا کہ اور چالیس سال تک ان کا سنبھلنا مشکل ہو جائے گا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی عقلمند اس حالت کی ذمہ داری اپنے پر لینے کو تیار ہو۔" (الفضل ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۱)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ اس جماعتی پالیسی کے اعلان سے قبل اپنے ایک خط میں بھی مسلم لیگ کی تائید میں ہدایت جاری فرما چکے تھے۔ اس خط کی نقل قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں بھجوائی گئی تو آپ نے امام جماعت احمدیہ کے اس فیصلہ پر خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا اور امام جماعت احمدیہ کے الفاظ پریس میں بغرض اشاعت بھجوا دیئے جو ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا کے حوالے سے مسلم اخبار ڈان (دہلی) نے اپنی ۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں چھاپے۔

## ایک بزرگ مسلم لیگی لیڈر کا چشمدید بیان

سردار شوکت حیات اپنی تازہ تصنیف The Nation that last its soul کے صفحہ ۱۴۷ پر لکھتے ہیں:۔

Like Multan, Dera Ghazi Khan, Hoshiarpur, Amritsar, Batala, Gurdaspur, Attock, Pindi and Sargodha these were all the towns on my beat and I travelled day and night making six to seven speeches a day and thus carrying on the Muslim League's flag, during the elections. I used to send a copy of my programme to Quaid-i-Azam, One day I got a message from Quaid-i-Azam saying. 'Shaukat". I believe you are Please go there and meat the Hazrat sahib of going to Batala, which i understand is about five miles from Qadian request him on my behalf for his blessings and support for Pakistan's cause.

After the meeting that night at about Twelve mid night, I reached Qadian. When I got there Hazrat Sahib had retired. I sent him a message that I had brought a request for him from the Quaid-i-Azam. He came down immediately and enquired what were Quaid's orders. I conveyed him Quaid's message to pray for and also support Pakistan. He repliy please

Digitized By Khilafat Library Rabwah

چوہدری افضل ہنجرا

کمیشن ایجنٹ نبگلہ منڈی

ریلوے روڈ

گجرات شہر

فون :- ۲۰۷۰۶

شاہ جی پلاسٹک اینڈ کراکری سٹور

مقبرہ پانڈی شاہ گجرات

پروپرائٹر

سیّد نعیم احمد شاہ

فون :- ۵۲۱۵۸۵

باجوہ کمیشن شاپ

غلّہ منڈی۔ڈنگہ

ضلع گجرات

پروپرائٹر

سجاد احمد باجوہ

فون : ۲۳۱۷

امجد برکس کمپنی

احمد نگر روڈ۔وزیرآباد

پروپرائٹر :- مرزا عاطف

کھاریاں کینٹ۔گجرات

فون :- ۵۱۰۲۴۳

Digitized By Khilafat Library Rabwah

convey to the Quaid_i_Azam that we have been praying for Mission from the very beginning. Where the help of his followers concerned. no Ahmadi will stand against a Muslim Leaguer and someone disobeys my advice the community would not support him. So Mumtaz Daultana won overwhelming victory over the President of local Ahmadi Community in Sialkot District."

(Jang Publishers Lahore)

(ترجمہ) ملتان ڈیرہ غازیخان، ہوشیار پور، امرتسر، بٹالہ، گورداسپور، اٹک، پنڈی اور سرگودھا یہ تمام علاقے میری ان حدود میں شامل تھے۔ جہاں میں دن رات سفر کرتا اور انتخابی مہم کے جلسوں سے خطاب کرتا اور مسلم لیگی امیدواروں کی مدد کرتا تھا۔ اس دوران میرا معمول تھا کہ اپنے روزانہ پروگرام کی ایک کاپی قائداعظم کو ارسال کر دیتا تھا۔ ایک روز مجھے قائداعظم کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا "شوکت مجھے معلوم ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو اور میرا خیال ہے کہ بٹالہ سے قادیان پانچ میل دور ہے۔ مہربانی کر کے تم وہاں جاؤ اور قادیان کے حضرت صاحب سے درخواست کرو کہ وہ پاکستان کے لئے دعا کریں اور پاکستان کیلئے عملاً مدد بھی کریں"۔

بٹالہ میں جلسہ عام کے ختم ہونے کے بعد آدھی رات کے وقت میں قادیان پہنچا مجھے بتایا گیا کہ حضرت صاحب تو سو چکے ہیں۔ میں نے انہیں پیغام بھجوایا کہ میں آپ کیلئے قائداعظم کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ جونہی یہ پیغام بھجوایا گیا وہ فوری طور پر اٹھ کر آگئے اور آتے ہی مجھ سے پوچھا کہ "قائد نے میرے لئے کیا احکامات دیئے ہیں......؟" میں نے انہیں قائد کا پیغام دیا کہ آپ ہمارے لئے دعا کریں اور تحریک پاکستان کی مدد کریں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ قائد اعظم کو ہماری طرف سے بتا دیں کہ ہم پاکستان کیلئے دعائیں کر رہے ہیں اور پوری طرح تحریک پاکستان کی مدد کر رہے ہیں اور جہاں تک میرے پیروکاروں کا تعلق ہے کوئی احمدی کسی مسلم لیگی امیدوار کی مخالفت یا اس کا مقابلہ نہیں کرے گا اور کہیں ایسا ہو بھی گیا تو ہماری جماعت ایسے لوگوں کی حمایت نہیں کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ سیالکوٹ ضلع سے میاں ممتاز محمد خان دولتانہ جماعت احمدیہ کے مقامی امیر کے مقابلہ میں بڑی بھاری اکثریت سے جیت گئے۔ (باب ۵ صفحہ ۱۴۷)

## برصغیر کے معروف عالم کا واضح اعتراف

برصغیر کے ایک معروف عالم دین مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اپنی کتاب پیغام ہدایت در تائید پاکستان و مسلم لیگ" میں تحریر فرمایا:۔

"احمدیوں کا اس جھنڈے کے نیچے آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے وجہ یہ کہ احمدی لوگ کانگریس میں تو شامل ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ خالص مسلمانوں کی جماعت نہیں ہے اور نہ احرار میں شامل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ سب مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ صرف اپنی احراری جماعت کیلئے لڑتے ہیں جن کی امداد پر کانگریسی جماعت ہے اور حدیث اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ کی تفصیل میں خود رسول مقبول ﷺ نے عامہ مسلمین کی خیر خواہی کو شمار کیا ہے۔ (صحیح مسلم)

ہاں اس وقت مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو خالص مسلمانوں کی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے سب فرقے شامل ہیں۔ پس احمدی صاحبان بھی اپنے آپ کو ایک فرقہ جانتے ہوئے اس میں شامل ہو گئے۔ جس طرح کہ اہل حدیث اور حنفی اور شیعہ وغیرہم شامل ہوئے"

(صفحہ ۱۱۲۔ ۱۱۳ مطبوعہ ثنائی پریس امرتسر اشاعت طبع اول جنوری ۱۹۴۶ء)

## مسلم لیگ کی عبوری حکومت میں شمولیت کیلئے جدوجہد

تحریک پاکستان کے اعتبار سے مسلم لیگ کا عبوری حکومت میں شامل ہونا۔ ۴۶۔۱۹۴۵ء کے انتخابات کے بعد سب سے نمایاں اور سب سے اہم واقعہ ہے کیونکہ مسلم لیگ نے اس کے نتیجہ میں صرف چار پانچ ماہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کے اندر اندر پاکستان کی آئینی جنگ جیت لی اور ملک میں متحدہ دستور ساز اسمبلی کے امکانات ختم ہو جانے پر برطانوی وزیر اعظم مسٹر ایٹلی نے ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کی مکمل آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس طرح کانگریس کا یہ دیرینہ خواب کہ وہ مسلم لیگ کو نظرانداز کر کے اپنی کثرت کے بل بوتے پر پورے ملک کے نظام حکومت کو چلائے گی دھرے کا دھرا رہ گیا اور برطانوی حکومت کو بالآخر مطالبہ پاکستان کے سامنے ہتھیار ڈال دینا پڑے مگر حقیقت یہ ہے کہ عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شرکت انتہائی مخالف اور مایوس کن حالات میں ہوئی جن میں نیا خوشگوار انقلاب حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیرالدین محمود احمد کی دعاؤں اور توجہات ہی کی برکت سے ہوا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پارلیمنٹری مشن نے وائسرائے ہند کے مشورہ سے ۱۶ جون ۱۹۴۶ء کو ملک میں ایک عارضی حکومت کے قیام کا اعلان کیا اور مسلم لیگ اور کانگریس کے زعماء کے نام دعوت نامے جاری کئے کہ وہ اس عارضی حکومت کے رکن کی حیثیت سے یہ قومی ذمہ داری قبول کریں۔ اعلان میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ جو سیاسی جماعت عارضی حکومت میں شامل نہ ہوگی اس سے صرف نظر کر کے دوسری جماعت کے اشتراک سے عارضی حکومت بنادی جائے گی۔

(قائداعظم اور دستور ساز اسمبلی ص۲۳۶-۲۳۹ مولفہ محمد اشرف عطا)

مسلم لیگ نے ایک قرار داد کے ذریعہ عبوری حکومت میں شرکت پر آمادگی ظاہر کر دی مگر کانگرس نے یہ دعوت رد کر دی۔ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد نے اس موقع پر بیان دیا کہ:۔

"مشن نے اعلان کیا تھا کہ اگر عارضی حکومت کے متعلق کسی پارٹی نے ہماری تجاویز منظور نہ کیں تو پھر ہم حکومت قائم کر دیں گے۔ اس اعلان کے مطابق اب اس کا فرض ہے کہ وہ کانگریس کو چھوڑ کر باقی پارٹیوں کے ساتھ عارضی حکومت قائم کر دے۔" (الفضل ۲۸ جون ۱۹۴۶ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۴)

مگر افسوس وائسرائے ہند لارڈ ویول نے دعوت واپس لے لی جس پر مسلم لیگ کونسل کو بھی اپنے اجلاس بمبئی میں بطور احتجاج اپنی رضامندی منسوخ کرنا پڑی۔ وائسرائے ہند نے جو اسی موقع کی تاک میں تھے کانگریس سے گٹھ جوڑ کر کے پنڈت جواہر لال نہرو صدر آل انڈیا کانگریس کو عبوری حکومت کی تشکیل کی دعوت دے دی جو پنڈت جی نے فوراً منظور کر لی اور اعلان پر اعلان کرنا شروع کر دیا کہ جو ہمارے ساتھ شرکت نہ کرنا چاہے ہم اسے مجبور نہیں کر سکتے نہ اس کا انتظار کر سکتے ہیں۔ ہم دستور سازی کا کام شروع کریں گے اور عبوری حکومت کو تنہا کامیابی سے چلا کر دکھا دیں گے۔ ازاں بعد انہوں نے ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء کو عبوری حکومت کا چارج بھی سنبھال لیا۔ اس طرح مسلمانوں کو نظرانداز کر کے اقتدار کی پوری باگ ڈور ہندو اکثریت کے سپرد کر دی گئی اور مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ بظاہر شکست میں بدل گئی اور مسلم لیگ کے لئے آبرو مندانہ طور پر عبوری حکومت میں داخلہ کے سب راستے مسدود ہو گئے۔

مسلمانان ہند نے ملک بھر میں یوم احتجاج منایا اور قائداعظم نے راست اقدام کی دھمکی دی مگر کانگریسی حکومت نے جو انگریز کا واحد جانشین بننے کی خواب کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر نشہ میں مخمور ہو چکی تھی اس دھمکی کا جی بھر کر مذاق اڑایا اور کہا کہ یہ محض گیدڑ بھبکی ہے حکومت سے ٹکر لینا آسان نہیں یہ عیش و عشرت کے خوگر بھلا جنگ ہی کہاں کر سکتے ہیں اگر لڑیں گے تو ہار جائیں گے، خود حکومت بھی ان کے مقابلہ کیلئے تیار اور چوکس ہے اور وہ ان نئے سرکشوں اور باغیوں کا ڈٹ کا مقابلہ کرے گی۔

(قائداعظم اور ان کا عہد صفحہ ۳۹، ۴۰، ۴۷ از مولانا رئیس احمد جعفری)

اس تاریک ترین دور میں جب کہ نہ صرف مسلم لیگ کا وقار معرض خطر میں پڑ گیا بلکہ تحریک پاکستان کا خاتمہ اور مسلمانوں کی تباہی اور بربادی کا منظر آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خلیفہ المسیح الثانی کو خبر دی گئی کہ اس مشکل مرحلے کا حل آپ کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ چنانچہ آپ بعض خدام سمیت ۲۳ ستمبر ۱۹۴۶ء سے لیکر ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۶ء تک دلی میں تشریف فرما رہے اور قائد اعظم محمد علی جناح، نواب صاحب بھوپال، خواجہ ناظم الدین، سردار عبدالرب نشتر، نواب سر احمد سعید خان چھتاری کے علاوہ مسٹر گاندھی اور پنڈت جواہر لال نہرو سے بھی تبادلہ خیال کیا۔ وائسرائے ہند لارڈ ویول کو چٹھی بھجوائی کہ جماعت احمدیہ ایک مذہبی جماعت ہے مگر موجودہ سیاسی بحران میں اسکی اصولی ہمدردی تمام تر مسلم لیگ کے ساتھ ہے۔ ایک دوسری چٹھی میں ان پر واضح کیا کہ اگر مسلم لیگ اور کانگریس کی گفت و شنید ناکام ہوتی نظر آئے تو اسے التواء کی صورت

Digitized By Khilafat Library Rabwah

قرار دیا جائے تا دونوں سیاسی حلقے مزید غور کر سکیں۔ حضرت فضل عمر کی دعاؤں اور مادی تدابیر نے بالاخر کامیابی کی راہ کھول دی۔ وائسرائے ہند نے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مسلم لیگ ہائی کمان نے نہایت درجہ فہم و فراست کا ثبوت دیتے ہوئے اور کانگریس سے سمجھوتہ کئے بغیر عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب "تاریخ احمدیت" جلد دہم ص ۳۱۹ تا ۳۳۱)

اور ۱۳۔ اکتوبر کو اس کی اطلاع بھی وائسرائے ہند تک پہنچا دی گئی۔ یہ فیصلہ چونکہ انتہائی غیر موافق اور خلاف توقع حالات میں ہوا اس لئے اس نے کانگریس کے حلقوں میں کھلبلی مچا دی اور انہیں بھی پاکستان کی منزل صاف قریب آتے دکھائی دینے لگی۔ چنانچہ ہندو اخبار "ملاپ" نے صاف لفظوں میں اس رائے کا اظہار کیا:۔

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ جواہر لال جی اور ان کے ساتھیوں کے جوش آزادی کو تارپیڈو کرنے کا جتن ہے"۔

(بحوالہ نوائے وقت ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۳ کالم ۳)

## خضر وزارت کے استعفاء کی کامیاب کوشش

برطانوی حکومت تمام اختیارات ہندوستان کو سپرد کر دینے کا اعلان کر چکی تھی۔ مگر چونکہ اٹیلی حکومت کے اعلان اور وزارتی مشن کے فارمولا کے مطابق انتقال اقتدار ابتداء صوبوں کو ہونے والا تھا اور صوبہ پنجاب میں مسلم لیگ کی بجائے یونینسٹ وزارت قائم تھی جس کی موجودگی میں اس صوبہ کے پاکستان میں آنے کا امکان قطعی طور پر مخدوش تھا اس لئے قائد اعظم اور دوسرے تمام ذمہ دار مسلم لیگی اس صورت حال پر بے حد مشوش تھے۔ حد یہ ہے کہ قائد اعظم کے مشورے پر پنجاب کے مسلم لیگی اکابر سر خضر حیات خان وزیر اعلیٰ یونینسٹ حکومت سے مذاکرات کر چکے تھے مگر ان کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔

اس انتہائی نازک اور پریشان کن موقع پر چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بنفس نفیس لاہور تشریف لائے اور ملک خضر حیات خان کو مخلصانہ مشورہ دیا کہ وہ مستعفی ہو کر مسلم لیگ اور پاکستان کیلئے رستہ صاف کر دیں چنانچہ آپ کی تحریک پر ۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو خضر حیات وزارت سے مستعفی ہو گئے جس پر مسلمانان ہند نے جشن مسرت منایا۔ اخبار "ٹریبیون" نے ۵ مارچ ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں خبر دی کہ:۔

"معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات خان صاحب نے یہ فیصلہ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق کیا ہے۔"

اخبار "ملاپ" مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۵۱ء لکھتا ہے:۔

"یہ ایک واضح بات ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے خضر حیات کو مجبور کر کے اس سے استعفیٰ دلایا۔ خضر حیات کا استعفیٰ مسلم لیگ کی وزارت بننے کا پیش خیمہ تھا۔ اگر خضر حیات کی وزارت نہ ٹوٹتی تو آج پنجاب کی یہ حالت نہ ہوتی"۔

جماعت احمدیہ کی قیام پاکستان کے تعلق میں ان سب مجاہدانہ اور سرفروشانہ خدمات پر دہلی کے اخبار "ریاست" نے اپنے ایک ادارتی نوٹ میں طنزاً لکھا کہ احمدی آج پاکستان کی تائید کر رہے ہیں مگر جب پاکستان قائم ہو گیا تو دوسرے مسلمان ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں گے جو افغان حکومت نے کابل میں احمدیوں کے ساتھ کیا تھا۔

اس پر حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء کو ایک پرشوکت تقریر فرمائی جس میں مختلف نقطہ ہائے نگاہ سے مطالبہ پاکستان کی معقولیت و ضرورت پر روشنی ڈالی۔ نیز اعلان فرمایا کہ مسلمان مظلوم ہیں اور ہم تو بہرحال مظلوموں کا ساتھ دیں گے خواہ ہمیں تختہ دار پر لٹکا دیا جائے۔ حضور کی یہ تاریخی اور یادگار تقریر ۲۱ مئی ۱۹۴۷ء کے الفضل میں شائع شدہ ہے۔

## باؤنڈری کمیشن میں مسلم حقوق کی حفاظت کے لئے جدوجہد

۳۰ جون ۱۹۴۷ء کو پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے لئے ایک حد

Digitized By Khilafat Library Rabwah

امام جماعت احمدیہ کا خط بنام قائد اعظم



## 72

*Mirza Bashiruddin Mahmud Ahmad to M. A. Jinnah*

F. 200/1

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد بنام محمد علی جناح

ON BOARD THE KARACHI MAIL,
*2 March 1947*

Dear Mr. M. A. Jinnah,

*Assalaamo 'Alaikum wa Rahmatullahi wa Barakatuhu.*

As I told you when we met at Delhi, it has been my impression all along that at the proper time Sir Khizar Hayat Khan could be persuaded to join the League. But unfortunately certain events spoiled this scheme of mine for some time. Now, however, on H.M.G.'s new declaration,[1] Sir M. Zafrullah Khan approached Sir Khizar suggesting that at this critical juncture he should not fail his community. Malik Sahib then asked Sir Muhammad Zafrullah Khan to come to Lahore. As I also, on my way to Sind, had to stay there for one night, Sir Muhammad came there yesterday and discussed the matter with me. Following this, last night, he had a long discourse with Malik Sahib and Qizilbash.[2] They have agreed to resign. Sir Muhammad Zafrullah Khan has shown me Malik Sahib's declaration[3] which will be published tonight or tomorrow after he has seen His Excellency the Governor. I pray that no hitch occurs.

Now you have a great lever to get Muslim rights from your opponents. Now only the N.W.F.P. remains. I will try to study its situation. I hope you will get help from some other sources as well, but no more can be disclosed in a letter. Maybe we meet at Delhi in April.

Yours sincerely,
MIRZA B. MAHMUD AHMAD
*Head of the Ahmadiyya Movement*

PS. My address during the time I am in Sind will be Nasirabad, Kinjjhee (P), Tharparkar District, Sind.

[1] No. 1

[2] Nawab Sir Muzaffar Ali Qizilbash.

[3] Khizar Hayat Khan Tiwana's statement announcing his resignation was published on 3 March 1947 which brought the ML's 34-day Civil Disobedience struggle in the Punjab to a dramatic culmination. See *Pakistan Times*, 3 March 1947.

Digitized By Khilafat Library Rabwah

QUAID-I-AZAM
MOHAMMAD ALI JINNAH
PAPERS

PRELUDE TO PAKISTAN
20 February - 2 June 1947

*Editor-in-Chief*
Z. H. ZAIDI, M.A., LL.B. (Alig), Ph.D. (London)
*Senior Research Fellow*
*School of Oriental and African Studies*
*University of London*

QUAID-I-AZAM PAPERS PROJECT
NATIONAL ARCHIVES OF PAKISTAN

تاریخ قیام پاکستان کا یہ انتہائی اہم واقعہ ہے جس نے ہندوستان کی سیاست کا رخ پلٹ کے رکھ دیا کہ سر خضر حیات خاں نے گورنر پنجاب کو اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ انگریز گورنر نے اسی روز وائسرائے ہند فیلڈ مارشل ویول کو اس تاریخی واقعہ کی اطلاع دی۔ گورنر کا یہ سرکاری مکتوب حکومت برطانیہ کی جانب سے "ٹرانسفر آف پاور" نامی جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

گورنر پنجاب سر ایوان جینکنز نے لارڈ ویول کو خضر حیات خاں کے فوری استعفیٰ کے محرک کے بارے میں اطلاع دیتے ہوئے لکھا:

## گورنر پنجاب کا نوٹ

Para. 4 - On the morning of 2nd March (1947)... he (Khizar) said (to me) that he had consulated Zafrulla... and had come to the conclussion that the Muslim League must be brought up against reality without delay..."

یعنی خضر (حیات خاں) نے مجھے بتایا کہ وہ ظفر اللہ خاں سے مشورہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مجھے (استعفیٰ دے کر) بلا تاخیر مسلم لیگ کو حقائق کا سامنا کرنے کا موقعہ دینا چاہئے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ابراہیم سیالکوٹی صاحب کی کتاب "پیغام ہدایت....." کے اصل صفحات کا عکس

اس کتاب کا کاغذ سرکاری کوٹہ سے حسب اندراج دفتر کلکتہ ... استعمال کیا گیا

یا عزیز یا جبار

الحمدللہ کہ نسخہ مفیدہ و مجموعہ مضامین متبرکہ

یعنی

# پیغام ہدائت

در تائید

# پاکستان و مسلم لیگ

مرتبہ و تصنیف

محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

ثنائی پریس امرتسر میں ابو رضا عطاء اللہ منیجر و پرنٹر کے اہتمام سے چھپا
اور مصنف نے اپنے دفتر تبلیغ سنت سیالکوٹ سے شائع کیا

بار اول تعداد (۱۰۰۰) قیمت ...

دیگر یہ کہ احمدیوں کا اس اسلامی عقیدے کے نیچے
آجانا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ واقعی مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی
واحد نمائندہ جماعت ہے۔ وجہ یہ کہ احمدی لوگ کانگریس میں تو شامل
ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خالص مسلمانوں کی جماعت نہیں ہے۔ اور
نہ احرار میں شامل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ سب مسلمانوں کے لئے
نہیں بلکہ صرف اپنی احراری جماعت کے لئے لڑتے ہیں۔ جن کی
امداد پر کانگریسی جماعت ہے۔ اور حدیث الدین النصیحۃ کی
تفصیل میں خود رسول مقبول ﷺ نے عامۃ مسلمین کی خیر خواہی کو شمار کیا
ہے۔ (صحیح مسلم)

ہاں اس وقت مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے۔ جو
خالص مسلمانوں کی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے سب فرقے شامل
ہیں۔ پس احمدی صاحبان بھی اپنے آپ کو ایک اسلامی فرقہ
جانتے ہوئے اس میں شامل ہو گئے۔ جس طرح کہ اہلحدیث اور
حنفی اور شیعہ وغیرہم شامل ہوئے۔ اور اس امر کا اقرار کہ احمدی
لوگ اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہیں۔ مولانا ابوالکلام صاحب
کو بھی ہے۔ ان سے پوچھئے اگر وہ انکار کریں گے۔ تو ہم ان کی تحریریں
میں دکھا دیں گے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بندی کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا گیا جس کی صدارت سر سیرل ریڈ کلف کو سونپی گئی۔ سکھوں نے مطالبہ کیا کہ اگر کمیشن نے مشرقی پنجاب کی حد دریائے چناب مقرر نہ کی تو سکھ برطانوی سکیم کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ باؤنڈری کمیشن نے ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء کے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ جو جماعتیں کوئی میمورنڈم پیش کرنا چاہیں وہ ۱۸ جولائی تک مع چار زائد نقول اور ایسے چار نقشوں کے پیش کردیں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ صوبے کی حد کس جگہ مقرر کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ کمیشن نے صوبہ پنجاب کے جن پندرہ اضلاع کو متنازعہ فیہ قرار دیا ان میں گورداسپور اور لاہور کے اضلاع بھی شامل تھے حالانکہ ۳ جون کی برطانوی سکیم میں ان کو قطعی طور پر مسلم اکثریت کا ضلع تسلیم کیا گیا تھا۔

کانگریس نواز علماء ۱۹۴۵ء کے الیکشن سے یہ پراپیگنڈا کر رہے تھے کہ احمدی مسلمان نہیں اور یہ خدشہ یقینی تھا کہ ہندو یا سکھ باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنی بحث کے دوران یہ سوال اٹھادیں گے کہ احمدی چونکہ مسلمان نہیں اس لئے ضلع گورداسپور کی مردم شماری میں ان کو مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے تو یہ ضلع لازماً غیر مسلم اکثریت کا ضلع قرار پاتا ہے۔ اس لئے اسے مشرقی پنجاب میں آنا چاہئے۔ اس تشویشناک صورت حال کے پیش نظر مسلم لیگ کی ہدایت پر جماعت احمدیہ نے مسلم لیگ کے وقت میں ایک علیحدہ محضرنامہ پیش کیا۔ یہ محضرنامہ نہایت قیمتی، بیش بہا اور مستند معلومات پر مشتمل تاریخی دستاویز ہے جو شائع شدہ ہے۔ جس میں زبردست دلائل سے یہ ثابت کیا گیا کہ احمدی مسلمان ہیں اور مغربی پنجاب کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ گورداسپور کا ضلع مغربی پنجاب میں شامل ہو تاکہ دریائے بیاس کے اس طرف جو مشرقی پنجاب کے علاقے ہیں ان کو پاکستان پر حملہ کرنے کی کھلی چھٹی نہ مل جائے۔

جماعت احمدیہ کے اس محضرنامہ اور وضاحت نے ہندوؤں اور سکھوں کے اس خیال کو پاش پاش کر دیا کہ وہ کانگریسی علماء کے بل بوتے پر اس ضلع کو غیر مسلم اکثریت کا ضلع ثابت کر دکھائیں گے اور اگرچہ ریڈکلف ایوارڈ اور کانگریس کے گٹھ جوڑ اور سوچے سمجھے منصوبے کے نتیجے میں اس مسلم اکثریت کے صوبہ کی تین تحصیلوں (تحصیل بٹالہ، تحصیل پٹھان کوٹ و تحصیل گورداسپور) کو ظالمانہ طور پر ہندوستان کی جھولی میں ڈال دیا گیا مگر ریڈ کلف اپنی بددیانتی اور فریب کاری کے جواز میں احمدیوں کے محضرنامہ کی وجہ سے کوئی دلیل دینے کی جرات نہ کر سکا۔ جماعت احمدیہ نے ضلع گورداسپور اور قادیان کو پاکستان میں شامل کرنے کے لئے دن رات ایک کر کے صوبہ پنجاب اور گورداسپور کی مردم شماری کے تفصیلی اعداد و شمار جمع کئے۔ احمدی پروفیسر، ڈارفٹس مین اور نقشہ نویس پاکستانی حدود کے زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے کے لئے سراپا جہاد بن گئے۔ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ نے امریکہ اور برطانیہ سے نہایت قیمتی باؤنڈری لٹریچر منگوایا جو بذریعہ ہوائی جہاز ہندوستان پہنچا۔ جس کے ڈاک خرچ پر ہی ہزار روپے سے زائد رقم خرچ کرنا پڑی۔ جماعت احمدیہ نے برطانیہ کے ایک ماہر اور ممتاز جغرافیہ دان ڈاکٹر اوسکر ایچ۔ کے۔ سپیٹ (Dr. O.H.K. Spate) کی خدمات بھی حاصل کیں جنہوں نے لندن سے ہندوستان پہنچ کر باؤنڈری کمیشن کے دوران جماعت احمدیہ اور مسلم لیگ کے محضرناموں اور بحث کی تیاری میں ہر ممکن مدد دی اور جو خاص طور پر مسلم لیگ کیلئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئے۔ ڈاکٹر سپیٹ کے تمام اخراجات تنہا جماعت احمدیہ نے برداشت کئے۔

جہاں تک مسلم لیگ کے کیس کا تعلق ہے اس نازک ترین ذمہ داری کی ادائیگی کیلئے قائداعظم کی نظر انتخاب احمدیت کے مایہ ناز فرزند چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب پر پڑی جنہوں نے انتہائی مشکلات اور تیاری کے مختصر ترین وقت کے باوجود مسلم اقلیت کے حقوق کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے نہ صرف اپنے قلم سے مسلم لیگی زعماء کے مشورہ سے محضرنامہ کا مکمل متن تیار کیا بلکہ ۲۶ جولائی سے ۳۰ جولائی ۱۹۴۷ء تک حد بندی کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا نقطۂ نگاہ غیر معمولی قابلیت سے نمایاں کر دکھایا۔ آپ کی فاضلانہ اور مدلل بحث ریڈ کلف ایوارڈ کے ریکارڈ میں محفوظ اور شائع شدہ ہے۔

باؤنڈری کمیشن کے اختتام پر جناب حمید نظامی نے اپنے اخبار "نوائے وقت" لاہور کی یکم اگست ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں چوہدری صاحب کی اس فقید المثال خدمت کو سراہتے ہوئے لکھا:۔

"حد بندی کمیشن کا اجلاس ہوا۔ سنسر کی پابندیوں کی وجہ سے ہم نہ اجلاس کی کارروائی چھاپ سکے نہ اب اس پر تبصرہ ہی ممکن ہے۔ کمیشن کا اجلاس دس دن جاری رہا۔ ساڑھے چار دن

Digitized By Khilafat Library Rabwah

مسلمانوں کی طرف سے بحث کیلئے مخصوص رہے۔ مسلمانوں کے وقت میں سے ہی ان کے دوسرے حامیوں (یہ قطعی شہادت اس امر پر ہے کہ احمدیوں نے میمورنڈم مسلم لیگ کی حمایت کیلئے پیش کیا تھا۔ ناقل) کو بھی وقت دیا گیا۔ اس حساب سے کوئی چار دن سر محمد ظفراللہ خان صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت مدلل، نہایت فاضلانہ اور نہایت معقول بحث کی۔ کامیابی بخشنا خدا کے ہاتھ میں ہے مگر جس خوبی اور قابلیت کے ساتھ سر محمد ظفراللہ خان صاحب نے مسلمانوں کا کیس پیش کیا اس سے مسلمانوں کو اتنا اطمینان ضرور ہو گیا کہ ان کی طرف سے حق و انصاف کی بات نہایت مناسب اور احسن طریقہ سے ارباب اختیار تک پہنچا دی گئی ہے۔ سر ظفراللہ خان صاحب کو کیس کی تیاری کیلئے بہت کم وقت ملا مگر اپنے خلوص اور قابلیت کے باعث انہوں نے اپنا فرض بڑی خوبی کے ساتھ ادا کیا۔ ہمیں یقین ہے کہ پنجاب کے سارے مسلمان بلالحاظ عقیدہ ان کے اس کام کے معترف اور شکر گزار ہوں گے"۔

اخبار نوائے وقت لاہور نے ۲۴ اگست ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں حسب ذیل نوٹ بھی لکھا:۔

"جب قائد اعظم نے یہ چاہا کہ آپ پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوں تو ظفراللہ خان نے فوراً یہ خدمت سرانجام دینے کی حامی بھری...... اور اسے ایسی قابلیت سے سرانجام دیا کہ قائد اعظم نے خوش ہو کر آپ کو یو۔ این۔ او میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر کر دیا۔ جس طرح آپ نے ملت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپ کا نام پاکستان کے قابل احترام خادموں میں شامل ہو چکا تھا۔ آپ نے ملک و ملت کی شاندار خدمات سرانجام دیں تو قائد اعظم انہیں حکومت پاکستان کے اس عہدے پر فائز کرنے پر تیار ہو گئے جو باعتبار منصب وزیر اعظم کے بعد سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے۔"

علاوہ ازیں جسٹس محمد منیر صاحب نے جو ریڈ کلف ایوارڈ میں مسلمانوں کی طرف سے ممتاز رکن اور فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت کے صدر تھے اپنی عدالتی رپورٹ میں لکھا:۔

"عدالت ہذا کا صدر، جو اس (باؤنڈری) کمیشن کا ممبر تھا اس بہادرانہ جدوجہد پر تشکر و امتنان کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے کہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے گورداسپور کے معاملہ میں کی تھی یہ حقیقت باؤنڈری کمیشن کے کاغذات میں ظاہر و باہر ہے اور جس شخص کو اس مسئلہ سے دلچسپی ہو وہ شوق سے اس ریکارڈ کا معائنہ کر سکتا ہے۔ چوہدری ظفراللہ خان نے مسلمانوں کی نہایت بے غرضانہ خدمات انجام دیں۔ اس کے باوجود بعض جماعتوں نے عدالتی تحقیقات میں ان کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ قابل شرم ناشکرے پن کا ثبوت ہے۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت صفحہ ۲۰۹)

پاکستان کے مشہور و ممتاز صحافی میاں محمد شفیع صاحب مدیر "اقدام" لاہور احراری عنصر کی پاکستان دشمن سرگرمیوں اور اس کے خوفناک نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے نہایت محتاط الفاظ میں لکھتے ہیں:۔

"مجلس احرار اسلام جس میں شاہ صاحب ایک گرم اور تڑپتے ہوئے دل کی حیثیت رکھتے تھے اجتہادی غلطی کا شکار ہو گئے اور تحریک پاکستان کا ہراول دستہ بننے کی بجائے سیاسی بھمبل بھوسوں میں گرفتار ہو گئے۔ اگر اس وقت مسلم لیگ کو احرار اسلام ایسی فعال جتھہ بند اور جاندار جماعت کی تائید حاصل ہو گئی ہوتی تو کم از کم پنجاب کی شہ رگ کے قریب سے تقسیم نہ ہوتی۔" ("شاہ جی" صفحہ ۴۹ مولفہ نذیر مجیدی)

## قیام پاکستان اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا

## پر شوکت بیان

الحمدللہ مسلم لیگ اور جماعت احمدیہ کی متحدہ کوششیں بالآخر جناب الٰہی میں قبول ہوئیں اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیائے اسلام کے افق پر ستارہ بن کر نمودار ہو گیا مگر جس طرح جماعت احمدیہ نے من حیث الجماعت قیام پاکستان کی جدوجہد میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اسی طرح قیام پاکستان پر کانگریس اور انگریز کی ظالمانہ اور انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بھی سب سے بڑھ کر اسی کو بننا پڑا اور اسے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جہاد پاکستان کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی حتی کہ اس کا محبوب مرکز قادیان جس پر ملک کے دین دشمن طبقوں کی مدتوں سے نظر تھی۔ پاکستان سے جدا کر دیا گیا اور قادیان اور مشرقی پنجاب کے ہزاروں احمدیوں کے علاوہ اسیروں کے رستگار اور تحریک پاکستان کے عظیم جرنیل سیدنا و امامنا و مرشدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد کو بھی ہجرت کر کے پاکستان آنا پڑا۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جن کی قیادت میں جماعت احمدیہ نے تحریک پاکستان کی بے لوث اور مسلسل جنگ لڑی تھی پاکستان پہنچ کر ان غموں کو بھول گئے جو ہندوستان میں جماعت احمدیہ اور آپ کو پیش آئے۔ اور پاکستان کی تعمیر و ترقی کیلئے پورے جوش و خروش سے سرگرم عمل ہو گئے۔

چنانچہ آپ نے پاکستان پہنچ کر یہ پر شوکت اعلان فرمایا:۔

"پاکستان کا مسلمانوں کو مل جانا اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سانس لینے کا موقع میسر آگیا اور وہ آزادی کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اب ان کے سامنے ترقی کے اتنے غیر محدود ذرائع ہیں کہ اگر وہ ان کو اختیار کریں تو دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اور پاکستان کا مستقبل نہایت ہی شاندار ہو سکتا ہے۔"

(الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء صفحہ ۷-۸)

## ڈاکٹر سر محمد اقبال کی نسبت

## ایک دلچسپ مغالطہ

بالآخر یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ مدت سے مختلف علمی، ادبی اور سیاسی حلقوں میں یہ نظریہ ایک خاص منصوبہ کے تحت پھیلایا جا رہا ہے کہ شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال تخیل پاکستان کے "خالق" تھے؟ مگر یہ ایک دلچسپ مغالطہ ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے قرار داد پاکستان سے بھی قریباً دو برس قبل ۲۰ اپریل ۱۹۳۸ء کو انتقال کیا اور آپ اپنی زندگی کے آخری چار سالوں میں پاکستان سکیم سے بکلی دست بردار ہو چکے تھے اور اس کا نام بھی آپ کو گوارا نہ تھا چنانچہ ڈاکٹر اقبال کے ایک سیرت نگار جناب عتیق صدیقی صاحب رقمطراز ہیں:۔

"۱۹۳۴ء کے اوائل میں لندن کے اخبار Observer میں اقبال کے Six Lectures (خطبات مدراس) پر ایک تبصرہ شائع ہوا جو کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر ایڈورڈ ٹامسن کا لکھا ہوا تھا۔ ٹامسن اقبال کے دوست تھے اور ان سے اقبال کی خط و کتابت بھی تھی۔ ٹامسن نے اس تبصرہ میں بر سبیل تذکرہ اقبال کو پاکستان کی اسکیم کا حامی لکھ دیا تھا۔ یہ تبصرہ پڑھتے ہی اقبال نے اسی سرعت کے ساتھ تصور پاکستان کا حامی ہونے سے اپنی بریت کا اظہار ضروری سمجھا جس سرعت کے ساتھ انہوں نے زمیندار میں شائع ہونے والے مضمون کو بلا دیکھے ہوئے اس کی تردید ضروری سمجھی تھی کہ وہ کمیونسٹ خیالات رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے ۴ مارچ کو مندرجہ ذیل خط ٹامسن کو لکھا۔

"ابھی ابھی وہ تبصرہ موصول ہوا جو آپ نے میری کتاب پر کیا ہے۔ یہ لاجواب ہے۔ آپ نے جو مہربانی آمیز باتیں میرے بارے میں لکھی ہیں۔ ان کیلئے میں ممنون ہوں۔ لیکن آپ سے ایک چوک ہوئی ہے، جو میرے نزدیک بے حد اہم ہے۔ اس لئے فوری طور پر اس کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ نے مجھے پاکستان نامی اسکیم کا حامی کہا ہے۔ مگر اب پاکستان میری اسکیم نہیں رہی۔ اپنے (مسلم لیگ کے) خطبے میں جو اسکیم میں نے پیش کی تھی وہ ایک مسلم صوبے کے قیام کی ہے۔ یعنی شمالی مغربی ہند میں ایک ایسے صوبے کا قیام عمل میں آئے جس میں بھاری اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ مگر پاکستان کی اسکیم یہ ہے کہ مسلم صوبوں کی ایک جداگانہ وفاقی ریاست کا قیام عمل میں آئے جس کی حیثیت ایک ڈومینین کی ہو اور اس کا انگلستان سے براہ راست رشتہ ہو۔ یہ اسکیم کیمبرج سے شروع کی گئی ہے اور اس کے مصنفوں کا خیال ہے کہ گول میز کانفرنس کے ہم مسلم ممبروں نے ہندو یا نام نہاد ہندوستانی قوم پرستی، کی قربان گاہ پر مسلم قوم کو قربان کر دیا ہے۔"

(اقبال "جادو گر ہندی نژاد" صفحہ ۱۳۱ مولفہ عتیق صدیقی ناشر مکتبہ جامعہ نئی دہلی۔ طبع اول۔ اگست ۱۹۸۰ء)

"ٹامسن کے نام اقبال کے مندرجہ بالا خط کے اندراجات کی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

تشریح و توضیح کے محتاج نہیں ہیں تقریباً یہی وہ زمانہ ہے جب اقبال نے اپنے چہیتے بیٹے جاوید کو نعمت کی بھی۔

سفال ہند سے مینا و جام پیدا کر

یہ نصیب بھی اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ اقبال سفال ہند سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہتے تھے۔" (ایضاً صفحہ ۱۳۲)

"اقبال جادوگر ہندی نژاد" کے اصل صفحات کا فوٹو

# اقبال
# جادوگرِ ہندی نژاد

عتیق صدیقی

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی

## سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر

جاوید نامہ کا، نیز اس کے بعد شائع ہونے والے اقبال کے شعری مجموعوں کا جائزہ لینے والوں نے، ارادی یا غیر ارادی طور پر اس حقیقت سے چشم پوشی کی ہے کہ اقبال کے شعری مجموعوں میں ہندستان میں مسلم ریاست کے قیام کے اس تخیل کا کہیں ذکر نہیں ملتا، جس سے انھیں متہم کیا جاتا ہے، اگرچہ جاوید نامہ کی اشاعت سے دو سال قبل انھوں نے مسلم لیگ (۱۹۳۰ء) کے خطبۂ صدارت میں کہا تھا کہ:

"مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ ہندستان میں ایک مسلم ہندستان کا قیام عمل میں آئے، حق بجانب ہے۔ میری رائے میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی قرارداد کے پیچھے یہی نصب العین کارفرما ہے کہ ایک ہم آہنگ کل کے لیے ضروری ہے کہ اس کے اجزاء کی انفرادیت کا گلا گھونٹنے کے بجائے انھیں اس بات کا موقع دیا جائے کہ ان تمام ممکنہ قوتوں کو بروئے کار لاسکیں جو ان میں پوشیدہ ہیں!"

اقبال کے اسی بیان کو تصور پاکستان کا سنگ بنیاد قرار دیا جاتا ہے، مگر مندرجہ بالا اقتباس میں جو باتیں کہی گئی ہیں۔ وہ اس دعوے کی تردید کرتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہندستان میں ایک مسلم ہندستان کے قیام کی جس تجویز سے اقبال نے اتفاق کیا تھا، اس کے خالق اقبال نہیں تھے۔ بلکہ مسلم لیگ کے اجلاس (۱۹۳۰ء)





سے دو سال قبل دسمبر (۱۹۲۸ء) میں وہ تجویز اس آل پارٹیز مسلم کانفرنس میں منظور کی گئی تھی جو سر فضل حسین کے ایماء سے سر آغا خان کی صدارت میں دہلی میں منعقد ہوئی تھی۔

اس اقتباس سے دوسری یہ اہم بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ اقبال نے ہندستان سے باہر نہیں، بلکہ ہندستان کے اندر مسلم ہندستان کے قیام کی تائید کی تھی اور وہ صرف اس کے آرزومند تھے کہ ہندستان کے "ہم آہنگ کل" کے اجزائے ترکیبی کو جس کا ایک اہم جزو مسلمان بھی تھے، اس کا موقع دیا جائے کہ وہ "ان تمام ممکنہ قوتوں کو بروئے کار لاسکیں جو ان میں پوشیدہ ہیں۔"

مسلم لیگ کے خطبۂ صدارت میں اقبال نے اپنی اس خواہش کا بھی اظہار کیا تھا کہ شمال مغربی سرحد، پنجاب، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک صوبہ (ریاست) بنا دیا جائے، خواہ اسے سلطنت برطانیہ کے اندر حکومت خود اختیاری حاصل ہو یا وہ اس کے باہر رہے۔ اس اسکیم کا جہاں تک تعلق ہے یہ بھی نئی نہیں تھی۔ مسلم لیگ کے جس اجلاس میں اقبال نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا، اس سے دو سال قبل یہی تجویز نہرو کمیٹی کے سامنے بھی آئی تھی۔ اور اس بنا پر مسترد ہوئی تھی، کہ اگر اس صوبے کا قیام عمل میں آیا تو رقبے کے لحاظ سے یہ اتنا بڑا ہوگا کہ اس کا انتظام کرنا دشوار ہو جائے گا۔

ان سب باتوں سے قطع نظر، تصور پاکستان کے مصنف یا موجد ہونے کا جہاں تک تعلق ہے، خود اقبال اس کے منکر تھے۔ شمال مغربی ہند کے مسلم اکثریت کے علاقوں کو ملا کر جس صوبے کے قیام کے وہ متمنی تھے، اسے ایک علاحدہ ریاست نہیں، بلکہ ہندستانی وفاق کا حصہ بنانا چاہتے تھے۔ یہ دونوں باتیں اقبال نے واضح الفاظ میں ایک خط میں لکھی تھیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

Digitized By Khilafat Library Rabwah

۱۳۱ سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر

۱۹۳۴ء کے اوائل میں لندن کے اخبار CSSERVER میں اقبال کے SIX LECTURES (خطباتِ مدارس) پر ایک تبصرہ شائع ہوا جو کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر اڈورڈ ٹامسن کا لکھا ہوا تھا۔ ٹامسن اقبال کے دوست تھے اور ان سے اقبال کی خط و کتابت بھی تھی۔ ٹامسن نے اس تبصرہ میں بہ سبیل تذکرہ: اقبال کو پاکستان کی اسکیم کا حامی لکھ دیا تھا۔ یہ تبصرہ پڑھتے ہی اقبال نے اسی سرعت کے ساتھ تصورِ پاکستان کا حامی ہونے سے اپنی برأت کا اظہار ضروری سمجھا۔ جس سرعت کے ساتھ انھوں نے "زمیندار" میں شائع ہونے والے مضمون کو بلا دیکھے ہوئے اس کی تردید ضروری سمجھی تھی کہ وہ کمیونسٹ خیالات رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے ۴ مارچ کو مندرجہ ذیل خط ٹامسن کو لکھا۔

"ابھی ابھی وہ تبصرہ موصول ہوا جو آپ نے میری کتاب پر کیا ہے۔ یہ لاجواب ہے۔ آپ نے جو مہربانی آمیز باتیں میرے بارے میں لکھی ہیں، اُن کے لیے میں ممنون ہوں۔ لیکن آپ سے ایک چوک ہوئی ہے، جو میرے نزدیک بے حد اہم ہے۔ اس لیے فوری طور پر اس کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ نے مجھے پاکستان نامی اسکیم کا حامی کہا ہے۔ مگر اب پاکستان میری اسکیم نہیں رہی۔ اپنے (مسلم لیگ کے) خطبے میں جو اسکیم میں نے پیش کی تھی، وہ ایک مسلم صوبے کے قیام کی ہے۔ یعنی شمالی مغربی ہند میں ایک ایسے صوبے کا قیام عمل میں آئے، جس میں بھاری اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ مگر پاکستان کی اسکیم یہ ہے کہ مسلم صوبوں کی ایک جداگانہ وفاقی ریاست کا قیام عمل میں آئے، جس کی حیثیت ایک ڈومینین کی ہو، اور اس کا انگلستان سے براہِ راست رشتہ ہو۔ یہ اسکیم کیمبرج سے شروع کی گئی ہے" اور اس کے مصنفوں کا خیال ہے کہ گول میز کانفرنس کے ہم مسلم ممبروں نے ہندو، یا نام نہاد ہندوستانی قوم پرستی، کی قربان گاہ پر مسلم قوم کو قربان کر دیا ہے"

۱۳۲ جادوگرِ ہندی نژاد

[illegible] کے نام اقبال کے مندرجہ بالا خط کے اندراجات کسی تشریح و توضیح کے محتاج [illegible] [illegible]ینا یہی وہ زمانہ ہے جب اقبال نے اپنے چہیتے بیٹے جاوید کو نصیحت کی تھی کہ:

[illegible] سے مینا و جام پیدا کر

یہ نصیحت بھی اس امر کی غمازی کرتی ہے [illegible] بال "سفالِ ہند" سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہتے تھے۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

تعریف کے قابل ہیں یارب تیرے دیوانے
آباد ہوئے جن سے دنیا کے ہیں ویرانے
فرزانوں نے دنیا کے شہروں کو اجاڑا ہے
آباد کریں گے اب دیوانے یہ ویرانے

بقیہ از صفحہ ۳۴

بھارتی فوج اور پولیس کے حفاظتی دستے کے ساتھ مسلمان لڑکیوں کی بازیابی کیلئے گئیں۔ بیگم شفیع کے ذریعے سینکڑوں لڑکیاں بازیاب کی گئیں اور سینکڑوں کی بازیابی میں ان کا تعاون شامل ہوا۔ گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر نے ان کی بازیابی کی مساعی پر بیگم شفیع کو سند خوشنودی دی۔

## مسلم لیگ کی نائب صدر

پنجاب مسلم لیگ شعبہ خواتین کی نائب صدر اور مغربی پاکستان مسلم لیگ کونسل کی ممبر بھی رہیں۔ ساتھ ساتھ مسلم لیگ کا کام بھی بڑی مستعدی سے کرتی رہیں۔ پھر ۱۹۵۴ء میں خوفناک سیلاب نے پنجاب میں تباہی و بربادی مچا دی۔ بیگم شفیع اپنی مہاجر سوشل ورکر خواتین کو ساتھ لے کر سیلاب سے متاثرہ علاقوں کا دورہ کرتیں اور ضروریات زندگی بہم پہنچواتیں۔

بیگم شفیع تو ساری زندگی صاف اور پاک دلیرانہ صحافت کرتی رہیں۔ ان کو مخالف پارٹیاں نہ خرید سکتی تھیں اور نہ حق کے خلاف لکھوا سکتی تھیں۔ سچ بات کہنے اور خواتین کے حقوق منوانے میں آپ بڑے سے بڑے افسر کی پرواہ نہیں کرتی تھیں اور صحیح تنقید ضرور کرتیں۔ چنانچہ ان کی مسلسل کوششوں سے عورتیں وزیر بھی مقرر کی جانے لگیں اور سفیر بھی، ڈپٹی سپیکر بھی بنائی گئیں۔

بیگم شفیع کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی کبھی بیمار بھی ہوتیں تو پرواہ نہیں کرتی تھی۔ علاج بلاغذا اور پرہیز پر زور دیتی تھیں۔ مسلسل فکروں اور کاموں کی وجہ سے ہائی بلڈ پریشر اور شوگر کے عوارض لاحق ہو گئے تھے۔ موتیا بھی تیزی سے آنکھوں پر اتر رہا تھا۔ فروری ۱۹۷۰ء میں بیگم شفیع کے گلے میں باہر کی طرف ایک گلٹی نمودار ہوئی اور پھر وہ بڑھنے لگی۔ اس کے بعد راولپنڈی کے ایک ماہر میڈیکل اسپیشلسٹ کو دکھایا اس نے بتایا کہ یہ تو گلے کا کینسر ہے۔ بہرحال ہسپتال میں علاج ہوتا رہا۔ پھر ایک دن ۱۰۴ بخار ہو گیا اور بے ہوشی طاری ہو گئی اور بارہ جون ۱۹۷۰ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah


مرغیوں کی خوراک کے الگ الگ اجزاء کا مرکز

رحیم پولٹری فیڈز

گول ایمن پور بازار فیصل آباد

برائلر فیڈز، لیئر فیڈز آرڈر پر تیار کی جاتی ہیں

پروپرائٹر:- چوہدری طارق رشید، ڈاکٹر عامر رشید

فون:- ۶۰۱۲۹۰

آپ کی دعاؤں کے طالب

میسرز خورشید پیکجز

پرائیویٹ لمیٹڈ

سرگودہا روڈ۔ فیصل آباد

پروپرائٹر:- چوہدری مبشر احمد وڑائچ

فون:- ۷۶۸۴۱۲

آپ کی دعاؤں کے طالب

میسرز وڑائچ ٹیکسٹائل انڈسٹریز

پرائیویٹ لمیٹڈ فیصل آباد

فون فیکٹری:- ۷۶۴۶۹۱

فون آفس:- ۶۲۸۴۶۵

۶۴۲۷۸۶

الرحمٰن آٹوز

ٹویوٹا کرولا نسان سنی پٹرول اور ڈیزل

CD 17, 1-N, 2-C, 1-C کے

جینئن پرزہ جات بازار سے بارعائت خریدیں

۱۴۶۔اے شعیب بلال مارکیٹ

نزد جنرل بس سٹینڈ۔ فیصل آباد

فون:- ۷۶۱۱۵۴ فیکس:- ۷۱۰۰۱۶

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# مرے پیارے وطن حاضر ہے میرے پیار کا سورج

## گولڈن جوبلی کی مناسبت سے محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کا خصوصی منظوم کلام

بکھرتے قہقہے ہر سو چراغاں گولڈن جوبلی
محبت کی فراوانی یہ میری آنکھ کے آنسو!

سراپا جوش، گلشن گل بہ داماں گولڈن جوبلی
ستارے کہکشاں اور ماہ تاباں گولڈن جوبلی

☆☆

چمکتا، لہلہاتا سبز پاکستان کا پرچم
صدی آدھی گزرنے کو ہے :ب میں نے تجھے دیکھا

مئے نایاب سا اک بادہ عرفاں سا پرچم!
جلالی شان کا پرچم ہماری آن کا پرچم

☆☆

سمجھتی ہوں کہ بس قربانیوں کا نام دنیا ہے
وطن اپنا وطن ہے بس وطن کا نام دنیا ہے

بہت داناؤں کی نادانیوں کا نام دنیا ہے
درخشندہ جبیں تابانیوں کا نام دنیا ہے

☆☆

قدم بوسی کو حاضر ہیں مرے پاؤں کے چھالے پھر
مرے پیارے وطن حاضر ہے میرے پیار کا سورج

سماعت کیلئے حاضر ہیں یہ آہوں کے نالے پھر
وطن کے کونے کونے کو میسر ہوں اجالے پھر

☆☆

معطر کر گئی سانسوں کو تیرے پیار کی خوشبو
نظر آئیگی تجھ پر جان دینے کی تمنا اک

تیرے سرو سمن تیرے گل و گلزار کی خوشبو
میری آنکھوں میں جھانکو تو اسی اظہار کی خوشبو

☆☆

مقید ہیں مری یادوں میں بچپن کی کئی باتیں!
وہ دروازوں کی درزوں سے کبھی کچھ جھانکتی آنکھیں

نظر کے سامنے ہیں آج تک بالکل وہی باتیں
وہ آنکھوں سے سنی باتیں وہ آنکھوں سے کہی باتیں!

☆☆

دریچے بند تھے کچھ خامشی گمبھیر تھی اس دن
جب اس دن دن ڈھلا تو آنکھ میں تھے خوف کے سائے

زبانوں پر تھے تالے پاؤں میں زنجیر تھی اس دن
بنے گا کیا؟ یہی اک فکر دامنگیر تھی اس دن

☆☆

مری آنکھوں کو کچھ دھندلے سے منظر یاد آتے ہیں
ہوا میں سنسناتی گولیاں چیخوں کی آوازیں

گھروں میں چھت یہ اور سڑکوں پہ پتھر یاد آتے ہیں
وہ جلتے ٹولیاں، وہ شور اکثر یاد آتے ہیں

☆☆

نہ لے کر گردوارے میں کوئی پرشاد آیا تھا
وہ اک دن جب کہ مسجد میں موذن تھا نہ بندے تھے

نہ گرجا گھر میں کوئی پادری تشریف لایا تھا!
جلا تھا کوئی چولہا اور نہ گھر میں کچھ پکایا تھا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

یہی سب تانے بانے اور یہی سب کچے دھاگے تھے
صبح دم کیا ہوا کیوں سو گئے کیوں موند لیں آنکھیں
کھلے گھر چھوڑ کر سب لوگ کیوں اور کیسے بھاگے تھے
الٰہی یہ تیرے بندے تو ساری رات جاگے تھے

☆☆

دھواں آنکھوں میں بھرتا ہے یہ شعلے کیوں لپکتے ہیں؟
لہو کے چند چھینٹے میرے دامن پر بھی پڑتے ہیں
مری سوچوں میں وہ کرپان و خنجر کیوں ابھرتے ہیں
بھرے کچھ شہر پل بھر میں بھلا کیسے اجڑتے ہیں؟

☆☆

بنا تھا آج کے دن اپنا پاکستان اے ہمدم!
ہماری جھولیاں خالی تھیں سارے ہاتھ خالی تھے
سبھی کچھ کر دیا تھا ہم نے جب قربان اے ہمدم
مگر پھر بھی تھا یہ اللہ کا احسان اے ہمدم!

☆☆

یہ پاکستان تھا یہ اپنا گھر تھا اپنی دھرتی تھی
مرے ساتھ آگئے تھے سربریدہ چند لاشے بھی!
میں روتی کانپتی گرمیوں میں بھی ٹھٹھرتی تھی!
میں آنکھیں کھولتی تھی' دیکھتی تھی بند کرتی تھی!

☆☆

بہت سے سال پھر افہام اور تفہیم میں گذرے
نہ ستائے کئی دن' پھر بہت دن دوڑتے گذرے
کچھ اپنے پیارے پاکستان کی تعظیم میں گذرے
بہت دن از سر نو پھر تیری تنظیم میں گذرے

☆☆

محبت کی لگن میں ضوفشاں کامل رہے ہردم
ان ہی چہروں پہ افشاں جگمگائی کامیابی کی
جو تیرے پیار کی توقیر کے حامل رہے ہردم
تیری بنیاد میں جن کے لہو شامل رہے ہردم

☆☆

تہہ دامن لئے پھرتی ہوں میں بھی چند نذرانے
ہمیں قدرت کے ہاتھوں نے سمیٹا ہے تو بکھریں کیوں؟
رہیں قائم تری دھرتی پہ اپنے سارے کاشانے
تو دھاگہ ہے یہ میرے ہموطن تسبیح کے دانے

☆☆

بہت سی کھڑکیاں جو بند ہیں وہ آج کھل جائیں
تیری مٹی کی خوشبو چاندنی بن کر بکھر جائے
کدورت کی تہیں بھی آج پھر ذہنوں سے دھل جائیں
لہو کی چند بوندیں آج پھر موتی سی تل جائیں

☆☆

جو تیرے سر میں ہوگی اور جو تیرے ساز میں ہوگی
تیرے انداز میں ہوگی' بسر جو زندگی ہوگی
تیرے انجام میں ہوگی تیرے آغاز میں ہوگی
مری آواز بھی شامل تیری آواز میں ہوگی

☆☆

Digitized By Khilafat Library Rabwah

مکرم محمد ارشد صاحب متعلم جامعہ احمدیہ۔ ربوہ

# "تعمیر وطن" اور احمدی خواتین

تحریک پاکستان ایک عظیم الشان جدوجہد اور مسلسل قانونی اور آئینی جنگ کا نام ہے۔ جو مسلمانان برصغیر کو دو قومی نظریہ کی بنیاد پر اپنی اجتماعی زندگی کی بقا اور اپنے اقتصادی و سیاسی حقوق کی حفاظت کیلئے ۱۸۸۳ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک لڑنا پڑی اور بالاخر ایک عظیم اسلامی مملکت پاکستان کی شکل میں منزل مراد تک پہنچی۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں جماعت احمدیہ کے افراد کو جہاں دین کی خدمت کا غیر معمولی جذبہ عطا فرمایا ہے وہاں اس جماعت کو ایسے مردو خواتین بھی عطا فرمائے ہیں جو اپنی ملی اور قومی خدمات کے لحاظ سے ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ ان افراد نے اپنے ملک قوم اور ملت کیلئے خصوصاً اور انسانیت کیلئے عموماً ایسے عظیم کارنامے سرانجام دیئے ہیں جو پاکستان کی تاریخ کے انمٹ باب ہیں اور جن کی اپنے اور بیگانے سبھی داد دیتے ہیں۔

تقسیم پاکستان کے وقت جب ماہ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے ابتدائی ایام میں ہندوؤں اور سکھوں کے آخری حملہ کا آغاز ہو چکا تھا تو حضرت مصلح موعود نے ایک مضمون زیر عنوان "جماعت احمدیہ کے امتحان کا وقت" تحریر فرمایا۔ اور اس میں آپ نے اس وقت کے مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے جماعت کے مردوں اور عورتوں کو تلقین فرماتے ہوئے کہا:۔

"میں احمدیوں سے کہتا ہوں کہ جب وہ بیعت میں داخل ہوئے تھے تو انہوں نے اقرار کیا تھا کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے اور اس "دنیا" کے الفاظ میں ان کی جانیں بھی شامل تھیں ان کے بچوں کی جانیں بھی شامل تھیں انکی بیویوں اور دوسری گھر کی مستورات کا مستقبل بھی شامل تھا۔ پس آج جب کہ باوجود ہمارے اعلان کہ ہم جس حکومت کے ماتحت رہیں گے اس کے وفادار رہیں گے ظالم دشمنوں کو ہم پر مسلط کیا جارہا ہے۔ حکومت ان کو سزا دینے کی بجائے ہمارے آدمیوں کو سزا دے رہی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ قطعی طور پر بھول جائیں کہ ان کے کوئی عزیز اور رشتہ دار بھی ہیں وہ بھول جائیں اس بات کو کہ ان کے سامنے کیا مصائب اور مشکلات ہیں انہیں صرف ایک ہی بات یاد رکھنی چاہئے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے ایک عہد کیا ہے اور اس عہد کو پورا کرنا ان کا فرض ہے۔ آج خدا ہی ان کا باپ ہونا چاہئے خدا ہی ان کی ماں ہونی چاہئے اور خدا ہی ان کا عزیز اور رشتہ دار ہونا چاہئے۔ میرے بیٹوں میں سے آٹھ بالغ بیٹے ہیں اور ان آٹھوں کو میں نے اس وقت قادیان میں رکھا ہوا ہے۔ میں سب سے پہلے انہی کو خطاب کر کے کہتا ہوں اور پھر ہر احمدی نوجوان سے خطاب کر کے کہتا ہوں کہ آج تمہارے ایمان کا امتحان ہے۔ آج ثابت قدمی کے ساتھ قید و بند اور قتل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قادیان میں ٹھہرنا اور اس کے مقدس مقامات کی حفاظت کرنا تمہارے فرض میں شامل ہے۔"

(الفضل ۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۳)

حضور کے اس مضمون کا یہ اثر ہوا کہ احمدی نوجوان دیوانہ وار قوم و ملک کی خدمت کیلئے میدان عمل میں آنے لگے اور پہلے سے بھی بڑھ کر اپنی دینی غیرت اور شجاعت کے جوہر دکھانے لگے۔ اس ولولہ انگیز مضمون کا جو اثر احمدی خواتین پر ہوا اس کی صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

محترمہ حبیبہ بیگم صاحبہ نے اپنے خاوند خواجہ محمد اسماعیل

Digitized By Khilafat Library Rabwah

صاحب آف بمبئی کو جو قادیان میں مقیم تھے یہ لکھا کہ:۔

"کل حضور کا ایک مضمون "جماعت احمدیہ کے امتحان کا وقت" الفضل ۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا ہے۔ وہ آپ کو بھیج رہی ہوں۔ حضور کا مضمون پڑھنے کے بعد میں نے سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے خدا تو قادر ہے تو ان کو دین اور وطن کی خدمت کا موقعہ دیتے ہوئے بھی اپنے حفاظت میں رکھ۔ آمین"

یہ تھے وہ جذبات جو انتہائی مصائب و آلام کے ان ایام میں احمدی خواتین نے اپنے ان عزیزوں کے متعلق ظاہر کئے جو قادیان کے پر خطر ماحول میں اپنی جان کی بازی لگا کر مقامات مقدسہ کی حفاظت کر رہے تھے۔ اس خط سے ظاہر ہے کہ اللہ کے فضل سے احمدی مستورات نے اس موقعہ پر نہ صرف یہ کہ کسی قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار نہ کیا بلکہ انہوں نے خطرات کی انتہائی سنگینی کو محسوس کرنے کے باوجود اپنے خاوندوں، بھائیوں اور بیٹوں کا حوصلہ بڑھایا اور اس طرح انہیں جرات اور دلیری کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے کے قابل بنایا۔

## احمدی عورتوں کی بہادری اور جرات کے عملی نمونے

احمدی مستورات نے اپنی جرات و دلیری اور عزم و استقلال کا اظہار صرف الفاظ تک محدود نہیں رکھا بلکہ جب بھی اور جہاں بھی انہیں موقع ملا انہوں نے اپنے عمل سے بھی یہ ثابت کر دیا کہ وہ ہر ممکن قربانی پیش کر سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے قربانی، بہادری، جرات اور دلیری کے قابل قدر نمونے دکھائے۔

۱۔ ایک احمدی عورت مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے بے سروسامانی کی حالت میں پاکستان پہنچی وہ اپنی جائیداد میں سے صرف کچھ زیور بچا کر لا سکی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ زیور کا کچھ حصہ کسی غریب کو دے دیا اور باقی حضور کی خدمت میں حفاظت قادیان کے اخراجات کیلئے پیش کر دیا۔

(الفضل ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۴)

زیور عورت کی محبوب چیز ہوتی ہے مگر اس مخلص احمدی عورت نے وہ زیور جو نہ جانے کس مصیبت سے مشرقی پنجاب سے بچا کر لائی تھی از خود قادیان کی حفاظت کیلئے پیش کر دیا۔

۲۔ سیدنا حضرت مصلح موعود ایک اور احمدی خاتون کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جب قادیان میں ہندوؤں اور سکھوں نے حملہ کیا تو شہر کے باہر ایک محلہ میں ایک جگہ پر عورتوں کو اکٹھا کیا گیا اور ان کی سردار بھی ایک عورت ہی بنائی گئی۔ جو بھیرہ کی رہنے والی تھی۔ اس احمدی خاتون کا نام خدیجہ بیگم تھا۔ اس عورت نے مردوں سے بھی زیادہ بہادری کا نمونہ دکھایا۔ ان عورتوں کے متعلق یہ خبریں آئی تھیں کہ جب سکھ یا ہندو حملہ کرتے تو وہ عورتیں ان دیواروں پر چڑھ جاتیں جو حفاظت کی غرض سے بنائی گئی تھیں اور ان سکھوں اور ہندوؤں کو جو تلواروں اور بندوقوں سے ان پر حملہ آور ہوتے تھے بھگا دیتی تھیں اور سب سے آگے وہ عورت ہوتی تھی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی اور ان کی سردار بنائی گئی تھی۔

(الفضل ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۲)

۱۹۴۸ء میں فرقان فورس کے احمدی مجاہد آزادی کشمیر کی جنگ میں بہادرانہ کارنامے سرانجام دے رہے تھے یہ امر احمدی مستورات کیلئے اور بالخصوص لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کیلئے باعث فخر ہے کہ احمدی خواتین نے ان مجاہدین کیلئے وردیوں اور کپڑوں کی تیاری میں شبانہ روز محنت اور بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیا۔

## سیلاب زدگان کی مدد

۱۹۵۴ء میں پہلے مشرقی پاکستان میں اور پھر مغربی پاکستان میں سیلاب نے بہت تباہی مچائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ نے مشرقی پاکستان کے سیلاب زدگان کی مدد کرنے کی تحریک فرمائی تو محترمہ جنرل سیکرٹری صاحبہ لجنہ مرکزیہ نے تمام لجنات کو اعلان کے ذریعہ آگاہ کیا کہ وہ فوری طور پر اپنے اپنے مقام پر مستورات سے چندہ جمع کر کے بھجوائیں کوشش کریں کہ ہر عورت اس چندہ میں شامل ہو۔ وعدے کا وقت نہیں ہے۔ جو پاس ہو وہ دے دیں تاکہ مستحقین کی بروقت امداد کی جا سکے۔"

(الفضل ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۶)

اس موقع پر لجنہ اماء اللہ ڈھاکہ نے خاص طور پر امدادی خدمات

Digitized By Khilafat Library Rabwah

میں حصہ لیا۔ بیگم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب سیکرٹری لجنہ ڈھاکہ ' بیگم چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں اور بیگم ڈاکٹر تقی الدین احمد صاحب نے اپنی رضاکارانہ خدمات حکومت کو پیش کیں۔ چنانچہ انہیں نارائن گنج اور ڈھاکہ میں متعین کر دیا گیا۔ انہوں نے شروع کے چھ دن لوگوں کو ٹیکے لگائے۔ چاول اور کپڑے تقسیم کئے۔ بعد میں ایسی جگہوں پر جہاں پانی میں مکان ڈوب چکے تھے اور لوگ مچان بنا کر اوپر بیٹھے ہوئے تھے ان کی خدمت کا بھی موقعہ ملا۔ لوگوں کیلئے کھانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ کشتیوں کے ذریعہ ان کو کھانا پہنچایا جاتا رہا۔ بارہ تیرہ دن یہاں کام جاری رہا۔ پھر دوسری جگہوں میں جا کر خدمات سرانجام دیں۔ لوگوں پر اس کا بہت اثر ہوا۔ عملی خدمات کے علاوہ چندہ جمع کر کے بھی سیلاب زدگان کو دیا گیا۔"

(مصباح نومبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۳۷)

اکتوبر ۱۹۵۴ء میں لاہور بھی سیلاب کی لپیٹ میں آگیا۔ کئی نشیبی علاقے پانی میں ڈوب گئے۔ متعدد مکانات گر گئے اور لوگ بے گھر ہو گئے اس موقعہ پر لاہور کی لجنہ کو بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ چنانچہ محترم امیر صاحب لاہور نے خدام کے امدادی کاموں میں مدد کے طور پر عطایا کی تحریک کی تو لجنہ لاہور نے فوری طور پر ۱۱۵ روپے اسی وقت پیش کر دیئے۔ حلقہ دھرم پورہ کی ممبرات نے دو سو افراد کا کھانا پکا کر تقسیم کیا۔ لجنہ لاہور کی جنرل سیکرٹری محترمہ زینب حسن صاحبہ ' اقبال بیگم صاحبہ ' سیکرٹری خدمت خلق اور والدہ اختر محمود صاحب نے مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے عہدیداروں کے ہمراہ وارث روڈ ' کشمیر روڈ اور کمہار پورہ کے علاقوں میں جا کر خدام کے امدادی کاموں کا جائزہ لیا اور ایک سو ستر نادار عورتوں میں کپڑے تقسیم کئے۔"

(الفضل ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۱)

## مرکزی اور صوبائی انتخابات میں آل انڈیا

## مسلم لیگ کی پرجوش حمایت اور احمدی

## خواتین کا کردار

۴۶-۱۹۴۵ء کا معرکہ انتخاب تحریک پاکستان کا اہم ترین سنگ میل تھا جس میں جماعت احمدیہ نے اپنے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زیر قیادت مسلم لیگ کی زبردست تائید و حمایت کر کے قیام پاکستان کی منزل کو قریب تر لانے میں نمایاں اور تاریخی رول ادا کیا۔ جن میں احمدی خواتین کا کردار بھی قابل ذکر ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلمانان ہند سے انتخابات میں مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی جو تحریک کوئٹہ میں فرمائی اس کی تائید میں سب سے پہلی اور پرزور اور ملک گیر آواز قادیان سے بلند ہوئی۔ حضرت مصلح موعود نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو "آئندہ الیکشنوں کے متعلق جماعت احمدیہ کی پالیسی" کے عنوان پر ایک مفصل مضمون لکھا جو الفضل کی ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں شائع کر دیا گیا۔ حضرت مصلح موعود نے جماعت احمدیہ کو انتخابات کے میدان میں مسلم لیگ کی پرزور حمایت کرنے کا ارشاد فرمانے کے بعد لکھا کہ :-

"میں اس اعلان کے ذریعہ تمام صوبہ جات کے احمدیوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر پورے زور اور قوت کے ساتھ آئندہ انتخابات میں مسلم لیگ کی مدد کریں اس طرح کہ

۱:- جس قدر احمدیوں کے ووٹ ہیں وہ اپنے حلقہ کے مسلم لیگی امیدوار کو دیں۔

۲:- میرا تجربہ ہے کہ احمدیوں کی نیکی اور تقویٰ اور سچائی کی وجہ سے بہت سے غیر احمدی بھی ان کے کہنے پر ووٹ دیتے ہیں۔ پس میری خواہش یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ تمام احمدی اپنے ووٹ مسلم لیگ کو دیں بلکہ جو لوگ ان کے زیر اثر ہیں ان کے ووٹ بھی مسلم لیگ کے امیدواروں کو دلائیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ احمدی جماعت کے تمام افراد کیا مرد اور کیا عورتیں ' مرد مردوں تک پہنچ کر اور عورتیں عورتوں کے پاس جا کر ان کے خیالات درست کرنے کی کوشش کریں گے اور اس امر کو اس قدر اہم سمجھیں گے کہ تمام جگہوں پر مسلم لیگ کے کارکنوں کو یہ محسوس ہو جائے گا کہ گویا احمدی یہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلم لیگ کا امیدوار کھڑا نہیں ہوا کوئی احمدی امیدوار کھڑا ہوا ہے اور اس کام میں مقامی مسلم لیگ کے ساتھ پوری طرح تعاون کریں گے اور میں امید کرتا ہوں کہ جماعت اس موقعہ پر بھی اپنے روایتی ایثار اور قربانی کا نمایاں ثبوت مہیا کرے گی"۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور احمدی مردوں کی طرح احمدی خواتین نے بھی اس مہم میں بہت شاندار کردار ادا کیا اور نہ صرف خود جا جا کر ووٹ ڈالے بلکہ دوسری مسلمان خواتین کو بھی آمادہ کیا کہ وہ مسلم لیگ کو ووٹ دے کر کامیاب کرائیں۔

چنانچہ اس اہم موقعہ پر بھی احمدی خواتین نے بہت خدمات سرانجام دیں اور مشکل حالات میں بھی مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت کی اور اس کا ساتھ دیا اور نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاص اور بے مثال قربانی پیش کر کے یہ کام سرانجام دیا۔

(تاریخ احمدیت: جلد نمبر ۱۰)

اب تحریک پاکستان کی ایک سرگرم اور پر جوش احمدی خاتون کارکن کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ بھی ضروری ہے جس سے اندازہ ہو گا کہ پاکستان کے حصول کے لئے جماعت احمدیہ کے مردوں کے ساتھ ساتھ احمدی خواتین بھی پیچھے نہیں تھیں۔ اس سرگرم اور نڈر کارکن خاتون سے میری مراد ہے۔ "بیگم شفیع" بیگم شفیع کا اصل نام قریشہ سلطانہ تھا۔

# قریشہ بیگم۔ المعروف بیگم شفیع

## خاندانی حالات

قریشہ سلطانہ دسمبر ۱۸۹۸ء میں میرٹھ کے ایک نامور خاندان میں پیدا ہوئیں۔ ابھی یہ چار سال کی تھیں کہ ان کی والدہ تین سال اور ایک سال کی لڑکیاں چھوڑ کر فوت ہو گئیں۔ قریشہ سلطانہ بڑی پھوپھی کی اور دونوں چھوٹی بہنیں چھوٹی پھوپھی کی تحویل میں آئیں۔ ۱۶ برس کی عمر میں آپ کی شادی سید شفیع احمد صاحب سے ہوئی۔ شادی کے بعد پتہ چلا کہ سید شفیع احمد صاحب احمدی ہیں۔ ۱۹۲۰ء یا ۲۱ میں آپ نے بھی ایک رؤیا کے ذریعہ احمدیت قبول کر لی۔ اس کے بعد آپ نے احمدیت اور تحریک پاکستان کا بہت کام کیا اور اس کے لئے بہت قربانیاں بھی دیں۔

سید شفیع احمد صاحب کے انتقال کے بعد دو سال تک اخبار دستکاری بند رہا۔ پھر یہ اخبار شروع کیا گیا اور اس میں بیگم شفیع نے خواتین میں دینی روحانی اخلاقی تعلیمی بیداری اور شعور پیدا کرنا شروع کیا۔ جب قرار داد پاکستان پاس ہو چکی اور مسلمان انگریزوں اور ہندوؤں سے الگ اپنا ملک بنانا چاہتے تھے تو اس وقت بیگم شفیع نے ماہانہ اخبار "دستکاری" کو ہفت روزہ میں تبدیل کر دیا اور دستکاری سکھانے کی جگہ عورتوں میں سیاسی، ذہنی و معاشرتی شعور بیدار کرنا مقصد بنا لیا اور بڑے جاندار اور متاثر کن اداریئے اخبار میں لکھنے شروع کئے۔

جب چیف کمشنر دہلی نے راشنگ کنٹرول کمیٹی بنائی تو اس کے چار ممبرز تھے۔ جن کے سپرد دہلی کے مختلف علاقے کر دیئے گئے یہ ممبرز راشنگ کنٹرولر کہلاتے تھے۔ کسی وقت بھی جا کر دکانوں پر راشن کی تقسیم، ان کے ذخیرے کے گودام، ان کی رسید بکیں دیکھ سکتے تھے۔ ان چار ممبرز میں سے ایک بیگم شفیع بھی تھیں۔

## مسلم لیگ سے پہلا رابطہ

جب آل انڈیا مسلم لیگ کو از سر نو منظم کیا جا رہا تھا تو اس وقت بیگم شفیع کا مسلم لیگ سے بہت قریبی تعلق تھا۔ وہ اس طرح کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری سید شمس الحسن صاحب سید شفیع احمد صاحب کے بہت ہی پیارے دوست تھے۔ عابد منزل بلیماراں دہلی کی تیسری منزل پر بیگم شفیع کا گھر تھا۔ چنانچہ قریب ہی مسلم لیگ کا دفتر بن گیا اور پھر چائے اور پان وغیرہ بیگم شفیع ہی خود تیار کر کے وہاں بھجواتیں۔ اس کے علاوہ بعض دفعہ دفتر کا کرایہ بھی بیگم شفیع ادا کرتیں۔ اس طرح بیگم شفیع کا پہلا رابطہ مسلم لیگ اور قائد اعظم سے ہوا۔ ۱۹۳۸ء کے اواخر میں مسلم لیگ میں شعبہ خواتین کا اضافہ کیا گیا اور بیگم شفیع بھی مسلم لیگ کی ممبر بن گئیں۔

## مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی ممبر

قائد اعظم محمد علی جناح نے بیگم شفیع کو شعبہ خواتین مسلم لیگ بلی ماراں کی نگران بنا دیا۔ آپ نے حضرت مصلح موعود کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی اور اپنے اخبار کی تمام خدمات مسلم لیگ کے لئے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

وقف کردیں۔ آپ کی تحریر و تقریر اتنی موثر تھی کہ قائداعظم نے ان کو شعبہ خواتین مسلم لیگ دہلی کے ایک بڑے حصہ کا نگران اور مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کر دیا۔ اب یہ اپنی ورکرز کو ممبر سازی کیلئے وسیع پیمانے پر گھر گھر بھیجنے لگیں۔ خواتین کے اجلاس عام منعقد کئے جاتے کئی جلسوں کی صدارت مس فاطمہ جناح اور کبھی بیگم رعنا لیاقت علی کرتیں۔ بیگم شفیع اتحاد بین المسلمین پر دھواں دھار تقریریں کرتیں۔ اس کے علاوہ قیام پاکستان کے لئے اپنی تقریروں میں زور دیتیں۔ آپ نے شملہ کانفرنس میں بھی شرکت کی اور وہاں خواتین کے حقوق کیلئے آواز بلند کی۔ مسلم لیگ کے دوسرے علاقوں کی نگران بھی بیگم شفیع کو تقریر کے لئے اپنے جلسوں میں مدعو کرتیں۔ مارچ ۱۹۴۶ء میں سر اسٹیفورڈ کرپس اور لارڈ پیتھک لارنس جو کیبنٹ مشن کے ممبر تھے۔ انگلستان سے کانگریس اور مسلم لیگ کی مشترکہ عبوری حکومت بنانے ہندوستان آئے۔ ۵ مئی تا ۹ مئی ۱۹۴۶ء مشہور شملہ کانفرنس منعقد ہوئی بیگم شفیع جو اخبار نویس بھی تھیں اور نامہ نگار بھی۔ یہ پہلی خاتون نامہ نگار تھیں جنہیں پریس انفارمیشن بیورو نے شملہ کانفرنس میں شامل ہونے کے کاغذات اسناد دیئے۔

شملہ کانفرنس کے بعد جب اخبار نویسوں کی کانفرنس کو سر اسٹیفورڈ کرپس شملہ میں خطاب کر چکے تو بیگم شفیع نے سوال کیا کہ سب کے حقوق کی بات ہوئی۔ یہ بتائیں کہ عورت کو حکومت میں کتنا حصہ دیا جائے گا؟ پہلے تو سر کرپس نے زبانی جواب دیا لیکن بیگم شفیع نے کہا آپ مجھے لکھ کر جواب دیں میں انگریزی نہیں سمجھتی۔ سر کرپس پر ایک برقعے والی صحافی خاتون کی جرات کا بہت اثر ہوا۔ اور اس پر قائداعظم نے آپ کو شاباش بھی دی۔

۱۹۴۶ء میں ہندوستان میں عام انتخابات ہوئے اور جماعت احمدیہ کے بھرپور تعاون سے مسلم لیگ نے ۹۸ فیصد مسلمانوں کی نشستیں جیت لیں۔ بیگم شفیع کے بارے میں مشہور تھا کہ عورت ہونے کے باوجود انگریز حکمرانوں اور ہندو متعصب لیڈروں کو جرات اور بہادری سے مخاطب کرتی ہیں۔ قائداعظم بیگم شفیع کی تجاویز اور مشوروں کو خصوصی توجہ سے سنتے اور کئی مرتبہ اپنے پاس جگہ دیتے ورنہ کسی کی جرات نہیں تھی کہ اسی صوفے پر بیٹھے جس پر قائداعظم بیٹھے ہوں۔

## فسادات میں بیگم شفیع کی غیرت دینی

پریس کانفرنسوں میں پنڈت نہرو اخبار والوں کو یقین دلاتے کہ امن کی صورت حال بہتر ہے اور ہم نے فوج کو حفاظت کیلئے جگہ جگہ بھیج دیا ہے۔ قادیان سے بھی خطرے کی اطلاعات مل رہی تھیں۔ پریس کانفرنس میں بیگم شفیع نے پنڈت نہرو سے سوال کیا کہ آپ مسلمانوں کے مقدس مقامات کی حفاظت کا کیا انتظام کر رہے ہیں۔ پنڈت نہرو نے جواب دیا ان کی حفاظت کے احکام میں پہلے ہی صادر کر چکا ہوں۔ بیگم شفیع نے کہا قادیان میں تو بہت خطرہ ہے۔ نہرو نے جواب دیا نہیں وہاں پوری طرح امن امان ہے۔ بیگم شفیع نے قادیان فون پر بات کی حضرت مصلح موعود نے فرمایا نہرو سے کہو جیسا امن قادیان میں ہے ایسا امن تمہارے گھر میں ہو۔ آپ بڑے جوش ایمانی سے نہرو سے لڑنے چلیں کہ کیوں جھوٹ بولا اور فوراً قادیان میں حفاظت کا انتظام کرے۔ بیگم شفیع لجنہ دہلی کی نائب صدر ہونے کے ساتھ شعبہ خواتین مسلم لیگ دہلی کے ایک بڑے حصے کی نائب صدر بھی تھیں۔ بیگم شفیع قیامت خیز حالات کے باوجود اپنے جوش ایمانی اور غیرت دینی کی وجہ سے نہرو سے جا کر لڑیں اور قادیان کے حفاظتی اقدامات کے لئے نہرو کو کہا۔

(سوانح بیگم شفیع صفحہ ۷۸ تا ۸۰)

## پاکستان میں ایک نیا دور

پاکستان آنے پر آپ نے لاہور میں سکونت اختیار کی۔ اور وہاں مہاجرین کیلئے رفاعی اور بہبود کا کام شروع کر دیا اور اپنے اخبار دستکاری میں مہاجرین کی مشکلات پر دردمندانہ اداریے لکھتیں کانفرنسیں اور میٹنگوں میں حکام بالا سے کہتیں۔ قائداعظم کو کراچی خط لکھتیں وزیر اعظم لیاقت علی خان صاحب جب دورے پر لاہور آتے انکو مسائل بتاتیں۔

آپ نے پورے جوش و جذبے سے ہزاروں مغویہ لڑکیوں کی بازیابی کیلئے اداریئے لکھے۔ حکومت نے مغویہ لڑکیوں کی بازیابی کی پانچ رکنی کمیٹی کا ممبر بیگم شفیع کو بھی بنا دیا۔ بیگم شفیع مسلمان رضا کار سوشل خواتین کے وفد لے کر مشرقی پنجاب کے اندرونی حصوں میں

بقیہ صفحہ 37 پر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

مقالہ نگار: مکرم مرزا خلیل احمد قمر

# تحریکِ پاکستان اور

## حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ امام جماعتِ احمدیہ

تحریک پاکستان اور ہندوستان کی آزادی کا باضابطہ آئینی مرحلہ ۱۹۱۷ء میں شروع ہوتا ہے جب کہ برطانوی حکومت کے وزیر ہند نے جو کہ عملاً ہندوستان کا حاکم شمار ہوتا تھا۔ ۲۰/اگست ۱۹۱۷ء کو یہ اعلان کیا کہ ہندوستانیوں کو صرف حکومت میں شریک کرنا ہی برطانیہ کا منشاء نہیں بلکہ منتہائے مقصود یہ ہے کہ وہ حکومت خود اختیاری کے قابل ہو جائیں اور رفتہ رفتہ ملک کا پورا نظام ان کے سپرد کر دیا جائے۔

وزیر ہند مانٹیگو کے اعلان کے ساتھ ہی تحریک پاکستان کی وہ تاریخی جدوجہد شروع ہوگئی جو بالآخر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جناب قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں قیام پاکستان پر منتج ہوئی۔ تحریک پاکستان کے دوران جماعت احمدیہ نے ہر مرحلہ پر قیام پاکستان کے لئے بھرپور جدوجہد کی اور دامے درمے سخنے ہر قسم کی امداد کی۔ حصول پاکستان کے لئے تاریخی خدمات انجام دیں۔ خاص طور پر سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ نے اپنی خداداد ذہانت اور کمال سیاسی فراست سے کام لے کر ہر مرحلہ پر مسلمانان ہند کی بھرپور راہنمائی فرمائی۔ اس طویل تاریخی جدوجہد کا ایک مختصر سا خاکہ پیش خدمت ہے۔

وزیر ہند کے اعلان سے ہندوستان کی سیاست میں ایک ہلچل پیدا ہوگئی۔ ہندو حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے کیونکہ وہ سمجھتے تھے انگریزوں کو ہم سے معاملہ طے کرنا ہے۔ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں۔ مسلم لیگ تو لکھنؤ پیکٹ کے نتیجہ میں کانگریس کی طفیلی جماعت بن کر رہ گئی تھی۔ وزیر ہند مانٹیگو کی ہندوستان آمد کے موقع پر حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے حضرت مصلح موعود ۱۴ نومبر ۱۹۱۷ء کو دہلی تشریف لے گئے اور جماعت احمدیہ کے بعض سربرآوردہ ممبران کو بھی دہلی بلوالیا۔ حضور کی ہدایت کے مطابق ۱۵ نومبر ۱۹۱۷ء کو ایک احمدیہ وفد نے مانٹیگو سے ملاقات کی۔ جس میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے علاوہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، خان بہادر رائے پائندہ خان جنجوعہ صاحب آف جہلم، عبداللہ بھائی الہ دین صاحب آف سکندر آباد دکن، مولوی غلام اکبر خان صاحب وکیل ہائی کورٹ حیدر آباد دکن، حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب ممبران تھے۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے وفد کی طرف سے ایڈریس پیش کیا اور آئندہ سیلف گورنمنٹ کے طریق انتقال سے متعلق مشورہ دیا۔ اس میں مندرجہ ذیل نکات شامل تھے۔

اول:- انتخاب کا کوئی ایسا طریق نہ رکھا جائے جس میں قلیل التعداد جماعتیں نقصان میں رہیں۔

دوم:- حقوق و فرائض کے تمام معاملات میں یورپین اور غیر یورپین کی تقسیم کو کلیتہً ختم کر دیا جائے۔

سوم:- اندرونی مذہبی اختلافات سے قطع نظر حکومت برطانیہ کو سمجھ لینا چاہئے کہ جماعت احمدیہ کا سیاسی مفاد کلیتہً ایسے تمام فرقوں کے ساتھ وابستہ ہے جو جماعت احمدیہ کی طرح دعویٰ اسلام رکھتے ہیں۔

احمدیہ وفد کی وزیر ہند سے ملاقات کی خبر دیتے ہوئے اخبار پائنیر الہ آباد نے لکھا:۔

"احمدیہ وفد عصر کے وقت پیش ہوا۔ سیکرٹری وفد نے اصلاحات کی ضرورتوں کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یورپین اور ہندوستانی میں جو تفریق کی جاتی ہے یہ موجودہ باعث بے اطمینانی کا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہے۔ ایسی کوئی اصلاحات نافذ نہ ہوں جو چھوٹی جماعتوں کے حقوق کے لئے ضرر رساں ہوں۔ آخر میں بیان کیا ہندوستان کے واسطے دو قسم کی اصلاحیں ضروری ہیں۔

اول:۔ وہ اصلاحیں جو سارے ملک کی مجموعی حالت کا خیال کر کے پیش کی جاتی ہیں۔

دوئم:۔ وہ اصلاحیں جو تعلیم یافتہ اصحاب کی اکثریت چاہتی ہے۔

دونوں قسم کی اصلاحیں بہت ضروری ہیں اور انصاف کا تقاضہ ہے کہ ان اصلاحوں کو جاری کیا جائے لیکن آخری فیصلہ کرتے وقت مفصلہ ذیل امور کا لحاظ ضروری ہے...... کوئی ایسی اصلاح نہ ہو جس سے قلیل التعداد اقوام کے حقوق کو نقصان پہنچے..... جو اصلاحیں اس ملک کی مختلف اقوام کی بہبودی کے لئے ضروری نظر آ رہی ہیں اور ان سے جائز حقوق پورے ہوتے ہیں ان کو مسترد نہیں کرنا چاہئے"۔

(بحوالہ الفضل: ۲۰ نومبر ۱۹۱۷ء: صفحہ ۱۱)

احمدیہ وفد کے موقف کی مزید وضاحت کے لئے حضرت مصلح موعود بھی اس دن ۶ بجے شام مسٹر مانٹیگو سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے اور ۳۵ منٹ تک گفتگو فرمائی۔ ترجمان کے فرائض چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے انجام دیئے۔

(الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۱۷ء: صفحہ ۱)

## دیگر مواقع پر ملت اسلامیہ کی راہنمائی

مسٹر مانٹیگو کی ہندوستان آمد کے بعد تحریک آزادی کے دوسرے اہم مواقع پر حضرت مصلح موعود نے ملت اسلامیہ کی سیاسی طور پر راہنمائی جاری رکھی۔ ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ کے حادثہ کے نتیجہ میں ہندوستان بھر میں ہنگاموں کا ایک دور شروع ہو گیا۔ معاہدہ سیورے کے نتیجہ میں ترکی کے حصے بخرے کئے گئے۔ جس سے مسلمانان ہند کے مذہبی جذبات کو سخت ذک پہنچی۔ مسلمانوں نے تحریک خلافت شروع کی۔ مہاتما گاندھی بھی مسلمانوں کی مذہبی تحریک خلافت میں کود پڑے اور مسلمان اپنی سادہ لوحی میں گاندھی کے دام میں پھنس گئے۔ حضرت مصلح موعود نے ایسے اہم مواقع پر عوام کالانعام کی رائے کے خلاف مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیم سے متعارف کرایا کہ اسلام ایسے

کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

"جلیانوالہ باغ کے واقعہ میں جس سختی سے کام لیا گیا ہے وہ نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ جنرل ڈائر کا یہ قول کہ وہ اس لئے گولیاں چلاتے چلاتے گئے تاکہ ملک کے دوسرے حصہ پر اثر اور بغاوت فرو ہو جائے ان کے مجرم ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ جب لوگ پراگندہ ہونے شروع ہو گئے تھے تو ان کے بھاگنے پر گولیاں چلانا نہ فوجی قانون کے لحاظ سے جائز نہ تھا۔ ملکی قانون کے لحاظ سے اور اس میں تجربہ کار جرنیل کو دھوکہ نہیں لگ سکتا"۔

جہاں تک فوجی حکومت کی تشدد آمیز پالیسی کا تعلق ہے آپ نے اسے وحشیانہ اور ظالمانہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ رینگ کر چلنے کا حکم ایسا وحشیانہ اور ظالمانہ ہے کہ کوئی شخص بھی اسے برداشت نہیں کر سکتا اور اس کے خلاف اگر ہندوستانیوں کو غصہ پیدا ہو تو یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں"۔

(ترک موالات اور احکام اسلام: از حضرت مصلح موعود: صفحہ ۲۔۳)

ستمبر ۱۹۲۰ء میں کانگریس کمیٹی کا اجلاس ہوا جہاں گاندھی نے عدم تحریک عدم تعاون اور ترک موالات کا اعلان کیا۔ جس میں لوگوں کو انگریزی عدالتوں اور گورنمنٹ کے دیگر اداروں، سکولوں کالجوں، کونسلوں سے قطع تعلق کرنے کی ہدایت کی گئی تھی اور ہندو مسلم اتحاد پر خاص زور دیا گیا تھا۔ مولویوں نے گاندھی کے ترک موالات کو عین شریعت اسلامیہ کے مطابق قرار دیا لیکن حضرت مصلح موعود نے فرمایا:۔

"یہ تحریک ناقابل عمل اور موجب فساد ہے"۔

آپ نے ترک موالات اور احکام اسلام کے عنوان سے ایک مستقل کتاب لکھی جس میں آپ نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے قدیم مسلمانوں کے طرز عمل سے ثابت کیا کہ:۔

"ترک موالات کی تحریک قطعاً اسلامی نہیں ہے اور محض ہوائے نفس کے ماتحت ہے نہ اسلام کی خاطر اور اس میں مسلمانوں کا نقصان ہے"۔

تحریک ہجرت اور ترک موالات کے نتیجہ میں ہزاروں مسلم طلباء تعلیم حاصل کرنے سے محروم ہو گئے۔ انہوں نے اپنی ملازمتیں چھوڑ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

دیں۔ ہندو اس بہانے سے ہندوستان کے مسلمانوں کو کمزور کرنا چاہتا تھا بلکہ وہ ہندوستان کو مسلمانوں سے صاف کرنا چاہتا تھا۔ اس پر حضرت مصلح موعود نے ہجرت کے متعلق لکھا:۔

"اول تو شرعاً یہ موقع ہجرت کا ہے نہیں۔ دوم اگر خلاف شریعت ہجرت کی بھی گئی تو اس کے سامان چونکہ آپ کے پاس نہیں ہیں اس لئے نقصان ہوگا اور دشمنوں کو ہنسی کا موقع ملے گا۔ پھر افغانستان میں گنجائش بھی نہیں ہوگی"۔ (معاہدہ ترکیہ: صفحہ ۱۰۔۱۱)

چنانچہ بعد کے حالات نے حضرت مصلح موعود کی بات کو سچا ثابت کیا۔ ہزاروں مسلمان اپنا گھر بار چھوڑ کر اور ہندوؤں کے ہاتھوں اونے پونے داموں فروخت کر کے افغانستان چلے گئے۔ مگر افغانستان کے دروازے بند پا کر خستہ حالی کا شکار ہوگئے۔ بعض راستے کی صعوبتوں کی تاب نہ لاتے ہوئے موت کا شکار ہوگئے۔

## تحریک خلافت

تحریک خلافت کے آغاز کے وقت گاندھی نہ صرف تحریک خلافت میں شامل ہوئے بلکہ تحریک خلافت مکمل طور ان کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ گاندھی کسی تحریک کا اعلان کرتے جمیعت العلماء ہند اس کو مذہبی جواز کا فتویٰ مہیا کر دیتی۔ گویا جمیعت علماء ہند کانگریس اور خلافت کا مذہبی رنگ تھا۔ جسے جب چاہے استعمال میں لے آتے۔ آپ نے لکھا:۔

"یقیناً ترکوں سے وہ سلوک نہیں کیا گیا جو دوسری مسیحی حکومتوں سے کیا گیا ہے۔ ترک مجرم ہی سہی لیکن وہ اتنا مجرم نہ تھا جتنا کہ جرمن لیکن جرمنی سے جو سلوک رواء رکھا گیا اس قدر سلوک بھی ترکی سے نہیں کیا گیا اور یہ عمل ان اعلانوں کے باوجود ہوا ہے جو اس سے پہلے شائع کئے جا چکے تھے اور جن میں اس بالکل برعکس فیصلہ کی امید دلائی گئی تھی"۔

(ترک موالات و احکام اسلام: صفحہ ۳)

آپ نے ترکوں کے مستقبل کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں ترک حکومت کے زوال اور ضعف سے مسلمانوں کی وابستگی ثابت کی گئی تھی کہ ہم باوجود سلطان ترکی کو خلیفہ المسلمین تسلیم نہ کرنے کے مسلمان ہونے کے ناطے اس سے ہمدردی رکھتے ہیں۔

## مسلم لیگ کی احیاء نو

جب تحریک خلافت ہجرت اور تحریک عدم تعاون کے بادل چھٹے اور جوش کا وقت گزر گیا تو مسلمانوں کو سوچنے کا موقع ملا۔ اس ہنگامہ پرور دور نے مسلمانوں کو کیا دیا ہے جناب زیڈ اے سلہری صاحب کا تبصرہ کتنا دردانگیز ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"غدر کے بعد انگریزوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا جسمانی مذبح تیار ہوا تھا۔ ایام خلافت میں گاندھی نے ان کی روحوں کو کچل ڈالا۔ غدر اور خلافت جیسے دو عظیم ابتلاؤں کا تقابل کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ خلافت نے مسلمانوں کو ناقابل بیان صدمہ پہنچایا۔ غدر کے بعد مسلمان مصائب و آلام سے دوچار ہوئے لیکن ان کا اعتماد ذات ضرور باقی رہا اور وہ مصیبت کے پہاڑ کا صبر و استقلال سے مقابلہ کر سکے لیکن گاندھی کے سایہ میں آ کر ان کے ارادہ اعتماد اور استقلال کی گراں بہا متاع لٹ گئی"۔

(داستان غدر: مشیر فیروز پوری: صفحہ ۹۲۔۹۳)

ان حالات میں محمد علی جناح کی ذات باقی تھی جس کے دل میں مسلمانوں سے ہمدردی کا جذبہ موجزن تھا جو ہندوؤں کی عیاری اور مکاری اور اپنوں کی بے وفائی دیکھ دیکھ کر کڑھتا تھا۔ آخر اس مرد مجاہد نے مسلم لیگ کی احیاء نو کا فیصلہ کیا اور ۲۴ مئی ۱۹۲۹ء کو لاہور میں پہلا اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت مصلح موعود کو بھی مسلم لیگ کے اس اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ حضرت مصلح موعود خود تو اس اجلاس میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ آپ لندن میں ایک مذہبی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے آپ نے مسلم لیگ کے اس اجلاس کے لئے "اساس الاتحاد" کے نام سے ایک اہم کتاب تصنیف فرمائی۔ آپ نے سب سے اہم نکتہ مسلم لیگ کے ارباب حل و عقد کے سامنے مندرجہ ذیل الفاظ میں رکھا:۔

"مسلم کی تعبیر مذہبی نقطہ خیال سے اور ہے اور سیاسی نقطہ خیال سے اور۔ مذہبی نقطہ خیال سے تو مختلف فرق اسلام کے نزدیک وہ لوگ مسلم ہیں جو ان اصولی مسائل میں جن پر وہ اپنے نزدیک

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بنائے اسلام رکھتے ہیں متفق ہو۔ اور سیاسی نقطہ خیال کے مطابق ہر شخص جو رسولؐ پر ایمان لانے کا مدعی ہے اور آپ کی شریعت کو منسوخ نہیں قرار دیتا اور کسی جدید شریعت کا قائل نہیں ہے لفظ مسلم کے دائرہ کے اندر آجاتا ہے.....

پس ضروری ہے کہ مسلم لیگ کے دروازے ہر ایک اس فرقہ کے لئے کھلے ہوں جو اپنے آپ کو مسلم کہتا ہے خواہ اس کو دوسرے فرقوں کے لوگ مذہبی نقطہ نگاہ سے کافر ہی سمجھتے ہوں اور اس کے کفر پر تمام علماء کی مہریں ثبت ہوں"۔ (صفحہ ۳۔۴)

حضرت مصلح موعود نے مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے لئے صرف مشوروں اور تجاویز بتلانے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ ہر ممکن اخلاقی آئینی اور مالی ذرائع سے اس کی اعانت بھی کرنے لگے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"جب مسلم لیگ قائم ہوئی تو اس کی مالی حالت اتنی کمزور تھی کہ انہیں اپنے جلسے منعقد کرنے کے لئے بھی روپیہ نہیں ملتا تھا اور ہمیشہ میں انہیں مدد دیا کرتا تھا..... مجھے لاہور میں ایک دفعہ لکھنؤ کے ایک وکیل ملے۔ انہوں نے کہا میں قریباً نو سال تک مولانا محمد علی صاحب کا سیکرٹری رہا ہوں اور مجھے خوب یاد ہے کہ جب کبھی مسلم لیگ کا جلسہ ہوتا تھا آپ کو اس میں بلایا جاتا تھا اور آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا..... اور جب روپیہ کی وجہ سے جلسہ نہ ہو سکتا تھا تو آپ سے مالی امداد لی جاتی تھی۔ ہم لوگ جو ابھی تک زندہ موجود ہیں اس بات کے گواہ ہیں"۔

(الفضل ۱۴ جون ۱۹۵۶ء: صفحہ ۴)

## فرقہ وارانہ نیابت کے سوال کا حل

فرقہ وارانہ نیابت کا مسئلہ دہلی میں آل پارٹیز کانفرنس میں زیر بحث آیا مگر کچھ فیصلہ نہ ہو سکا۔ حضرت مصلح موعود نے مسلمانوں کو مشورہ دیا:۔

۱:۔ "مسلمان اپنا یہ مطالبہ کہ ان کو بعض صوبوں میں ان کی تعداد سے زیادہ حق نیابت دیا جائے چھوڑ دیں۔ ہر ایک قوم کو اس کی آبادی کے مطابق حق نیابت ملے۔

۲:۔ ہر قوم کا انتخاب اس کی اپنی قوم کے افراد کے ذریعہ کیا جاوے۔

۳:۔ ایسے قواعد تجویز کئے جائیں جن کی موجودگی میں کثیر التعداد قومیں اقلیتوں پر ظلم نہ کر سکیں۔ پس آئندہ سمجھوتہ کی بنیاد ان شرائط پر ہونی چاہئے۔

الف:۔ ایک قوم دوسری قوم کے مخصوص تمدنی قوانین کے خلاف بھی قانون نہیں بنا سکتی اور نہ ان امور کے متعلق جو مابہ النزاع ہوں۔

ب:۔ ایسے امور میں نہ صرف مذاہب کے کثیر التعداد فرقوں کے جذبات کا احترام کیا جائے بلکہ اگر قلیل التعداد فرقہ کثیر التعداد کے خلاف ہو تو اس کے لئے کوئی قانون اس کی مرضی کے خلاف نہیں بنایا جائے گا"۔ (الفضل ۱۴ فروری ۱۹۲۵ء: صفحہ ۳۔۴)

## آل مسلم پارٹیز کانفرنس امرتسر کے موقعہ پر راہنمائی

۱۶۔ ۱۷ جولائی ۱۹۲۵ء میں امرتسر میں آل پارٹیز کانفرنس نواب اسمٰعیل خان صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت مصلح موعود کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ آپ نے "آل مسلم پارٹیز کانفرنس پر ایک نظر" کے عنوان سے کتابچہ تحریر فرمایا۔ اس میں دس دیگر امور کے علاوہ مسلمان لیڈروں کو مندرجہ ذیل نکات پر خاص طور توجہ دلائی۔

۱:۔ "ہم حکومت سے صحیح تعاون کر کے جس قدر جلد حکومت پر قابض ہو سکتے ہیں عدم تعاون سے نہیں۔

۲:۔ مسلمانوں کو اپنا مطالبہ حق نیابت اور اپنے دوسرے ضروری مطالبات نہایت درجہ مدلل و معقول صورت میں پیش کرنے چاہئیں۔ تا انگلستان کی رائے عامہ ان کے حق میں ہو جائے۔

۳:۔ مسلمان دینی تعلیم کی طرف خاص توجہ دیں۔ اسلامی تمدن پر تاریخی کتب لکھی جائیں۔

۴:۔ مسلمان اپنے بچوں کو مسیحی تمدن سے آزاد کرائیں۔

۵:۔ مسلمانوں کی تجارتی ترقی کے لئے "مسلم چیمبرز آف کامرس" "بورڈ آف انڈسٹریز" قائم کئے جائیں"۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

(الفضل ۱۸ جولائی ۱۹۲۶ء: صفحہ ۲)

حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۱۹۲۷ء میں محترم مولانا عبدالرحیم صاحب درد امام بیت الفضل لندن کو ہدایت فرمائی کہ چونکہ برٹش پارلیمنٹ کے بہت کم لوگ ہندوستان کی موجودہ حالت کے متعلق مسلمانوں کے نقطہ خیال سے واقف ہیں اور عموماً مسلمانان ہند کے متعلق ایسا تغافل ہوتا جارہا ہے اور پارلیمنٹ کے وہ ممبر جو سیاحت ہند کے لئے آتے ہیں ان کو ایسی فضا میں رکھا جاتا ہے جہاں ان کو مسلمانوں سے ملنے کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ اس وجہ سے وہ مسلمانوں کے مفاد کے متعلق کچھ بھی علم کئے بغیر واپس انگلستان چلے جاتے ہیں۔ اس لئے حالات کے پیش نظر لندن میں ایک ایسی پولیٹکل جماعت بنائی جائے جس میں ممبران پارلیمنٹ اور دیگر ایسے صاحب اقتدار لوگ شامل ہوں جو ہندوستانی معاملات سے دلچسپی رکھتے ہوں اور جس کا مقصد یہ ہو کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے مطالبات کے متعلق پارلیمنٹ اور برٹش پبلک کی ہمدردی حاصل کرسکے اور جس طرح نیشنل کانگریس کی دعوت پر وقتاً فوقتاً ممبران پارلیمنٹ ہندوستان آتے ہیں اسی طرح کوشش کرنی چاہئے کہ مناسب اور موزوں ممبران پارلیمنٹ مسلمانوں کی دعوت پر ہندوستان آئیں اور ان کا دورہ ہندوستان کا پروگرام اس طرح مرتب کیا جائے کہ انہیں مسلمان لیڈروں کے ساتھ میل جول کا پورا پورا موقع مل سکے جو مفاد اسلام کے متعلق پوری معلومات بہم پہنچاسکیں۔

(الفضل ۳ اگست ۱۹۲۷ء)

جب ڈاکٹر علامہ محمد اقبال گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن گئے تو مولانا غلام رسول مہر صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ دونوں بیت احمدیہ لندن کی ایک تقریب میں بھی شامل ہوئے اور وہاں امام بیت لندن مولانا فرزند علی خان صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان کی گول میز کانفرنس میں مسلم نمائندوں کے ساتھ تعاون اور مسلم حقوق کے سلسلہ میں ممبران پارلیمنٹ کی ملاقاتوں کا بھی ذکر ہوا تو مولانا غلام رسول مہر صاحب نے امام صاحب کی سیاسی خدمات سے متاثر ہو کر ایک خط لکھا جو اخبار انقلاب میں شائع ہوا۔

"مولانا فرزند علی نہایت خوش اخلاق اور نیک طبع بزرگ ہیں۔ فرائض امامت و تبلیغ کی بجاآوری کے علاوہ مسلمانوں کے جماعتی سیاسی کاموں میں بھی کافی وقت صرف کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے یہاں کے اونچے طبقے میں بہت گہرا اثر رسوخ پیدا کرلیا ہے"۔ (انقلاب: ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

## جداگانہ انتخاب اور مخلوط انتخاب

تحریک پاکستان کا ایک فیصلہ کن موڑ جداگانہ انتخاب کا مطالبہ تھا۔ مسلمانوں کو یہ محسوس ہوگیا تھا کہ جب تک ان کے حلقہ ہائے انتخاب ہندوؤں کے حلقوں کے ساتھ مشترک رہیں گے کوئی ہندو کسی مسلمان کو ووٹ نہیں دے گا۔ اس لئے اسمبلیوں میں مسلمانوں کو کوئی نمائندگی نہیں ملے گی۔ اسی بنیادی مطالبہ نے دراصل تحریک پاکستان کو ایک سیاسی قوت بخشی تھی۔ چنانچہ اتحاد کانفرنس کے سلسلہ میں ستمبر ۱۹۲۷ء میں شملہ میں ہندوستان کی مسلم سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کا ایک اجلاس طلب کیا گیا۔ حضرت مصلح موعود کو بھی اسی اجلاس میں شمولیت کی دعوت دی گئی تھی۔ اس اجلاس کی روداد شاہ ولی اللہ شاہ صاحب بیان کرتے ہیں جو خود بھی اس وفد میں شامل تھے۔

"یہ موسم گرما ۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے۔ ستمبر کا مہینہ تھا۔ تمام صوبوں کے لیڈر شملہ میں اکٹھے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی رائے جداگانہ انتخاب کے حق میں تھی اور آپ کو نہرو رپورٹ، بمبئی کانفرنس اور دہلی کانفرنس کی روئیدادوں کے مطالعہ سے علم ہوچکا تھا کہ کانگریس کا مطمح نظر کیا ہے اور کانگریس کے زیر اثر مسلمان لیڈروں کا رخ کدھر ہے۔ قائد اعظم بھی اس وقت مشترکہ انتخاب کے حق میں تھے..... ہوا کا رخ دیکھتے ہوئے آپ نے انتہائی کوشش کی کہ مسلمان مشترکہ انتخاب کے سراب نما خوشکن نظریہ کے فریب میں نہ آجائیں چنانچہ آپ نے مختلف صوبوں کے لیڈر کو ایک ایک کرکے اپنے ہاں مدعو کیا۔ ہر ایک کے ساتھ فرداً فرداً تبادلہ خیال کرکے ان پر اپنا نقطہ نگاہ واضح کیا۔ اکثر لیڈر اس امر میں آپ کے ہم خیال ہوگئے کہ انتہائی کمزوری کو پہنچے ہوئے مسلمانوں کی حالت سنبھالنے کے لئے جداگانہ انتخاب ہی ضروری ہے۔ مرحوم قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کہلاتے تھے۔ آپ کو بھی کنگزلے میں دعوت چائے دی گئی تھی۔ میں اس وقت دعوت میں موجود تھا۔ آپ نے تبادلہ خیال کے آخر میں فرمایا مرزا صاحب میں نہیں مان سکتا کہ نصب

Digitized By Khilafat Library Rabwah

العین ہمارا یہ ہو کہ ہندوستانی قوم بلند مقام تک جا پہنچے اور اس کا ذریعہ یہ جداگانہ انتخاب ہو؟ قومیت صرف مشترکہ انتخاب کے ذریعہ سے ہی بن سکتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ جہاں تک آئیڈیل (نمائیہ کمالیہ یعنی مقصد اعلیٰ) کا تعلق ہے مشترکہ انتخاب قومیت بنانے کے لئے ضروری ہے مگر یہ اس کا وقت نہیں۔ مسلمان حد درجہ کمزور ہیں۔ وہ مشترکہ انتخاب میں ہندو سرمایہ اور ہندو چالوں کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکیں گے۔

مگر مسٹر محمد علی جناح نہ مانے اور اپنی رائے پر قائم رہے۔ چنانچہ شملہ میں جب آپ کے زیر صدارت آخری اجلاس ہوا اور اس میں مقررین کے موافق دونوں طرح کی تقریریں ہوئیں اور حضرت خلیفہ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی تقریر فرمائی تو اکثر حضرات جداگانہ انتخاب کے حق میں تھے مگر جب رائے حاصل کرنے کا سوال اٹھایا گیا تو صدر جلسہ نے بدیں عذر رائے حاصل کرنے کی ضرورت نہ سمجھی کہ یہ اجلاس باقاعدہ نہیں۔ حاضرین میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو مسلم لیگ کے ممبر نہیں۔ غرض مرحوم قائد اعظم کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کی اکثریت کس طریق انتخاب کے حق میں ہے اور جب انہوں نے اجلاس کے خاتمے پر آخری تقریر کی تو ان کا اٹھنا اور مسکراتے ہوئے یہ کہنا میں کبھی نہیں بھولا کہ مجھے ان تقریروں سے قوم کی اکثریت کا جداگانہ انتخاب کے حق میں ہونا معلوم ہو گیا ہے۔ جب ہندوؤں کے سامنے فیصلہ کرنے کا موقع آئے گا تو میں ان کی اس رائے کا خیال رکھوں گا اور اس شریف انسان نے اپنے اس عہد کو نہایت احتیاط اور کمال دیانتداری سے پورا کیا۔ ایسی احتیاط و دیانتداری سے کہ جس کی مثال آج بہت کم ملتی ہے اور قائد اعظم حضرت خلیفہ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بھی سیاسی جدوجہد کے ہر معاملہ پر آپ کی بروقت راہنمائی اور امداد کی وجہ سے ہمیشہ قدر دان رہے۔ جیسا کہ آپ مرحوم نے نہ صرف خط و کتابت میں اپنے جذبات و تشکر کا اظہار فرمایا"۔ (ہماری ہجرت اور قیام پاکستان: صفحہ ۱۴ تا ۱۶)

## سائمن کمشن

تحریک پاکستان کا ایک اہم مرحلہ سائمن کمیشن تھا۔ ہندوستان کے آئینی مسائل کے حل کے لئے برطانوی حکومت نے ایک کمیشن مقرر کیا۔ ۸ نومبر ۱۹۲۷ء کو قائم ہونے والے اس کمیشن کا مقصد اہل ہند کے مقاصد اور مطالبات کی تحقیقات تھا تاکہ اس رپورٹ کی روشنی میں نئی اصلاحات نافذ کی جاسکیں۔ کمیشن کے ساتوں ممبر انگریز تھے۔ ظاہر ہے ایسے ارکان (ہندوستان جن کا وطن نہیں) ہندوستانی مسائل کے بارے میں ہمدردانہ نقطہ نظر نہیں رکھ سکتے تھے اور مسائل کی روح اور اس کے پس منظر کو نہیں جان سکتے تھے۔ اس لئے کانگریس اور مسلم لیگ نے اس کمیشن کا بائیکاٹ کر دیا۔ حضرت مصلح موعود نے حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ایک کتابچہ "مسلمانان ہند کے امتحان کا وقت" شائع فرما کر مسلمانان ہند کی راہنمائی کے لئے درج ذیل تجاویز پیش کیں۔

۱:۔ انگریزوں کے نزدیک اقلیتوں کی حفاظت کی خاص اہمیت نہیں کیونکہ برطانیہ میں پارٹیوں کی بنیاد سیاسی خیالات پر ہوتی ہے مگر ہندوستان کی پارٹیوں کی بنیاد مذہب ہے۔ اس لئے اقلیتوں کی حفاظت پر زور دینا چاہئے۔

۲:۔ دوسری اقلیتوں کو بھی کمشن کے سامنے اپنے حقوق اور مطالبات پیش کرنے میں مدد دیں تاکہ ہندوؤں کی اجارہ داری ختم ہو۔

۳:۔ جداگانہ انتخاب کو ہندوستان کے اساسی قانون میں درج کیا جائے۔

۴:۔ پنجاب اور بنگال کے صوبوں میں مسلمانوں کو اس قدر حقوق دیئے جائیں کہ ان کی کثرت قلت میں نہ بدل جائے۔

۵:۔ صوبہ سرحد کو باقاعدہ صوبہ بنایا جائے اور سندھ کو بمبئی سے علیحدہ صوبہ بنایا جائے۔

۶:۔ مذہبی آزادی دی جائے۔

۷:۔ زبان کسی قوم کی ترقی کا اہم ذریعہ ہوتی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اردو زبان حاصل کرنے کی پوری آزادی ہونی چاہئے۔

حضور نے یہ رسالہ اردو اور انگریزی میں شائع فرمایا اور اس کی وسیع پیمانے پر اشاعت فرمائی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کا کثیر طبقہ کمیشن سے تعاون کرنے کو ضروری سمجھنے لگا۔ حضرت مصلح موعود نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ کمیشن کا بائیکاٹ نہ کریں۔ حضور نے یہ دلیل دی کہ ہندوؤں کے مطالبات سے انگریز اچھی طرح واقف ہیں

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کیونکہ موتی لال نہرو اور سائمن کئی ماہ اکٹھے رہ چکے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو اپنا نقطہ نظر کمیشن کے سامنے ضرور پیش کرنا چاہئے۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے کمیشن کے لئے احمدیہ وفد تیار کیا جو مسلمانان ہند کے حقوق کے لئے کمیشن کو تجاویز پیش کرے۔ احمدیہ وفد ایک مرتبہ گورداسپور میں کمیشن کے سامنے پیش ہوا جو درج ذیل ممبران پر مشتمل تھا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب۔ حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔

احمدیہ وفد دوسری بار کمیشن کے سامنے لاہور میں پیش ہوا۔ اس وفد میں پنجاب کے مختلف حصوں سے سولہ نمائندے شامل ہوئے۔ جماعت احمدیہ کے کمیشن کے سامنے پیش ہونے پر مسلم لیگ کے سر شفیع گروپ نے بھی کمیشن سے تعاون کا ارادہ کرلیا۔

**نہرو رپورٹ:۔** کانگریس کے سائمن کمشن کے بائیکاٹ کے نتیجہ میں مسٹر برکن ہڈ وزیر ہند نے ایک بیان دیا کہ ہندوستانی اس وجہ سے منقسم ہیں کہ وہ کسی متحدہ دستور اساسی پر متفق نہیں ہوسکتے اور کہا اگر وہ حکومت کے قائم کردہ کمیشن کا بائیکاٹ کرتے ہیں تو خود ہندوستان کے لئے مناسب دستور کا خاکہ تیار کرکے دکھادیں۔

کانگریس نے اس چیلنج کو قبول کرلیا۔ ۱۲ فروری ۱۹۲۸ء کو آل پارٹیز کانفرنس طلب کی گئی جس میں ایک کمیٹی کا قیام عمل میں آیا جو دستور مرتب کرے۔ اس کمیٹی نے جو رپورٹ مرتب کی بعد میں وہ نہرو رپورٹ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ رپورٹ خالص ہندوؤں کے نقطہ نظر سے تیار کی گئی تھی۔ بعد ازاں ایک کمیٹی نے اس رپورٹ کی منظوری دی۔ اس کمیٹی میں مسلمانوں کے دو اہم نمائندے مولانا شوکت علی صاحب اور مولانا حسرت موہانی صاحب تھے۔ رپورٹ کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

۱:۔ ملک کا نظام وفاق کی بجائے واحدانی تجویز کیا گیا ہے (تاکہ مرکزی حکومت جو ہندوؤں کی ہوگی وہ صوبائی حکومتوں پر دباؤ ڈالنے کی پوزیشن میں ہمیشہ قائم رہے۔ ناقل)

۲:۔ مخلوط انتخابات کا نظام رائج کیا جائے۔ اس سے متحدہ قومیت ہوتی ہے۔(یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ مسلمان مخلوط انتخاب کو قبول کرلیں)۔

۳:۔ سندھ کو بمبئی سے الگ کر کے مستقل صوبہ بنایا جائے۔

۴:۔ سرحد اور بلوچستان کو جہاں پہلے ریذیڈنسی سسٹم نافذ تھا اس کی جگہ سرحد اور بلوچستان کو صوبائی اختیارات دے کر دوسرے صوبوں کے مساوی درجہ دے دیا جائے۔

۵:۔ مسلمانوں کو مرکز میں ۱/۳ یعنی ایک تہائی نمائندگی دی جائے۔

۱۴ دسمبر کو آل پارٹیز کانفرنس میں اس رپورٹ کی حتمی توثیق کر دی گئی۔ اس کانفرنس میں مسلم لیگ کا ۲۳ ارکان پر مشتمل وفد مسٹر جناح کی قیادت میں شریک ہوا۔ مولانا محمد علی جوہر بطور کانگریس کے سابق صدر کے شامل تھے۔ جب مسٹر جناح نے اپنی ترمیمی تجاویز پیش کیں تو انہیں نہایت سختی سے مسترد کردیا گیا۔

رپورٹ کی منظوری کے بعد حکومت کو نوٹس دیا گیا کہ اگر ۳۱ دسمبر ۱۹۲۹ء تک رپورٹ کو منظور نہ کیا گیا تو سول نافرمانی شروع کردی جائے گی۔

## نہرو رپورٹ پر تبصرہ

حضرت مصلح موعود کی دور اندیش نگاہیں فوراً اس رپورٹ کے نتائج اور عواقب کو بھانپ گئیں۔ چنانچہ حضور نے اس رپورٹ پر تبصرہ لکھا۔ اس کے نمایاں سات نکات درج ذیل ہیں۔

۱:۔ حکومت کا طریق فیڈرل یا وفاقی ہو۔

۲:۔ جن صوبوں میں کسی قوم کی اقلیت کمزور ہو اسے اپنے حق سے زیادہ ممبریاں دی جائیں۔

۳:۔ کم از کم پنجاب اور بنگال میں جداگانہ طریق انتخاب جاری رہے۔

۴:۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کو دوسرے صوبوں کے برابر حقوق دیئے جائیں اور سندھ کو الگ صوبہ بنایا جائے۔

۵:۔ کسی صوبہ میں بھی اکثریت کو اقلیت کی زبان یا اس کی طرز تحریر میں مداخلت کا حق حاصل نہ ہو۔

۶:۔ حکومت مذہب یا مذہب کی تبلیغ میں دخل دینے کی مجاز نہ ہو۔

۷:۔ ان حقوق کو دستور اساسی میں اس وقت تک نہ بدلا جاسکے جب تک منتخب شدہ ممبروں میں سے ۲/۳ اس کے بدلنے کی رائے نہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

دیں۔

چونکہ نہرو رپورٹ شائع ہو کر انگلستان اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ تک پہنچ چکی تھی اس لئے امام جماعت احمدیہ نے "مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ" کے عنوان سے کتاب تصنیف فرمائی۔ جس میں مسلمانوں کے مطالبات کو ناقابل تردید دلائل کے ساتھ معقول ہونا ثابت کیا اور نہرو رپورٹ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ اس کتاب کے انگریزی ایڈیشن کی انگلستان میں وسیع پیمانے پر اشاعت کی گئی۔ آکسفورڈ یونیورسٹی ہال میں ایک india today کے موضوع پر تقریریں کی گئیں۔ جس میں امام بیت لندن مولانا جلال الدین شمس صاحب نے بھی مقالہ پڑھا۔ صدر جلسہ مسٹر فلپس نے اپنے صدارتی ریمارکس میں کہا کہ "ہم نے جس قدر تقریریں سنی ہیں ان سب سے یہ تقریر زیادہ ٹھوس اور جامع ہے"۔ سر ہنری نے جو گورنمنٹ کے معزز عہدہ پر فائز تھے کہا یہ وجوہات نہایت ہی مفید ہیں اور ہر جگہ کی اقلیتوں کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے مشعل راہ بن سکتی ہیں۔ اسی طرح نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے خلاف اثر کو زائل کرنے کی کامیاب کوششیں کی گئیں اور نہرو ہندوستان کے مسلمانوں کے حقوق غصب کرنے کی کوشش میں بری طرح ناکام ہوئے۔

## مسلمانوں سے خطاب

ہندوؤں کی بھرپور کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کا جداگانہ انتخاب کا مطالبہ تسلیم نہ ہونے پائے۔ جماعت احمدیہ مسلمانوں کے اس مطالبے کو منظور کرانے میں ہمیشہ پیش پیش رہی۔ چنانچہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے ان مسلمانوں کو جو ہندوؤں کے زیر اثر مخلوط انتخاب کے حامی تھے مخاطب کرتے ہوئے نہرو رپورٹ پر اپنے تبصرے میں بروقت انتباہ کیا کہ

"میں یہ نہیں کہتا کہ ہندوستان کی آزادی کیلئے کوشش نہ کرو جب کہ انگلستان نے فیصلہ کر دیا ہے کہ ہندوستان کو نیابتی حکومت کا حق ہے اس لئے جو جائز کوشش کی جائے اس میں اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ شریک ہوں مگر جو چیز مجھ پر گراں ہے اور میرے دل کو بٹھائے دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے حقوق کی حفاظت کئے بغیر آئندہ طریق حکومت پر راضی ہو جائیں اس کے نتائج نہایت تلخ اور نہایت خطرناک نکلیں گے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ جب تک کہ دونوں مسلم لیگیوں کی پیش کردہ تجاویز کو قبول نہ کر لیا جائے اس وقت تک وہ کسی صورت میں بھی سمجھوتے پر راضی نہ ہوں۔ ورنہ جو خطرناک صورت پیدا ہوگی اس کا تصور کر کے بھی دل کانپتا ہے۔"

## مسلمانوں کیلئے آئندہ طریق عمل کی راہنمائی

مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ صفحہ ۳۶ پر تبصرہ کے آخر میں حضور نے مسلمانوں کے سامنے طریق عمل رکھا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے چنانچہ اس سلسلہ میں حضور نے مندرجہ ذیل تجاویز پیش فرمائیں۔

۱۔ مسلمان اپنے مطالبات میں بعض اہم باتوں کو نظر انداز کر رہے ہیں جن پر انہیں اسلامی نقطہ نگاہ سے غور کرنا ضروری ہے۔

۲۔ نہرو کمیٹی گورنمنٹ کے حلقوں میں ایک خاص جنبش پیدا کرنے میں کامیاب ہوگی اس لئے ضروری ہے کہ شہر اور قصبے میں جلسے کر کے یہ ریزولیوشن پاس کئے جائیں کہ ہم نہرو کمیٹی کی رپورٹ سے متفق نہیں ان جلسوں کی رپورٹس گورنمنٹ کے پاس بھی بھیجی جائیں۔

۳۔ جمہور مسلمانوں کو نہرو رپورٹ کی خرابیوں سے آگاہ کیا جائے اور ہر شہر ہر قصبے اور ہر گاؤں میں اس کے لئے جلسے منعقد ہوں اس تحریک کی کامیابی کیلئے جمہور کا پشت پر ہونا ضروری ہے۔

۴۔ انگلستان کی رائے عامہ پر بھی اثر ڈالنے کی کوشش کرنی چاہئے تا اسے معلوم ہو کہ نہرو رپورٹ لکھنے والے فرقہ وارانہ تعصب سے بالا نہیں رہ سکے۔

حضور نے وعدہ فرمایا کہ

"میں اور احمدیہ جماعت اس معاملہ میں باقی تمام مسلمان فرقوں کے ساتھ مل کر ہر قسم کی جدوجہد کرنے کیلئے تیار ہیں اور میں احمدیہ جماعت کے مضبوط نظام کو اس اسلامی کام کی اعانت کیلئے تمام جائز صورتوں میں لگا دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔"

(مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ صفحہ ۱۱۶)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# پاکستان کا تصور

جہاں آپ نے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کی تجاویز بیان فرمائیں وہاں آپ نے مسلمانان ہند کے حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھا۔

"پس موجودہ صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں نے چاہا تھا کہ پنجاب بنگال سرحدی صوبہ سندھ اور بلوچستان آزاد اور خود مختار اسلامی صوبے ہوں۔...... اب میں بتانا چاہتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کا مطالبہ ضروری تھا سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس امر کی ضرورت کو تمام دنیا تسلیم کر چکی ہے کہ جن اقوام کے مذہب اور تمدن میں اختلاف ہو انہیں آزادانہ نشوونما کا موقع ضرور ملنا چاہئے ورنہ فساد اور فتنے کا دروازہ وسیع ہو جاتا ہے اور صلح اور امن حاصل نہیں ہوتا۔" (صفحہ ۶۸)

پھر ہندوستان کی فیڈریشن میں پانچ خود مختار اسلامی صوبوں کی تجویز پیش کی اور زیکوسلویکا میں نافذ فیڈریشن کی ایک نئی مثال دیتے ہوئے کہا۔

"زیکوسلویکا جس میں نئی قسم کا تجربہ کیا گیا ہے یعنی سارے ملک میں تو فیڈریشن نہیں ہے لیکن او تھینیا کے علاقہ کو ان لوگوں کے خوف کی وجہ سے کامل خود مختاری حکومت دے دی گئی ہے جس کو کبھی مٹانہ سکنے کا عہد چیکوسلواکیہ نے کیا ہے۔ مسلمانوں کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اگر اس طریق پر ہندو راضی ہو جائیں یعنی پانچوں مسلم صوبے فیڈریشن کے اصول پر ہندوستان سے ملحق رہیں اور ہندو صوبے مضبوط مرکزی حکومت کے ماتحت رہیں۔" (صفحہ ۶۴)

مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تجویز کے متعلق ریاض صدیقی صاحب نے لکھا:۔

"اس سال ۱۹۲۸ء نہرو رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے قادیانی فرقے کے راہنماء مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ایک واضح تجویز پیش کی۔ بنگال..... شمال مغربی علاقوں پر مشتمل ایک آزاد مسلمان علاقہ قائم کرنے کا مشورہ دیا...... اقبال کا خطبہ الہ آباد اسی تجویز کی تعبیر و تشریح ہے۔" (قرارداد پاکستان کا پس منظر صفحہ ۳۶)

حضرت مصلح موعود کی آل پارٹیز کانفرنس شملہ میں تقریر اور آپ کے لیکچروں سے جو آپ نے مسلمانوں کی راہنمائی اور ان کی تنظیم اور ان کے حقوق کیلئے مسلمانوں کے نامور لیڈر مولانا محمد علی جوہر صاحب بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے حضور کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے اخبار ہمدرد میں لکھا۔

"ناشکری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کیلئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جب کہ اسلام کیلئے بالعموم اور ان اشخاص کیلئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ و درباطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔ جن جن اصحاب کو جماعت احمدیہ کے اس جلسہ عام میں جس میں مرزا صاحب موصوف نے اپنے عزائم اور طریق کار پر اظہار خیالات فرمایا ہے شرکت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ ہمارے خیال کی تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔" (ہمدرد ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

اسی طرح اخبار مشرق گورکھپور نے لکھا:۔

"اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں کے ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرون اولی کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں ہے اور خالص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے۔"

(مشرق ۲۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

## "ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل"

تحریک پاکستان کا ایک اہم مرحلہ گول میز کانفرنس تھی۔ نومبر ۱۹۳۰ء کو پہلی گول میز کانفرنس ہونا قرار پائی اور حکومت نے اعلان کیا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کہ کانفرنس میں کوئی خاص سکیم غور کرنے کیلئے معین نہیں کی جائے گی۔ مگر امام جماعت احمدیہ نے اپنی روحانی اور سیاسی فراست سے آنے والے حالات کو بھانپ لیا اور آپ نے اہل ہند اور خصوصاً مسلمانوں کی راہنمائی کیلئے "ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل" نامی کتاب لکھی اور اردو اور انگریزی میں اس کی اشاعت ہوئی۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے لکھا:۔

"تبصرہ کے چند مقامات کا میں نے مطالعہ کیا ہے نہایت عمدہ اور جامع ہے۔"

اخبار انقلاب نے لکھا:۔

"جناب مرزا صاحب نے اس تبصرہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے جو بڑی بڑی اسلامی جماعتوں کا کام تھا جو مرزا صاحب نے انجام دیا۔" (انقلاب ۱۶ نومبر ۱۹۳۰ء)

مولانا غلام رسول مہر صاحب مدیر سیاست نے لکھا:۔

"مذہبی اختلافات کی بات چھوڑ کر دیکھیں تو جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے میدان تصنیف و تالیف میں جو کام کیا ہے بلحاظ ضخامت و افادہ ہر تعریف کا مستحق ہے اور سیاست میں اپنی جماعت کو عام مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو چلاتے ہیں۔ آپ نے جس اصول عمل کی ابتداء کر کے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب بنایا ہے وہ بھی ہر شفقت مزاج مسلمان اور حق شناس انسان سے خراج تحسین وصول کر کے رہتا ہے۔ آپ کی سیاست کا ایک زمانہ قائل ہے اور نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کی مجتمع کرنے میں مسائل حاضرہ پر اسلامی نقطہ نگاہ سے مدلل استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں آپ نے بہت ہی قابل تعریف کام کیا ہے۔"

ایڈیٹر اخبار "ہمت" لکھنؤ نے حضرت مصلح موعود اور جماعت احمدیہ کی اس خدمت کو سراہتے ہوئے لکھا:۔

"ہمارے خیال میں اس قدر ضخیم کتاب کا اتنی قلیل مدت میں اردو میں لکھا جانا انگریزی میں ترجمہ ہو کر طبع ہونا اغلاط کی درستی پروف کی صحت اور اس سے متعلق سینکڑوں دقتوں کے باوجود تکمیل پانا اور فضائی ڈاک پہ لندن روانہ کیا جانا اس کا بین ثبوت ہے کہ مسلمانوں میں بھی ایک ایسی جماعت ہے جو اپنے نقطہ نظر کے مطابق اپنے فرائض سمجھ کر وقت پر انجام دیتی ہے اور نہایت مستعدی اور تندہی کے ساتھ۔"

(ہمت لکھنؤ ۵ دسمبر ۱۹۳۰ء)

بقیہ از صفحہ ۵۵

## کمرشل بینک

الائیڈ بینک آف پاکستان، عسکری کمرشل بینک، بینک الحبیب، بینک آف خیبر، بینک آف پنجاب، بولان بینک، حبیب بینک، حبیب کریڈٹ اینڈ ایکسچینج، انڈس بینک، مہران بینک، میٹروپولیٹن بینک، مسلم کمرشل بینک، نیشنل بینک آف پاکستان، پلاٹینم کمرشل بینک، پرائم کمرشل بینک، پرنس کمرشل بینک، یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ Union Bank، Soneri Bank، Schon Bank اس کے علاوہ ۱۸ بڑے بڑے غیر ملکی بینک بھی کام کر رہے ہیں۔

## ٹورازم سیاحت

پاکستان کے مختلف علاقوں میں غیر ملکی سیاح ہر سال آتے ہیں۔ ان کے علاقوں میں ہمالیہ، شمالی علاقہ جات نیلم و سیرن وادی وغیرہ شامل ہیں۔ ۹۵-۱۹۹۴/ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۲۳۹۸۸۹ سیاح پاکستان آئے۔ پاکستان ٹورازم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کا دفتر اسلام آباد میں ہے۔

ماخذ

1_World Almamics 97

2_ Pc Globe inc. Temp. A2, USA 91_92 (Software)

3_ The Europa world year Book 96, London
Europe Publishers Limited 1996. vol_2 pp:2458_86
ISBN: 1_85743_020_4

Digitized By Khilafat Library Rabwah


UN MATCHABLE EXPERTISE IN

SCREEN PRINTING

- GIVE AWAY ITEMS
- NAME PLATES
- MONOGRAMS
- PANEL PLATES
- STICKERS
- RADIO, TV. & CLOCK DIALS

LATEST TECHNIQUE

COLOUR & HALFTONE PRINTING ON ALUMINIUM METAL & PLASTIC ETC.

اعلیٰ فنی مہارت • جدید جاپانی مشینیں • تربیت یافتہ عملے کی زیر نگرانی

مونوگرام • واشنگ مشین پینل پلیٹیں • سٹکرز • ریڈیو • ٹی وی • کلاک ڈائلز

معیار اور قیمت کے لیے ہم پر اعتماد کیجئے۔

اور ہر قسم کی نیم پلیٹیں بنانے کے ماہر

سکرین پرنٹنگ کی دنیا میں منفرد نام

خان نیم پلیٹس

ھاوس نمبر ۵ بلاک نمبر ۱۴ سیکٹر بی۔ون کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون: 844862 5/50862
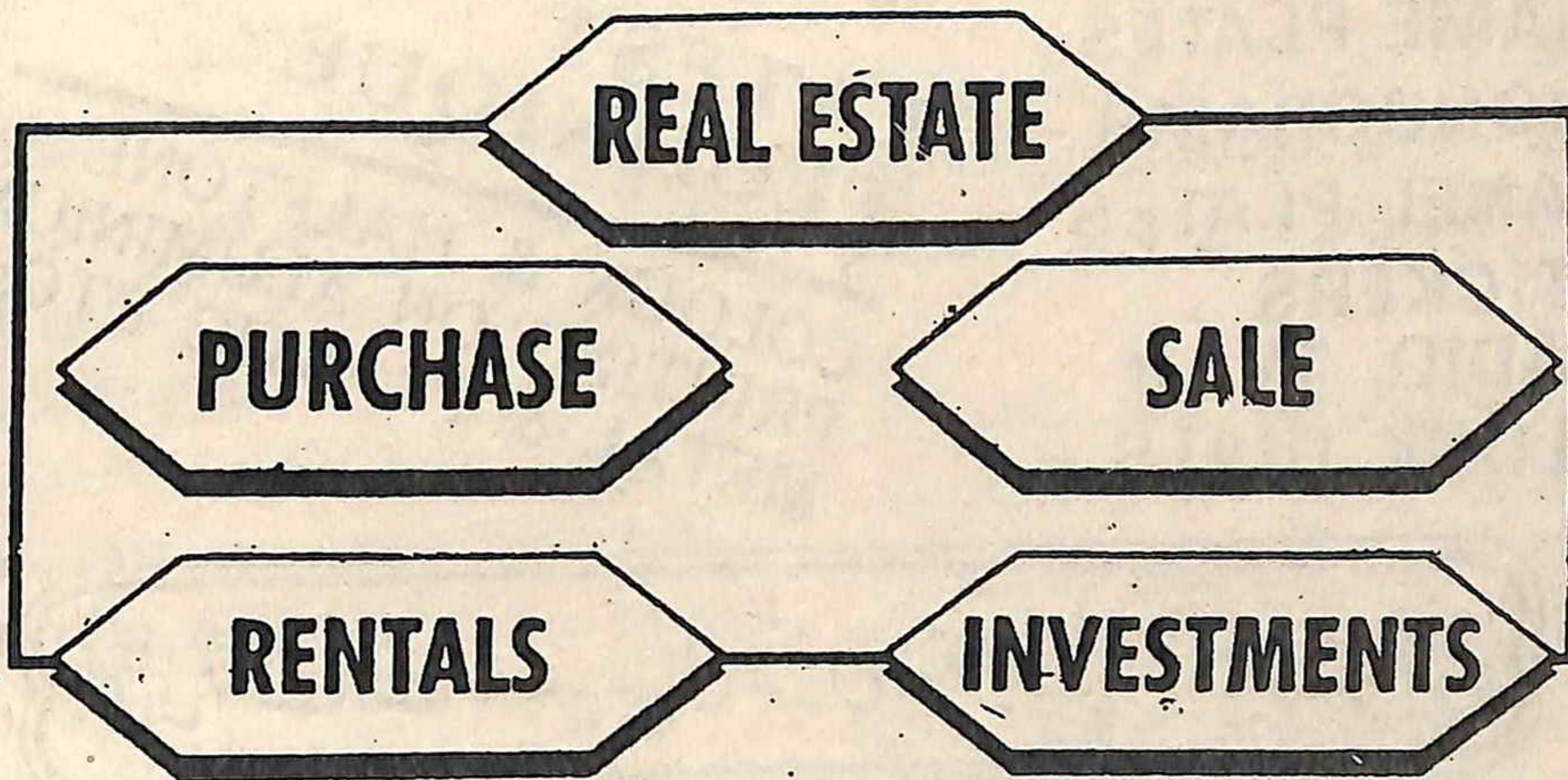
# Roop Singhar

**Choori & Beauty Centre**

Propreitor:

**MEHBOOB**

Satiana Road, Faisalabad
(Pakistan)

Ph:- 7144 53

# Keepa Ladies
TAILORS & BOTIQUE

Tanveer Ahmed Nasir

D-Ground, Peoples Colony,
Commercial Area,
Faisalabad.

☎ D-Ground 46263
48285
☎ Ripple Plaza 727797


Digitized By Khilafat Library Rabwah


**Dr. Sajjad Hassan Khan**

M.Sc. (Biochem.) D. H. M. S
D. Rad. (U. K) D. Hom. (Mexico)
M. F. HOM. (Malaysia)
R. H. M. P

**MORNING:** 15-KRISHNA STREET, MOHNI ROAD, LAHORE. (PAKISTAN) TEL:(0092-42-7244996)

**EVENING:** 13-G. WAHDAT ROAD. OPP ABBPARA MARKET. LAHORE. TEL: (0092-42-7583267)

# ELITE HOMOEO CLINICS

MEDICAL OFFICER

AGRICULTURAL DEVELOPMENT BANK OF PAKISTAN
STATE LIFE INSURANCE CORPORATION OF PAKISTAN
NATIONAL BANK OF PAKISTAN
STATE BANK OF PAKISTAN
NES PAK

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# آزادیٔ وطن

قلب و نظر کی شمعیں فروزاں کریں گے ہم
یوں اہتمامِ جشنِ بہاراں کریں گے ہم

گائیں گے ارضِ پاک کے نغمے تمام عمر
اب اس لگن کو جزوِ رگِ جاں کریں گے ہم

خونِ جگر سے اس کے سجائیں گے بام و در
اس کی روش روش کو گلستاں کریں گے ہم

ذرّوں کو دے کے سوزِ محبت کی آب و تاب
ذرّوں کو رشکِ مہرِ درخشاں کریں گے ہم

اے امن و عافیت کے مقدس تریں حصار
تیری جبیں پہ نور کی افشاں کریں گے ہم

دشمن کی کیا مجال کہ ڈالے ادھر نظر
تجھ پر نثار اپنے دل و جاں کریں گے ہم

ثاقبؔ بہ فیضِ دولتِ آزادیٔ وطن
آج اپنے غم کدے میں چراغاں کریں گے ہم

از ثاقب زیروی۔ لاہور

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# پاکستان — ایک شماریاتی جائزہ

(مکرم احمد طاہر مرزا صاحب - ایم۔ایل۔ایس سی)

اسلامی جمہوریہ پاکستان آزادی کے پچاسویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔ پروردگار عالم سے دعا ہے کہ یہ وطن عزیز ابد تک پائندہ اور آباد رہے۔ اس مضمون کی وساطت سے وطن عزیز کا شماریاتی جائزہ پیش ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان جو کہ جنوبی ایشیائی ممالک میں شامل ہے اس کے مشرق میں بھارت مغرب میں افغانستان ایران اور شمال مشرق سے چین کے ساتھ سرحد ملتی ہے۔

اس کی آب و ہوا خشک ہے۔ اس کا موسم گرم رہتا ہے اور درجہ حرات عموماً 27 C (80 F) ڈگری رہتا ہے سوائے پہاڑی علاقوں اور شمالی علاقہ جات کے جیسے کاغان، ناران، وادی نیلم وغیرہ۔ کراچی کا درجہ حرارت ۱۳ سے ۳۴ سنٹی گریڈ تک رہتا ہے۔ کوئٹہ میں نسبتاً زیادہ سردی اور کم گرمی پڑتی ہے۔

## زبانیں

انگریزی اور اردو دفتری زبان ہے جب کہ ملک میں دوسری بولی اور سمجھی جانے والی زبانیں پنجابی، سندھی، سرائیکی، پشتو، ہندکو وغیرہ ہیں۔

اکثریت سنی مسلمان ہیں۔ اہل سنت، اہلحدیث، دیوبندی، شعیہ وغیرھم ۷۷ فی صد۔ اس کے علاوہ عیسائی، ہندو اور بہائی مذہب کے پیروکار ہیں۔

## آبادی

۱۹۸۱ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی آبادی 84'253'644 تھی۔ ۱۹۹۲ء کے اعداد و شمار کے مطابق کل آبادی 117'490'000 تھی۔ جس میں مرد حضرات 61'682000۔ عورتیں 55'858000۔ عمر کا تناسب مرد ۵۶ سال اور عورت کا ۵۷ سال۔

## شرح پیدائش و اموات سالانہ اوسط

### (اندازاً ۱۹۹۴ء)

شرح پیدائش فی ایک ہزار 85--1980 میں 44.5۔ 90-1985 میں 44.1۔ 95-1990 میں 40.9 تھی۔

شرح اموات فی ایک ہزار 85--1980 میں 12.4۔ 90-1985 میں 10.8۔ 95-1990 میں 9.3 تھی۔

## تعلیم

۱۹۹۳ء-۹۴-۹۵ کے اعداد و شمار کے مطابق پری پرائمری و پرائمری سکولوں کی تعداد ۱۵۶۴۵۰، اساتذہ ۳۸۳۴۰۰۰، طلباء ۱۵۵۳۲۰۰۰، مڈل سکول ۱۲۶۳۸، اساتذہ ۹۸۴۰۰، طلباء ۳۸۴۵۰۰۰، سیکنڈری سکول ۱۱۴۳۵، اساتذہ ۱۹۶۵۰۰، ۱۳۵۴۰۰۰، ہائر سیکنڈری سکول ۷۱۲، اساتذہ ۶۸۵۰، طلباء ۹۲۰۰۰، آرٹ و سائنس کالجز ۶۸۰، اساتذہ ۱۸۶۹۰، طلباء ۵۹۵۰۰۰، پروفیشل کالجز ۱۰۰، اساتذہ ۴۷۰۰، طلباء ۷۷۱۸۶، یونیورسٹیاں ۲۴، اساتذہ ۶۲۵۸ طلباء ۸۵۶۳۵، شرح خواندگی ۲۶ فیصد

Digitized By Khilafat Library Rabwah

## پاکستان کی انتظامی تقسیم

صوبہ بلوچستان ۳۴۷۱۹۰ مربع کلومیٹر آبادی ۴۳۳۲۳۷۶

شمالی مغربی سرحدی صوبہ ۷۴۵۲۱ مربع کلومیٹر آبادی ۱۱۰۶۱۳۲۸

صوبہ پنجاب ۲۰۵۳۴۴ مربع کلومیٹر آبادی ۴۷۲۹۲۴۴۱

صوبہ سندھ ۱۴۰۹۱۴ مربع کلومیٹر آباد ۱۹۰۲۸۶۶۶

قبائلی علاقہ جات ۲۷۲۲۰ مربع کلومیٹر ۲۱۹۸۵۴۷

علاقہ اسلام آباد ۹۰۶ مربع کلومیٹر ۳۴۰۲۸۶

ٹوٹل: ۷۹۶۰۹۵ مربع کلومیٹر کل آبادی: ۸۴۲۵۳۶۴۴

نوٹ:۔ یہ اعداد و شمار ۱۹۸۱ء کے ہیں۔

## بڑے بڑے شہر

کراچی، لاہور، فیصل آباد، راولپنڈی، حیدر آباد، ملتان، گوجرانوالہ، پشاور، سیالکوٹ، سرگودھا، کوئٹہ، جھنگ، بہاولپور

## طبی سہولیات

ہسپتال ۸۹۵۔ ‘۴۷ ۱۳۱۲ افراد کیلئے ایک ہسپتال دستیاب ہے

ہسپتال بستر ۷۱ ‘۶۴۴ ۱۸۲۲ افراد کیلئے ایک ہسپتال بستر دستیاب ہے

ڈاکٹر ۵۵۲۳۸ ‘۷ ۲۱۲ افراد کیلئے ایک ڈاکٹر دستیاب ہے

ڈینٹسٹ ۱۷۳۴ ‘۷ ۶۷۷۵ افراد کیلئے ایک ڈینٹسٹ دستیاب ہے

فارماسسٹ ۲۷۸۵ ‘۷ ۴۲۱۸ افراد کیلئے ایک فارماسسٹ دستیاب ہے

نرسز ۱۷۷۳۱ ‘ ۶۶۲۶ افراد کیلئے ایک نرس۔ نوٹ: ۱۹۹۵ء اور ۱۹۹۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۵۰ ہزار سے زائد لیڈی ہیلتھ ورکرز اس کے علاوہ ہیں۔

## سیاسی تنظیمیں

آل پاکستان جموں اینڈ کشمیر کانفرنس، عوامی نیشنل پارٹی، عوامی تحریک، عوامی قیادت پارٹی، بلوچستان نیشنل الائنس، حزب جہاد، اسلامی جمہوری محاذ، جمیعت علمائے اسلام، مہاجر قومی موومنٹ، متحدہ دینی محاذ، نیشنل ڈیموکریٹک الائنس، پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی، پاکستان نیشنل پارٹی، پختون خواہ ملی عوامی پارٹی، پاکستان عوامی اتحاد، پاکستان اسلامک فرنٹ، جماعت اسلامی پاکستان، پاکستان خاکسار تحریک، پاکستان مسلم لیگ، جونیجو گروپ، پاکستان مسلم لیگ قاسم گروپ، پنجابی پختون اتحاد، پاکستان پیپلزپارٹی، سندھ نیشنل الائنس، سپاہ صحابہ پاکستان، تحریک استقلال، تحریک اتحاد، تحریک جعفریہ پاکستان، یونائیٹڈ نیشنل الائنس، پاکستان تحریک انصاف۔ اس کے علاوہ اور چھوٹی چھوٹی سیاسی پارٹیاں بھی ہیں۔

## پاکستانی پریس

۱۹۸۸ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں ۱۷۷ روزنامہ اخبارات، ۳۶۸ ہفت روزہ یا ہفتہ میں دو دفعہ چھپنے والے اخبارات و رسائل، ۷۷ ‘۶ پندرہ روزہ رسائل، ۷ ‘۴ ۳ سہ ماہی رسائل۔

## چند بڑے روزنامہ اخبارات و رسائل

الاخبار، Pakistan Observer، The Muslim، آغاز، امن، Business Records، روزنامہ عوام، روزنامہ بیوپار، روزنامہ انتخاب، روزنامہ جنگ، روزنامہ خبریں، روزنامہ محاسبہ، Daily News، روزنامہ سندھی جاگ، روزنامہ سپیشل، dawn، روزنامہ دیانت، ایوننگ ٹائم، Post، The Fianance، Fiananical، حریت، انقلاب، جاگو، جسارت، Leader، مزدور، ملت، نیوٹائمز، The News International، Parliament، پبلک، قومی اخبار، روزنامہ سپیشل، سویرا، Sindh Express، وطن، مغربی پاکستان، مشرق، پاکستان ڈیلی، نجات، وفاق، پاکستان صحافت، تصویر پاکستان، شام، آجکل، دن، The News، Pakistan Times۔

اس کے علاوہ دوسرے شہروں جیسے ربوہ سے روزنامہ الفضل، فیصل آباد سے ڈیلی رپورٹ، پشاور سرحد سے The Frontier Post اور دوسرے شہروں سے ۳۰ سے زائد اخبارات نکلتے ہیں۔

ہفت روزہ:۔ ۱۹۹۰ء کے اعداد و شمار کے مطابق بطور نمونہ چند ایک

Digitized By Khilafat Library Rabwah

درج ذیل ہیں۔
آج کل، اخبار جہاں، عمل، عوام، بادبان، انصاف، لاہور، محور، جسارت، پربت، پاک کشمیر، قلندر، The Friday Time،
The Muslim World
رسائل، ڈائجسٹ وغیرہ:۔ آداب عرض، عالمی ڈائجسٹ، افشاں ڈائجسٹ، اخبار وطن، البلاغ، المعارف، آنچل، بچوں کا رسالہ، باغ، چاند، خالد، تشحیذ الاذہان، انصار اللہ، مصباح، پاسبان، کرن، حور، اسلامی جمہوریہ، ہونہار پاکستان، خواتین ڈائجسٹ، اردو ڈائجسٹ، سیارہ ڈائجسٹ، مسرت ڈائجسٹ، سائنس میگزین
اس کے علاوہ شوبز کے ۱۰۰ سے زائد پندرہ یا ماہانہ رسائل نکلتے ہیں۔

## نیوز ایجنسی

APP _Associated Press of Pakistan

INP_Independent News of Pakistan

NNA_National News Agencies

NNI_News Network International

PPI_Pakistan Press International

UPP_United Press of Pakistan

پبلشرز:۔ ایک جائزہ کے مطابق پاکستان میں ۱۵۰ سے زائد پبلشرز ہیں۔

## ریڈیو

ریڈیو:۔ پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن
علاقائی سٹیشن: ایبٹ آباد، بہاولپور، چترال، ڈی آئی جی خان، فیصل آباد، گلگت، حیدر آباد، اسلام آباد، کراچی، خیرپور، خضدار، لاہور، لاڑکانہ، ملتان، پشاور، کوئٹہ، راولپنڈی، سبی، سکردو اور تربت
FM_100: کراچی، لاہور، اسلام آباد

## ٹیلی ویژن

پی ٹی وی: اسلام آباد، لاہور، کراچی، فیصل آباد، حیدر آباد، کوئٹہ
PTV2: اسلام آباد، کراچی، لاہور، فیصل آباد، پشاور، کوئٹہ ۱۹۹۶ء میں PTV2 کی علاقائی نشریات کا آغاز ہوا۔
STN، PTN اسلام آباد، کراچی، لاہور، فیصل آباد، اور پشاور STN سے CNN براہ راست دکھایا جاتا ہے۔

## زراعت

پاکستان کی بڑی بڑی زرعی پیداوار گندم، چاول، گنا، تمباکو، سورج مکھی، کپاس، مکئی ہیں۔
پھل:۔ سیب، کینو، سنگترہ، خوبانی، کیلا، انار، انگور، تربوز، خربوزہ وغیرہ
صنعت:۔ زیادہ تر سوتی کپڑا کی صنعت، چینی، گھی، تیل، سیمنٹ، یوریا، فاسفیٹ، امونیم سلفیٹ، سلفیورک ایسڈ، سوڈا ایش، کاسٹک سوڈا، کلورین گیس اور سگریٹ سازی کی صنعتیں ہیں۔

## برامدات در آمدات

مشہور برامدات کپاس اور کپڑے کی مصنوعات، گارمنٹس، چاول، چمڑا اور چمڑے کی مصنوعات، اونی قالین، سینتھیٹک ٹیکسٹائل، مچھلی، کھیلوں کا سامان، پٹرولیم کی مصنوعات وغیرہ
در آمدات:۔ مشینری، پٹرولیم، کیمکلز، الیکٹرانکس، گاڑیاں، تیل، لوہا، سٹیل، الیکٹریکل مصنوعات، کھادیں، چائے وغیرہ

## بینک

۱۹۷۴ء میں ڈومیسٹک بینک قومیائے گئے۔ ۱۹۹۰ء میں گورنمنٹ نے اعلان کیا کہ پانچ کمرشل بینکوں کو پرائیوٹ ملکیت میں دے دیا جائے گا۔ ۱۹۹۱ء کے اواخر میں مسلم کمرشل بینک اور الائیڈ بینک کی پرائیویٹ سپردگی کردی گئی۔

## سنٹرل بینک

سٹیٹ بنک آف پاکستان

باقی صفحہ ۔۔ پر

# NATIONAL PRODUCTS

**RALEIGH HOUSE, BANK SQUARE, NILA GUMBAD,**
**LAHORE-5400 PAKISTAN**

Digitized By Khilafat Library Rabwah

**Distributors:** *Vinyl Floor Tiles,*

**Importars:** *Industrial Raw Material*

**Exporters:** *Tents, Garments, Canvas Shoes*
*Machinery Etc.*

**Dealers:** *Thermopore Sheets*

Tel: Off. 7322435-7322445 Fax: 0092-42-7239448
Telex: 47552 Napro PK Cable: Jointly (Lahore)

# AL- FURQAN MOTORS (PVT) LTD.

47, Tibet Centre, M. A. Jinnah Road, Karachi. Tele. 7724606 - 7-9

**TOYOTA - DAIHATSU**
**PARTS**

Digitized By Khilafat Library Rabwah
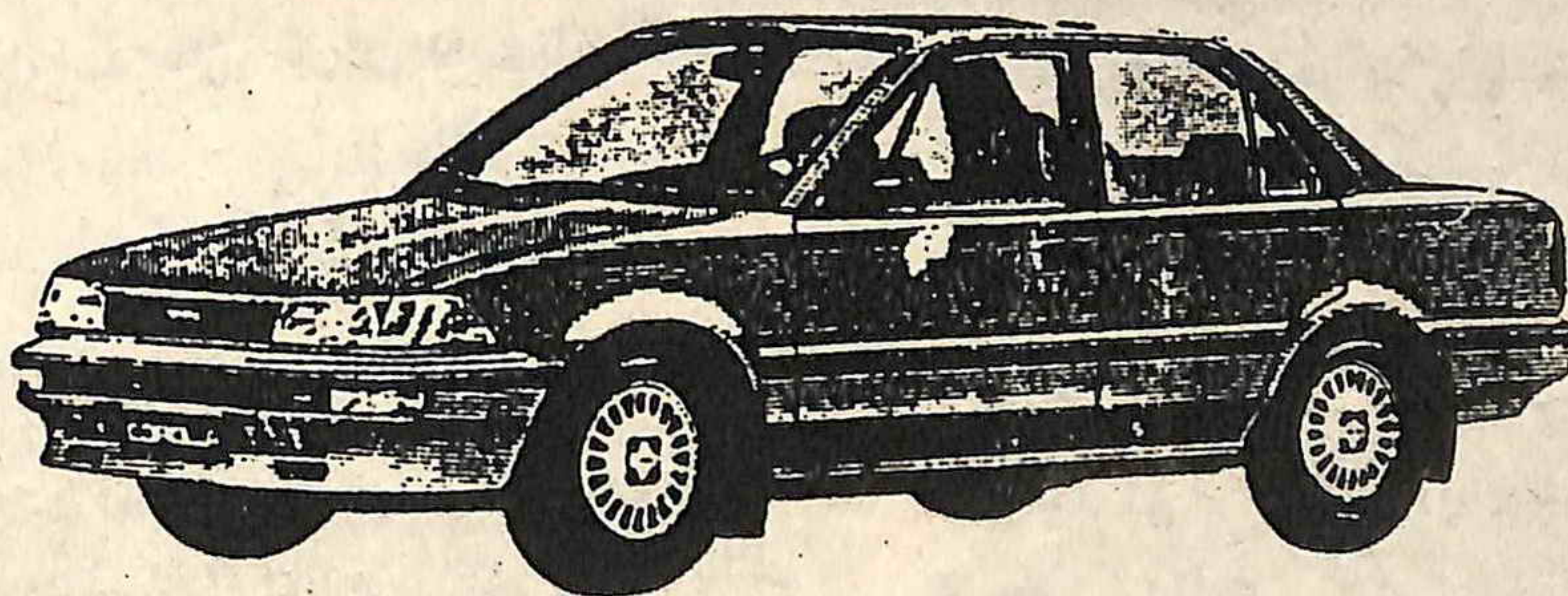
گنج ھائے گراں مایہ

# بے مثال معمارِ پاکستان

# حضرت مصلح موعودؓ

## قیامِ پاکستان کے معًا بعد استحکامِ پاکستان کے لئے

## آپ کی راہنمائی کا اجمالی تذکرہ

- حضور کی علمی و سیاسی ذہانت و فراست کا شاہکار الفضل میں شائع شدہ اداریے اور لیکچرز
- اسلامی ممالک سے اتحاد اور تعلقات قائم کرنے کا مشورہ
- پاکستانی فوج میں اضافہ، پاکستانی جرنیل کی تقرری اور فوجی کلبوں کے اجراء کی تجویز
- آزادیٔ تحریر و تقریر، ملکی پریس اور نظامِ حکومت کو اسلامی بنانے کے بارے میں تجاویز
- بیرونی ممالک سے قرضے لینے کی مذمّت
- معدنی وسائل، زرعی ترقّی اور جنگلات اور کارخانوں کے قیام اور ترقی کے مشورے
- صنعتوں کو قومیانے کی مخالفت، اُردو کے تحفّظ، مادری زبان میں تعلیم کا مشورہ
- مسئلہ کشمیر کے لئے اصولی راہنمائی

(مقالہ نگار: مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

پاکستان کا قیام موجودہ صدی کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی ایک سازش کے تحت جماعت احمدیہ کو اپنے پیارے مرکز "قادیان" سے جدا کر دیا گیا تھا۔ قادیان پر غیر مسلم افراد کی یلغار تھی اور نہتے احمدی اپنے مقامات کی حفاظت کیلئے جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے تھے۔ جماعت کے ہزارہا افراد نقل مکانی کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے، اپنے پیاروں کے جان و اموال کے نذرانے پیش کرتے ہوئے پاکستان میں آئے تھے سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی زبان مبارک سے ان حالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"یہاں پہنچ کر میں نے پورے طور پر محسوس کیا کہ میرے سامنے ایک درخت اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا نہیں بلکہ ایک باغ کو اکھیڑ کر دوسری جگہ لگانا ہے۔" (الفضل ۲۱ جولائی ۱۹۴۹ء صفحہ ۴)

ان تاریک اور سیاہ راتوں میں جب کسی کو کچھ سجھائی نہ دیتا تھا، آلام و مصائب سے پر ان ایام میں جب مستقبل کا کسی کو اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ حالات کس رخ بیٹھیں گے، خدا کا خلیفہ برحق اولوالعزم پسر موعود اپنی فہم و فراست سے باغ احمد کو پوری مضبوطی سے اس پاک سرزمین میں لگانے کا فریضہ سرانجام دیتا رہا۔ ان ہولناک دنوں میں جماعت احمدیہ پاکستان خود اپنے مرکز سے محروم تھی اور حضور جماعتی ذمہ داریوں کا غیر معمولی بوجھ برداشت فرما رہے تھے۔ پاکستان کے استحکام کیلئے حضور نے دن کی پرواہ کی نہ رات کی اور اس مقصد کے لئے مالی، قومی، فعلی، علمی، عملی زبانی غرض ہر شعبہ میں جدوجہد فرمائی۔ یہ تڑپ اور جدوجہد کہ پاکستان جلد اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر دنیا کی ترقی یافتہ ممالک کی صف اول میں پہنچ جائے بلاوجہ نہ تھی کیونکہ پاکستان کا قیام حضرت مصلح موعود کی دعا اور بے لوث اور بے غرضانہ مساعی کا نتیجہ تھا۔ اس اعتبار سے پاکستان کے قیام اور استحکام کی تحاریک کا یہ حق بنتا تھا خود حضور پرنور ان مراحل کی اپنی خداداد فہم و فراست، ذہانت اور قوت عملیہ کے ساتھ ظاہری و باطنی علم کے ذریعہ قیادت اور رہنمائی فرماتے۔ قیام پاکستان میں جماعت احمدیہ اور حضرت مصلح موعود کی مجنونانہ جدوجہد کا تذکرہ آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ آئندہ صفحات میں حضور کی اس رہنمائی کا ذکر ہو گا جو قیام پاکستان کے معابعد کی گئی۔

پاکستان کی نوزائیدہ مملکت اپنے قیام کے ساتھ ہی بہت سے داخلی و خارجی مسائل کا شکار ہو گئی تھی اور ہر شعبہ اس محتاج تھا کہ اس کی اصلاح کی جاتی۔ اس نازک موڑ پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنی خداداد بصیرت سے ان مسائل کو سمجھا اور ان کے حل کے لئے ارباب حل و عقد اور عوام الناس کو جامع تجاویز سے نوازا۔

**پہلے مرحلہ میں** حضور نے پیش آمدہ مسائل میں حکومت کو مخلصانہ مشورے دیئے۔ اس غرض کیلئے حضور نے روزنامہ الفضل لاہور میں بہت سے قیمتی اداریے سپرد قلم فرمائے جو حضور کی علمی و سیاسی ذہانت و فراست کا شاہکار ہیں یہ اداریئے ۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء سے ۳۰ نومبر ۱۹۴۷ء تک چھپے۔

**دوسرے مرحلے پر** ملک کے مدبروں، دانشوروں اور سیاسی عقل و سمجھ رکھنے والوں کو اپنے خیالات سے براہ راست آگاہ کرنے کے لئے لاہور میں نہائت فاضلانہ، معلومات افزاء اور پر معارف لیکچروں کا ایک سلسلہ جاری فرمایا جو ۲ ستمبر ۱۹۴۷ء سے ۱۷ جنوری ۱۹۴۸ء تک جاری رہا۔ اس دوران میں حضور نے چھ کامیاب اور معرکتہ الاراء لیکچر دیئے جن کو چوٹی کے اہل علم طبقوں نے نہائت ذوق و شوق سے سنا اور زبردست خراج تحسین ادا کیا۔ ان لیکچرز کو تاریخ پاکستان میں ہمیشہ سنگ میل کی حیثیت حاصل رہے گی۔

**تیسرے مرحلہ پر** حضور نے ملک کے دوسرے مرکزی شہروں میں تشریف لے جا کر پاکستان کے ہزاروں باشندوں کو براہ راست اپنے بصیرت افروز خیالات اور تعمیری افکار سے روشناس کرایا۔ چنانچہ حضور نے سب سے پہلے سیالکوٹ اور جہلم بعد ازاں مارچ ۱۹۴۸ء کو کراچی، اپریل ۱۹۴۸ء کو پشاور اور راولپنڈی اور جون میں کوئٹہ کا تھکا دینے والا سفر بذریعہ ریل کیا۔ ان جگہوں پر حضور نے نہایت معلومات افزاء اور روح پرور پبلک تقاریر فرمائیں جن میں پاکستانیوں کی راہنمائی کرتے ہوئے شرح و بسط سے انہیں قومی و ملی ذمہ داریوں کی بجا آوری کی طرف توجہ دلائی اور اپنے پر جوش اور محبت بھرے الفاظ، بے پناہ قوت ایمان اور ناقابل تسخیر عزم و ولولہ سے لاکھوں پژمردہ اور غمزدہ دلوں میں زندگی اور بشاشت کی ایک زبردست روح پھونک دی۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اس وقت حضور نوراللہ مرقدہ کے ارشادات کو من وعن پیش کیا جانا ممکن نہیں۔ ان کا لفظ لفظ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ احمدی نوجوانوں کے علم میں لانے کے لئے مختصراً یہ مضمون لکھا جا رہا ہے۔ ہم اپنے قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کو اپنے اصل ماخذوں سے ضرور پڑھیں۔ حضور نے جن امور کی طرف توجہ دلائی' آج پچاس سال گزرنے کے بعد بھی ان کی ضرورت مسلمہ ہے اور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

پاکستان کا یہ تابناک باب زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ زمانے کے حوادث اور گرد ان کو کبھی دھندلا نہیں سکے گی۔ لوگ جس قدر چاہیں' کوشش کریں کہ جماعت احمدیہ کے کردار پر اپنے مہیب سائے ڈال لیں لیکن تاریخ نے اپنے سینے میں اس کو دفن کر رکھا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی مؤرخ جب کبھی تاریخ لکھے گا' پاکستان کے معماروں میں حضرت مصلح موعود کی خدمات جلیلہ کو کبھی فراموش نہیں کر سکے گا۔ مندرجہ ذیل عبارتوں کو پڑھتے وقت آج سے پچاس سال پہلے کے نوزائیدہ پاکستان کو سامنے رکھئے۔ ایک تن تنہا مملکت جو خارجی لحاظ سے غیر اہم تھی۔ اقتصادی اور مالی طور پر مفلوج' معاشیات کے اعتبار سے بدحال' دفاع سے تہی دست' مہاجرین کا انبوہ کثیر' وہ مملکت جس کے اپنے مسلم ممالک سے تعلقات تھے اور نہ دوسری طاقتوں سے روابط اور اس پر مستزاد یہ کہ چند ماہ کے اندر اس کو انڈین یونین کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دینے کی سازشیں!! اس پس منظر میں دیکھئے مسیح پاک کا یہ خلیفہ برحق کس شان' جرات' باریک بینی اور دوراندیشی سے اس بظاہر بے سہارا مملکت کے استحکام کا حق ادا کرتا ہے۔۔۔۔!

## وزراء کی تعداد بڑھانے کا مشورہ

تقسیم ملک کے معاً بعد وزراء کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے ان پر کام کا بوجھ بہت زیادہ تھا اور پھر ناتجربہ کاری اس پر سوا تھی۔ تجربہ کار افراد کی بھی کمی تھی۔ اس مرحلہ پر حضور نے یہ نہایت مناسب مشورہ دیا کہ:۔

"اگر وزیر بڑھا دیئے جائیں اور ہر وزیر کے ساتھ نائب وزیر مقرر کر دیئے جائیں تو ہر صوبہ میں اور مرکز میں بہت جلد تجربہ کار آدمی پیدا ہو جائیں گے اور تقسیم کار کی وجہ سے کام بھی اچھا ہونے لگے گا"۔

نیز اقتصادی حالت کے پیش نظر وزراء کے مشاہرے کم کرنے کی تجویز دی۔ چنانچہ لکھا:۔

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان کی اقتصادی حالت کمزور ہے لیکن جس کام کے لئے جتنی آدمیوں کی ضرورت ہے' ان کے مہیا کئے بغیر چارہ نہیں..... آخر غریبوں کے گزارے غریبانہ ہی ہو سکتے ہیں"۔ ("الفضل" لاہور: ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء: صفحہ ۱)

## اسلامی ممالک سے فوری اتحاد کی تلقین

پاکستانی زعماء داخلی مسائل کو حل کرنے میں مشغول تھے اور دیگر اسلامی ممالک سے روابط کی طرف توجہ نہیں تھی جب کہ ہندوستانی یونین اپنے پرانے تعلقات سے فائدہ اٹھا رہی تھی۔ جس کے نتیجہ میں نئے ملک ہونے کی وجہ سے پاکستان کے مفادات پر شدید زد پڑ سکتی تھی۔ اس اہم مرحلے پر حضور نے حکومت پاکستان کو توجہ دلاتے ہوئے لکھا:۔

"ہمارے نزدیک تمام پاکستانی سفراء اور ہائی کمشنروں کو ہدایت جانی چاہئے کہ وہ تمام اسلامی ممالک کے نمائندوں' سفیروں' وزیروں اور سیاسی لیڈروں کے ساتھ تعلقات بڑھائیں۔ جہاں وہ پاکستانی سفیر یا ہائی کمشنر مقرر ہے' وہ ان کو اپنے گھر مہمان ٹھہرنے کی دعوت دیں.... ان کے اس کام میں تعاون کریں جس کام کے لئے وہ اس ملک میں آئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمام اسلامی ممالک زیادہ سے زیادہ آپس میں متحد ہوتے جائیں گے اور چند ہی سالوں میں ایک زبردست اسلامی حکومت پیدا ہو جائے گی۔ جسے چھیڑنے کا کسی دشمن کو حوصلہ نہ پڑے گا...... ساری مسلمان طاقتیں متحد ہو جائیں اور سیاسی معاملات میں ایک ہی آواز اٹھائیں۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو کم سے کم اپنی متحدہ حیثیت میں دنیا کی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بڑی حکومتوں میں شمار ہونے لگے گا"۔ (الفضل لاہور: ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء: صفحہ ۲)

## انڈونیشیا، سعودی عرب اور ایبے سینیا سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کی تحریک

آج یہ بات کس قدر عجیب لگتی ہے کہ پاکستان کے برادر اسلامی ممالک حتی کہ انڈونیشیا اور سعودی عرب سے بھی تعلقات قائم نہ ہو سکے تھے لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔ اسی دوران یہ خبر بھی اخباروں میں چھپی کہ انڈونیشیا کے شہزادہ شہریار سلطان ہندوستانی سفیر کے گھر میں بطور مہمان ٹھہرے۔ یہ واقعہ حضور کے لئے از حد تشویش کا باعث بنا۔ حضرت مصلح موعود نے پوری شدت کے ساتھ اس مرحلہ پر آواز اٹھائی کہ بہت سے ضروری ممالک جن سے پاکستان کا تعلق قائم ہو جانا چاہئے تھا، اب تک نہیں ہو سکا۔ اس ضمن میں حضور نے انڈونیشیا، سعودی عرب اور ایبے سینا سے فوری خصوصی سفارتی تعلقات کی طرف توجہ دلائی۔ نیز حضور نے لکھا:۔

"انڈونیشیا دوسرا بڑا اسلامی ملک ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی چھ کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ پھر اس کا مقام وقوع ایسی جگہ ہے کہ اس سے تعلقات آئندہ پاکستان کی ترقی اور حفاظت میں بہت کچھ مد ہو سکتے ہیں۔...... اب تک سعودی عرب سے بھی تعلقات پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ حالانکہ سعودی عرب وہ ملک ہے جس میں ہمارا مقدس مقام مکہ مکرمہ اور ہمارا قبلہ گاہ بیت اللہ اور ہمارے آقا کا مقام ہجرت ہے اور مدفن مدینہ منورہ واقع ہیں۔ ہم خواہ کسی مذہب اور فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں، ہم ان مقامات کی طرف سے اپنی نظریں نہیں ہٹا سکتے اور جس حکومت کے ماتحت بھی یہ مقامات ہوں، اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا ہمارا فرض ضروری ہے کیونکہ مسلمانوں کا حقیقی اتحاد مکہ مکرمہ اور مدینہ منور کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔...... ایبے سینا اپنے معدنی اور دوسرے ذرائع کی وجہ سے اور اپنے ملک کی وسعت کی وجہ سے اور اپنا مقام وقوع کی وجہ سے حیثیت رکھتا ہے کہ اگر کسی وقت وہاں اسلامی حکومت قائم ہو گئی تو وہ اسلامی سیاست کی تقویت میں بہت بڑی مد ثابت ہو گی"۔

(الفضل ۱۴ اکتوبر ۴۷ء: صفحہ ۱)

## پاکستانی فوج میں اضافہ کا مشورہ

حضور نے حکومت پاکستان کو فوج میں اضافہ کا مشورہ دیتے ہوئے لکھا:۔

"پاکستان کو جہاں کچھ مشینی دستوں کی ضرورت ہے، وہاں اسے ایسی فوج کی بھی ضرورت ہے جو بے سڑک والے علاقوں میں گھوڑوں پر سوار ہو کر دو سڑکوں کے درمیانی علاقوں کو صاف کرتی چلی جائے اور مشینی فوج کے عقب کی حفاظت کر سکے"۔

حضور نے فوج میں کمی کے مشورہ کو رد کرتے ہوئے پر زور الفاظ میں لکھا کہ:۔

"ہمارے نزدیک پاکستان کی فوج کا بڑھانا نہایت ضروری ہے"۔ (تاریخ احمدیت: جلد یازدھم: صفحہ ۳۰۳۔۳۰۴)

## پاکستانی جرنیل مقرر کرنے کی تحریک

قیام پاکستان کے وقت پاکستانی افواج کی قیادت انگریز جرنیل کر رہے تھے۔ پاکستانیوں کے پاس فوج میں سب اونچا درجہ بریگیڈیر تھا۔ حضور نے حکومت کو شدت سے اس طرف توجہ دلائی کہ پاکستانی فوج کی قیادت راہنمائی پاکستانی جرنیلوں کو ہی کرنا چاہئے۔ حضور نے پاکستانی افسروں کی حب الوطنی اور جاں نثاری سے فائدہ اٹھانے پر زور دیا۔ چنانچہ حضور نے لکھا:۔

"یہ بھی ضروری ہے کہ پاکستانی فوج کی پاکستانی جرنیل ہی راہنمائی کریں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت ہمارے پاس تجربہ کار افسر بہت کم ہیں لیکن جہاں ناتجربہ کاری نقصان دہ ہوتی ہے، ہمدردی کی کمی اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ اگر جاں نثار اور تجربہ کار مل جائیں تو فبہا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

لیکن اگر ایسے افسر نہ ملیں تو کم تجربہ کار لیکن جاں نثار افسر تجربہ کار لیکن بے تعلق افسر سے یقیناً بہت بہتر ہوتا ہے"۔

پھر حضور نے ایسے جاں نثار سپہ سالاروں کی مثالیں دیں جنہوں نے ناتجربہ کاری کے باوجود دنیا میں انقلاب بپا کئے صرف اس لئے کہ وہ حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار تھے۔ اس ضمن میں حضور نے فرمایا:۔

"ہم کیوں خیال کریں کہ پاکستان کے افسر حب الوطنی کے جذبہ سے بالکل عاری ہیں۔ یقیناً ان میں بھی اپنے وطن پر جان دینے کی خواہش رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ اگر انہیں موقع دیا جائے کہ وہ اپنے ملک کی آزادانہ خدمت کریں تو یقیناً وہ ملک کے لئے بہترین تعویز اور فخر کا موجب ثابت ہوں گے"۔ ("الفضل" ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء: صفحہ ۱-۲)

یہ پیشگوئی آئندہ چل کر کس شان سے پوری ہوئی اور ہو رہی ہے اس کے متعلق کچھ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

## فوجی کلبوں کے اجراء کی مفید تجویز

دفاع پاکستان کے سلسلہ میں مختلف حلقوں کی طرف سے بعض تجاویز پیش کی جا رہی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک پر حضور نے ناقدانہ نظر ڈالی اور ان کے اچھے اور برے پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ حضرت مصلح موعود نے دفاع کی غرض سے فوجی کلبوں اور ٹیریٹوریل فورس کے اجراء کی تجویز پیش فرمائی کہ اس طرح حب الوطنی کے جذبات دکھانے کا بھی موقعہ مل سکتا ہے اور جنگی فنون کا میلان بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ نیز لکھا:۔

"ہمارے نزدیک ٹیریٹوریل فورس اور فوجی کلبوں کے قیام میں بالکل دیر نہیں کرنی چاہئے۔ فوج کے مہیا کرنے کا یہ ایک بہترین اور سہل ترین ذریعہ ہے۔ اس کا انتظام کلی طور پر فوج کے محکمہ کے ماتحت ہونا چاہئے اور سول محکموں کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے تاکہ دو عملی پیدا نہ ہو اور فوج کو سیاسی مسائل سے بالکل الگ رکھا جا سکے"۔ ("الفضل" ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء: صفحہ ۲)

## ملکی پریس کو سچ چھاپنے کی نصیحت

ملکی اخبارات ملک کی ترقی و بہبود میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ حضور نے پریس کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنے ایک اداریہ میں تحریر فرمایا کہ:۔

"ہمارے نزدیک اس وقت خبر دینے والوں اور خبریں لینے والوں اور خبریں چھاپنے والوں کا سب سے اہم فرض یہ ہونا چاہئے کہ **سچی خبریں دیں، سچی خبریں سنیں اور سچی خبریں چھاپیں**"۔

نیز اپیل کی کہ:۔

"اول: اخباروں یا دوسرے اداروں کو ہرگز کوئی ایسی خبر نہ بھیجیں جو ثابت شدہ حقیقت نہ ہو اور جس میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہو۔ ایسی خبروں سے قوم کے حوصلے نہیں بڑھتے بلکہ جب ان کی غلطی ثابت ہوتی ہے تو قوم کے حوصلے گر جاتے ہیں اور عارضی طور پر بڑھا ہوا حوصلہ ایک مستقل شکست خوردہ ذہنیت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور قوم ایک ایسے گڑھے میں گر جاتی ہے جس میں سے اس کا نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔

دوم: اخبارات کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ہر نامہ نگار کی خبر کو تسلیم نہ کر لیا جائے بلکہ اگر کوئی نامہ نگار غلط خبر دے تو اس سے سختی سے باز پرس کیا کریں تاکہ آئندہ کے لئے نامہ نگاروں کو کان ہو جائیں اور وہ اخبار کی بدنامی اور قوم کی تباہی کا موجب نہ بنیں"۔

("الفضل" ۷ نومبر ۱۹۴۷ء: صفحہ ۱-۲)

اس نصیحت کو ترک کر دینے سے پاکستانی صحافت کا جو حلیہ بنا ہے وہ کسی تبصرے کا محتاج نہیں۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

## کارخانے جلد جاری کروانے کا مطالبہ

پاکستان کی اقتصادی حالت کو سدھارنا ایک اہم قومی فریضہ تھا۔ تقسیم کے وقت غیر مسلم مالکان اپنے کارخانوں کو یا تو بند کر گئے تھے اور یا پھر ان میں سے اہم پرزوں کو نکال کر لے گئے تھے۔ نیز چونکہ یہ متروکہ جائیدادیں تھیں' انہیں حکومت نے کرائے پر بھی نہیں دیا تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا کہ پورے سال میں کارخانے جاری ہی نہ ہو سکتے تھے۔ یہ امر جہاں زمیندار کی تباہی کا موجب تھا وہاں پاکستان کی مالیات کو بھی شدید نقصان پہنچنے کا امکان تھا۔ اس تناظر میں حضرت مصلح موعود نے ان کارخانوں کو فوری جاری کروانے' ان کے لئے لوہے کی پتیوں اور کوئلہ کے بروقت مہیا کرنے پر خصوصی زور دیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الفضل" لاہور ۹ نبوت/نومبر ۱۹۴۷ء (۱۳۲۶ ہش): صفحہ ۲۔

## سپریم کمانڈ توڑنے کی شدید مخالفت

تقسیم ملک کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے اثاثوں خصوصاً فوجی اثاثوں کی تقسیم اور اس کی نگرانی کے لئے سپریم کمانڈ کا تقرر عمل میں لایا گیا تھا۔ پاکستان کے بداندیش جہاں اور کئی طریقوں سے ملک کو نقصان پہنچانے کے درپے تھے' وہاں سپریم کمانڈ کو ایسے وقت میں توڑنے کی تحریک شروع کی جب کہ پاکستان کے حصہ کا فوجی سازوسامان ابھی تک ہندوستان میں پڑا ہوا تھا۔ اس موقع پر حضور نے سپریم کمانڈ کے بعض نامناسب اور جانبدارانہ رویوں کا تذکرہ فرمایا لیکن اس کے باوجود سپریم کمانڈ توڑنے کی مخالفت کرتے ہوئے لکھا:۔

"اگر سپریم کمانڈ ختم ہوگئی تو پاکستان کا سامان کا بھجوانا کلی طور ہندوستان یونین کے ہاتھ میں ہوگا۔ کیا کوئی سمجھ دار انسان کہہ سکتا ہے کہ جنرل آخلنک پاکستان کے جس سامان کو ہندوستان یونین سے پاکستان کی طرف نہیں بھجوا سکتا' اس کو سردار بلدیو سنگھ بھجوادیں گے۔ یہ اتنی غلط بات ہے جس کو ہر چھوٹی سے چھوٹی عقل والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے..... ہمارے نزدیک پاکستان گورنمنٹ کو اصرار کرنا چاہئے کہ جب باہمی سمجھوتہ سے ایک تاریخ مقرر ہو چکی ہے تو ہم اس وقت تک سپریم کمانڈ کو توڑنے کی اجازت نہیں دے سکتے"۔

("الفضل" ۱۵ نومبر ۱۹۴۷ء: صفحہ ۲)

## ملک کے آئینی ڈھانچے میں فوری تبدیلیوں کا مطالبہ

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اپنے ایک اداریہ میں حکومت پاکستان سے یہ پرزور مطالبہ فرمایا کہ اسلامی جمہوریت کے تقاضوں کی روشنی میں ملک کے آئینی ڈھانچہ میں فی الفور بعض تبدیلیاں عمل میں لائی جائیں۔ اس ضمن میں حضور نے یہ بنیادی نقطہ بیان فرمایا:۔

"ہمارا یہی فرض نہیں کہ قوم کو ایسے راستہ پر چلائیں جو ٹھیک ہو بلکہ ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم قوم کو ایسی تربیت دیں کہ وہ خود سوچنے اور سمجھنے کی اہل ہو جائے اور پھر ہر نئے مسئلہ کو ایسے رنگ میں اس کے سامنے پیش کریں کہ وہ عمدگی اور خوبی کے ساتھ اس پر غور کر کے ایک نتیجہ پر پہنچے اور جب وہ ہمارے خیالات سے متفق ہو جائے تو ہم اس خیال کو جاری کر دیں۔ یہی وہ اسلامی جمہوریت ہے جو دنیا کی دوسری جمہوریتوں سے مختلف ہے۔ لیکن یہی وہ جمہوریت ہے جو ساری جمہوریتوں کے عیوب سے پاک ہے"۔

نیز لکھا:۔

"بعض ایسی باتیں بھی تو ہیں جن کو ملک سوچ چکا ہے اور جو دیر سے زیر بحث چلی آتی رہی ہیں۔ کیوں نہ ان کے متعلق فوری طور پر کوئی تدابیر اختیار کی جائیں۔ مثلاً یہی لے لو کہ گو پاکستان ایک جمہوری اصول پر قائم شدہ حکومت ہے' لیکن بہرحال وہ مسلمانوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے تو کیوں نہ فوری طور پر ان امور کے متعلق کوئی قانون جاری کر دیا جائے جن میں کوئی دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔ مثلاً کیوں نہ فوری طور پر یہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

قانون پاس کر دیا جائے کہ ورثہ کے متعلق اسلامی قانون مسلمانوں میں جاری ہو۔ اسی طرح طلاق اور خلع کے متعلق اسلامی قانون جاری ہو۔ اسی طرح شراب کا پینا یا بیچنا مسلمان کے لئے منع ہو۔ یہ قانون بہر حال مسلمان کے لئے ہوتے۔ اس پر ہندو یا عیسائی کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا"۔

("الفضل" لاہور: ۲۰ نومبر ۱۹۴۷ء)

## آزادی تحریر و تقریر دینے کی نصیحت

آزادی تحریر و تقریر انسان کا بنیادی حق ہے۔ یہ حق (دین حق) ہر شہری کو عطا فرماتا ہے۔ ہر مہذب ملک میں اس کا احترام کیا جاتا ہے۔ حضور نے قیام پاکستان کے بالکل ابتداء میں ہی توجہ دلاتے ہوئے لکھا:۔

"سالہا سال سے کانگرس بھی اور مسلم لیگ بھی اس بات پر لڑتی چلی آئی تھی کہ جلسہ اور تقریر اور تحریر کی عام آزادی ملنی چاہئے۔ اس بات کے متعلق بھی کسی نئے غور کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ تو ایک انسانی حق ہے جس کا مطالبہ دنیا کی ہر قوم کرتی چلی آئی ہے۔ حکومت کو چاہئے تھا کہ فوراً ان امور کے متعلق احکام نافذ کر دیتی اور ملک کے اندر یہ احساس پیدا کر دیتی کہ اب وہ آزاد ہیں، پہلے کی طرح غلام نہیں ہیں"۔

("الفضل" ۲۰ نومبر ۱۹۴۷ء)

## انتظامیہ اور عدلیہ کو علیحدہ کرنے کا مشورہ

آج تک پاکستان میں انتظامیہ اور عدلیہ کو علیحدہ کرنا ایک اہم مسئلہ بنا ہوا ہے۔ آج سے پچاس سال قبل حضرت مصلح موعود نے اس طرف توجہ دلاتے ہوئے حکومت کو آئینی قدم اٹھانے کی تلقین کی۔ اگر حکومت اس مشورے پر کان دھرتی تو شاید یہ مسائل جنم ہی نہ لیتے۔ دیکھئے حضور کس طرح راہنمائی فرما رہے ہیں:۔

"اسلامی قانون کے مطابق بھی یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ایگزکٹو کا محکمہ الگ ہونا چاہئے اور قضا کا محکمہ الگ ہونا چاہئے۔ جب تک ان دونوں محکموں کو آزاد نہ کیا جائے افراد میں آزادی کی روح پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ ہر شخص کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ قضا کے ذریعہ سے اپنا حق لے سکتا ہے اور ہر افسر کو محسوس ہونا چاہئے کہ اگر وہ کسی کا حق مارے گا تو اسے اس کی جوابدہی بھی کرنی پڑے گی"۔

("الفضل" ۲۰ نومبر ۱۹۴۷ء: صفحہ ۲۔۳)

## سیاسی اور وزارتی عہدوں کو الگ الگ رکھنے کی تلقین

اس تجویز کو پیش کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود نے ۲۰ نومبر ۱۹۴۷ء کے روزنامہ "الفضل" (لاہور) میں لکھا:۔

"ملک کے فائدہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ ملک کی سیاسی انجمن پر ملک کے وزراء قابض نہ ہوں لیکن جس طرح یہ ضروری ہے کہ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ملک کی آئین ساز مجلس، ملک کی وزارت اور اس کے افسروں کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرے۔ ان تین آزاد یا نیم آزاد اداروں کے باہمی تعاونوں سے ہی ملک کی حالت درست ہوا کرتی ہے۔ سیاسی انجمن کو حکومت کے افسروں کے اثر سے آزاد ہونا چاہئے اور حکومت اور حکام کو سیاسی انجمن کی دخل اندازی سے آزاد ہونا چاہئے"۔

نیز لکھا:۔

"خفیہ دباؤ یا مستقل طور پر ان کے کام میں دخل اندازی کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو نظام کی کل بالکل ڈھیلی پڑ جائے گی اور دنیا کا بہترین قانون بھی پاکستان کو مضبوط نہ بنا سکے گا"۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

حضور کی اس تجویز کو قبول نہ کرنے کا نتیجہ ہر ذی شعور شہری کے سامنے ہے اور اس پر کسی کو کچھ مزید کہنے کی احتیاج نہیں۔

## نظام حکومت کو اسلامی بنانے کی تجویز

قیام پاکستان کے معا بعد یہ سوال بہت زور سے اٹھایا گیا کہ پاکستان کی آئندہ حکومت اسلامی ہونی چاہئے یا عام سیاسی رنگ کی۔ اس سوال کا حضور نے بڑی تفصیل کے ساتھ تنقیدی جائزہ لیا اور نظام حکومت کو اسلامی بنانے پر زور دیا۔ اس سلسلہ میں حضور نے اس سوال کا بھی ذکر فرمایا کہ آیا پاکستان کی حکومت کو اسلام کا نام دیا جائے یا نہ دیا جائے۔ حضور نے فرمایا:۔

"پرانے زمانے میں تو ہر جگہ مذہب کے نام پر حکومت چلا کرتی تھی۔ اس لئے اس وقت اور صورت تھی۔ اب یہ صورت نہیں ہے۔ اب اگر ہم اسلام کا نام حکومت کو دیں گے تو غیر مسلموں کا تو کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ ان کا تو فائدہ ہی ہو گا کیونکہ اسلام انہیں پرسنل لاء کے معاملہ میں پوری آزادی دے گا اور ویسے بھی اسلامی لاء کے ماتحت انہیں ترقی کے پورے مواقع مل جائیں گے لیکن جہاں غیر مسلموں کی حکومت ہوگی اور مسلمان اقلیت میں ہوں گے وہاں انہیں مسلمانوں کو تنگ کرنے کا موقع ضرور مل جائے گا کیونکہ وہ کہیں گے کہ ہم بھی اب اپنی حکومت کو مذہبی رنگ دیں گے اور چونکہ ان کا مذہب مذہبی آزادی تو کجا انسانیت کے ابتدائی حقوق بھی غیر مذہب کے متبعین کو دینے کے لئے تیار نہیں ہے اس لئے لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کی مذہبی حکومت مسلمانوں کے لئے سخت تکلیف اور تباہی کا موجب ہوگی......

پس میرے نزدیک مذہب کا نام دینے کی ضرورت نہیں۔ اصل غرض تو مذہبی احکامات نافذ کرنے سے ہے"۔

("الفضل" ۱۹ دسمبر ۱۹۴۷ء)

## مجوزہ آئین پاکستان کے بارہ میں رہنمائی

آئین پاکستان کے بارہ میں حضور نے نہایت تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا اور بیان فرمایا کہ پاکستان میں اسلامی آئین کا نفاذ تبھی ممکن ہے جب پاکستان میں نظام خلافت رائج ہو لیکن جہاں تک قانون سازی اور انفرادی زندگی پر اسلامی احکام کے نفاذ کا سوال ہے اس میں کوئی چیز ہمارے رستہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ خلافت کے پس پردہ جو اصول کار فرما ہیں ہم ان سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔ پس اگر آئین میں یہ قانون پاس کر دیا جائے کہ مسلمانوں کے لئے پاکستان کے علاقہ میں قرآن وسنت کے مطابق قانون بنائے جائیں گے اور ان کے خلاف قانون بنانا جائز نہیں ہو گا تو گو اساس حکومت کلی طور پر اسلامی نہیں ہو گا مگر حکومت کا طریق عمل اسلامی ہو جائے گا اور مسلمانوں کے متعلق اس کا قانون بھی اسلامی ہو جائے گا۔

اس کے بعد حضور نے قرآن مجید کے حوالہ سے اسلامی قوانین کے اصول بیان فرمائے۔ حضور نے کھلے الفاظ میں عوام الناس کو اس طرف توجہ دلائی کہ اسلامی آئین بنانے سے پہلے اسلامی فرد بننا ہو گا اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ آئین بنانے والے فرد قانون اسلام پر خود کار بند ہیں۔" ("اسلام کا آئین اساسی"۔ ناشر وکیل الدیوان تحریک جدید۔ لاہور۔ ۱۸ فروری ۱۹۴۸ء)

## سرحدی دفاع مضبوط کرنے کا مشورہ

حضرت مصلح موعود نے پاکستان کے سرحدی دفاع کے بارہ میں بھی اپنی قیمتی رائے کا اظہار فرمایا۔ حضور کے لیکچر منورخہ یکم دسمبر ۱۹۴۷ء کے حوالہ سے اخبار "ایسٹرن ٹائمز" نے یہ خبر شائع کی:۔

پاکستان کے سرحدوں کے تحفظ اور دفاع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت امام جماعت کی یہ رائے تھی کہ "وہ لوگ جو سرحد کے ساتھ ساتھ بستے ہیں انہیں فوری طور پر مسلح کر دیا جائے اور انہیں فوجی اسلحہ کے استعمال کی تربیت دی جائے"۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

"وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے آپ نے فرمایا کہ "آبادی کے ہر طبقے میں تنظیم وضبط کی روح بیدار کی جائے"۔

(اخبار ایسٹرن ٹائمز لاہور۔ موٴرخہ ۳ دسمبر ۱۹۴۷ء: صفحہ ۱ (ترجمہ)

## بیرونی ممالک سے قرضہ لینے کی مذمت

پاکستان کی اقتصادی حالت کمزور تھی اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بھی نہ تھی۔ اس مرحلے پر امریکہ کی طرف سے پاکستان کو قرضہ دینے کی پیشکش ہوئی۔ اس پیشکش پر حضور نے شدید رد عمل کا اظہار اپنے ایک لیکچر میں فرمایا۔ **اخبار طاقت** ۹ دسمبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں یہ خبر دیتے ہوئے لکھتا ہے۔

"لاہور ۷ دسمبر جماعت احمدیہ کے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد نے آج شب لا کالج ہال میں ایک مجمع کو خطاب کرتے ہوئے اس تجویز کی سخت مخالفت کی ہے کہ حکومت پاکستان امریکہ سے ساٹھ کروڑ ڈالر کا قرضہ حاصل کرے۔ ملک فیروز خان نون نے اس جلسہ کی صدارت کی۔ مرزا بشیر الدین نے کہا کہ اس قرضہ کا مطلب پاکستان پر ساڑھے پانچ کروڑ سالانہ سود کا بوجھ اور ایک غیر حکومت کا معاشی غلبہ ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں انہوں نے دوسری سکیم پیش کی ہے کہ حکومت پاکستان غیر ممالک کی فرموں کو اپنا روپیہ پاکستان میں لگانے کی دعوت دے۔ ان فرموں کو سرمایہ کا کل چالیس فی صدی روپیہ لگانے کی اجازت دینی چاہئے اور باقی روپیہ حکومت اور باشندگان پاکستان لگائیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس کا بھی انتظام کرنا چاہئے کہ باشندگان پاکستان ان فرموں کے ٹیکنیکل آدمیوں سے باقاعدہ کام سیکھ سکیں۔"

**اخبار "زمیندار"** ۱۰ دسمبر ۱۹۴۷ء نے امریکہ سے قرضہ لینا پاکستان کی آزادی کو خطرے میں ڈالنا ہے" کی شہ سرخی سے خبر شائع کی اور لکھا:۔

"بیرونی سلطنتوں خصوصاً امریکہ سے قرضہ لینا ہماری آزادی کے لئے زبردست خطرے کا باعث ہوگا۔ لہٰذا اس کا علاج صرف یہ ہے کہ بیرونی کمپنیوں کو پاکستان میں سرمایہ لگانے کی مشروط اجازت دی جائے۔ ان فرموں کو چالیس فی صدی حصے دئے جائیں اور چالیس فی صدی حکومت پاکستان دے۔ باقی بیس فی صدی حصوں کے مالک پاکستان کے عوام ہوں۔ اس سلسلے میں فرموں سے یہ شرط بھی کی جائے کہ وہ ہمارے حصہ دار کو ساتھ ساتھ ٹریننگ دیں گے۔"

اس لیکچر کی بازگشت ہندوستان میں بھی سنائی دی گئی چنانچہ امرتسر کے اخبار "ویر بھارت" نے امریکہ اور پاکستان کے عنوان سے حسب ذیل شذرہ لکھا۔

"احمدیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۶ ارب ڈالر کے اس قرضہ کے خلاف آواز اٹھائی ہے جو پاکستان امریکہ سے لینا چاہتا ہے۔ مرزا صاحب کا خیال ہے کہ اس طرح پاکستان اقتصادی اور سیاسی طور پر امریکہ کا غلام بن جائے گا۔"

(ویر بھارت امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۴۷ء)

ان تجاویز کو نہ ماننے کا نتیجہ آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔ ایک اخباری جائزے کے مطابق پاکستان قرضوں کی واپسی اور سود کی ادائیگی پر مجموعی طور پر ۲۳ ارب ۹۲ کروڑ ۷۰ لاکھ ڈالر ادا کر چکا ہے۔ اس وقت بھی پاکستان نے آئی ایم ایف' ورلڈ بینک اور دوسرے مالیاتی اداروں اور ۲۸ ملکوں کا ۲۸ ارب ڈالر سے زائد کا قرضہ واپس کرنا ہے جب کہ اس پر سود اس کے علاوہ ہے۔ ملکی قرضوں کی مالیت ۱۹۰۹ ارب روپے ہے اس طرح ملکی اور غیر ملکی قرضوں کی مجموعی مالیت ۲۰ کھرب روپے سے زائد ہے۔ اور ہر پاکستانی ۱۵ ہزار آٹھ سو روپے کا مقروض ہے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "العارف" اپریل ۱۹۹۷ء)

موجودہ حکومت پاکستان اب خود انحصاری کی طرف توجہ دے رہی ہے۔ آج بھی حضرت مصلح موعود کی یہ نصیحت اس کے لئے کارآمد ہے۔ یہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ایک ایسا نسخہ کیمیا ہے جس پر عمل کر کے پاکستان بہت جلد دنیا کی ترقی یافتہ اقوام میں شامل ہو سکتا ہے۔ جو معاشی، اقتصادی، مالی اور تکنیکی اعتبار سے خود مختار ہو۔

## اعلیٰ قومی لیبارٹری کے قیام کی تجویز

انہی دنوں سیدنا حضرت مصلح موعود نے ایک ایسی قومی لیبارٹری کے قیام کی تجویز پیش فرمائی جس میں ملک کی صنعتی، زرعی اور دفاعی ضروریات پر تحقیقات اور ریسرچ کا کام اعلیٰ پیمانہ پر کیا جاسکے۔ یاد رہے کہ قیام پاکستان کے وقت ایک بھی ایسی لیبارٹری قائم نہ تھی۔ یہ تجویز حضور نے یکم دسمبر ۱۹۴۷ء کو لاکالج ہال لاہور میں لیکچر دیتے ہوئے پیش فرمائی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۴۱۵)

## معدنی وسائل سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی تلقین

پاکستان معدنیات سے پر علاقہ ہے۔ آج بھی ان ذخائر سے فائدہ اٹھانے کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ آج سے پچاس سال پہلے تو کسی کو اس طرف توجہ نہ تھی۔ حضرت مصلح موعود نے یکم دسمبر ۱۹۴۷ء کو جسٹس محمد منیر کی زیر صدارت لیکچر دیتے ہوئے پاکستان کی معدنی ترقی کا تذکرہ فرمایا۔

حضور نے فرمایا کہ پاکستان کا علاقہ معدنی دولت سے بھی مالا مال ہے مثلاً کوئلہ، سکہ، پٹرولیم، ابرک وغیرہ، لوہے کے علاوہ پاکستان کے پاس دوسری تمام معدنیات موجود ہیں جن سے پاکستان اپنی ضروریات بوجوہ احسن پوری کر سکتا ہے۔ نیز کوئلہ کی کانوں کیلئے جستجو اور تلاش جاری رکھی جائے تو پاکستان اپنی جملہ ضروریات میں خود کفیل ہو سکتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ان سے استفادہ کا کام بالکل ابتدائی مراحل میں ہے اور یہ تمام ذرائع ادھورے پڑے ہیں۔ معدنیاتی وسائل کا مکمل سروے (پیمائش و افزائش) کا کام وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ حضور نے یہ بات زور دے کر بیان فرمائی کہ بلوچستان کے علاقہ میں پٹرولیم کی بہتات تھی لیکن ابھی تک اس کی جانچ پڑتال کی کوئی نتیجہ خیز کوشش نہیں کی گئی۔ اگر کوشش کی جائے تو وہاں اتنا پٹرول مل سکتا ہے کہ وہ اباداں کو بھی مات کر دے گا۔

حضور کے اس لیکچر کو ملک کے ممتاز اخبارات نے نمایاں طور پر شائع کیا مثلاً نوائے وقت لاہور (۴ دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۵، ایسٹرن ٹائمز لاہور ۳ دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱)

## زرعی ترقی کی طرف توجہ دینے کی تحریک

حضور نے اپنے لیکچر میں اس امر پر بے حد زور دیا کہ ملک کی زرعی ترقی کی طرف توجہ دی جائے اور موجودہ زرعی حالت پر خوش فہمی کے ساتھ انحصار نہیں کرنا چاہئے۔ اگر سائنسی طریقوں کے ساتھ اس طرف توجہ نہ دی گئی تو ہمارا زرعی رقبہ بیکار ہو کر رہ جائے گا۔ حضور نے ملک کی زراعتی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے لاہور میں فرمایا کہ پاکستان کی موجودہ زرعی حالت تسلی بخش ہے۔ اور اگر شاہ پور، جھنگ، مظفر گڑھ اور سرحد کے کچھ اضلاع اور پورے سندھ میں زراعتی پیداوار کی طرف دھیان دیا جائے تو ہماری زرعی پیداوار قابل رشک ہو جائے گی اور اگر ترقی یافتہ خطوط پر عملدر آمد کروایا جائے تو یہ علاقے پاکستان کی زرعی دولت میں اضافے کا سبب بن سکتے ہیں۔ آپ نے بیکار زمینوں کو فوراً آباد کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی۔

کراچی میں حضور نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ زراعت کو پاکستان کی سب سے بڑی دولت سمجھا جارہا ہے لیکن ہمیں ایک بہت بڑے خطرے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اور وہ یہ کہ پاکستان کے زرعی علاقے پچاس سال میں بالکل بیکار ہو جائیں گے اور اس کے آثار بھی ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس خطرہ کی وجہ یہ ہے کہ ان علاقوں میں ضرر رساں نمک بڑی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ نہروں کی وجہ سے پانی کی سطح اونچی ہو رہی ہے اور زمین شور اور سیم والی ہوتی جاتی ہے۔ اس خطرے کے تدارک کیلئے ابھی سے سائنس کے اصولوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اس عظیم معمار کی ان باتوں پر بروقت کان نہ دھرا گیا اور آج زمینیں بنجر ہو رہی ہیں اور وہ علاقہ جو پورے ہندوستان کو گندم سپلائی کرتا تھا' آج گندم کیلئے دوسرے ملکوں کا دست نگر بنا ہوا ہے!۔

## سوختنی لکڑی کی پیداوار بڑھانے کا مشورہ

ملک کی حفاظت' اس کی ترقی' آبادی کی نشوونما اور ماحولیاتی آلودگی سے بچاؤ کیلئے درختوں کا وجود بے حد ضروری ہے۔ اس طرح ملکی ترقی کیلئے سوختنی اور تعمیری لکڑی کا وجود بھی ضروری ہے۔ حضور نے سوختنی لکڑی ایک منصوبہ بندی کے تحت پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ حضور نے اس ضمن میں لکھا۔

"پاکستانی حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسا انتظام کرے کہ سوختنی لکڑی کثرت سے تمام دیہات اور قصبات میں مل سکے اتنی کثرت سے کہ زمینداروں کو جلانے کے لئے اوپلوں کی ضرورت پیش نہ آئے۔ میرے نزدیک پاکستانی حکومت کو پانچ پانچ چھ چھ گاؤں کا ایک یونٹ بنا کر ان کی ایک پنچائت بنا دینی چاہئے جو اقتصادی اور صحت انسانی کے قیام کی ضرورتوں کے مہیا کرنے کی ذمہ دار ہو۔ ان گاؤں کے درمیان میں ایک حصہ درختوں کے لگانے کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ یہ درخت تعمیری کاموں کے لئے مخصوص ہوں۔ اس کے علاوہ ہر گاؤں میں چراگاہوں کی حفاظت ان کے سپرد ہو۔ جہاں چراگاہیں ہیں وہ ان پنچائیتوں کے سپرد کی جائیں اور جہاں نہیں ہیں۔ حکومت خود چراگاہیں بنا کر ان پنچائتوں کے سپرد کرے اور ہر گاؤں میں حکومت اتنے درخت سوختنی لکڑی کے لگوائے جو اس گاؤں کی ضرورت کو پورا کر سکیں۔ اور ان پنچائتوں کا فرض ہو کہ وہ دیکھتی رہیں کہ ہر گاؤں مقررہ تعداد درخت کی لگا تا رہتا ہے۔ اگر یہ انتظام جاری کیا جائے تو یقیناً سوختنی لکڑی کا سوال حل ہو جائے گا اور گوبر کھاد کے لئے بچ جائے گا۔ جس سے ملک کی زراعت کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ ہر ایسے قصبہ کے لئے جس کی آبادی دس ہزار سے زیادہ ہو قصبہ سے کچھ فاصلہ پر ڈسٹرکٹ بورڈوں کی نگرانی میں سوختنی لکڑی کی رکھیں بنوانی چاہئیں۔ بلکہ میرے نزدیک تو جس طرح ڈسٹرکٹ بورڈ مقرر ہیں۔ اسی طرح ہر ضلع میں اس کی میونسپل کمیٹیوں کا ایک مشترکہ بورڈ ہونا چاہئے جس کے سپرد اس قسم کے رفاہ عام کے کاموں کی نگرانی ہو۔ اس طرح میونسپل کمیٹیوں کے کاموں میں ہم آہنگی بھی پیدا ہو جائے گی اور باہمی تعاون سے ترقی کے نئے راستے بھی نکلتے رہیں گے۔ پچاس ہزار سے اوپر کے جو شہر ہوں ان کے لئے سوختنی لکڑی سے رکھ بنانا صوبہ داری حکومت کا فرض ہو۔ ان شہروں کے لئے شہر کے ایسی طرف زمین حاصل کر کے جس طرف شہر کے بڑھاؤ کا رخ نہ ہو دو تین میل فاصلہ پر سوختنی لکڑی کی رکھیں بنا دینی چاہئیں۔ جہاں سے شہر میں لکڑی کی سپلائی ہوتی رہے۔ پچاس ہزار آدمی کی آبادی یا اس سے زیادہ کے شہروں کے لئے سوختنی لکڑی کی ضرورت ہوتی ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ایک اقتصادی یونٹ ہو گا۔ اور حکومت کو اس انتظام میں کوئی مالی نقصان نہیں ہو گا۔ بلکہ نفع ہی ہو گا۔ اس انتظام کے علاوہ مرکزی حکومت کے انتظام کے ماتحت بعض بڑے بڑے رکھ بنانے چاہئیں۔ تا ضرورت کے موقع پر ملک کو سوختنی لکڑی مہیا کی جا سکے اور اگر کسی وقت کوئلہ میں کمی ہو تو کارخانے اس لکڑی کے ذریعہ سے چلائے جا سکیں۔" (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۴۱۷)

## کیمیاوی اجزاء تیار کرنے کا مشورہ

کیمیاوی اجزاء کی تیاری کے سلسلہ میں حضور لکھتے ہیں۔

"ڈسٹرکٹوڈ ڈسٹیلیشن (Distructive Distellation) کے ذریعہ بہت سارے کیمیاوی اجزا ملک کے استعمال اور بیرونی وسادر کے لئے پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ ڈسٹرکٹوڈ ڈسٹیلیشن زیادہ تر سخت لکڑی سے کیا جاتا ہے جیسے کیکر' شیشم' پھلائی وغیرہ۔ اس ذریعہ سے سپرٹ بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ جو

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جنگی ضرورتوں کے بھی کام آئے گا اور کئی کیمیاوی کارخانوں میں بھی استعمال ہوگا۔ اس کے علاوہ ایسی ٹون' ایسٹک ایسڈ اور فارملڈی ہائیڈ بھی اس سے بنائے جاسکتے ہیں۔ اول الذکر بارود کے بنانے میں کام آتا ہے۔" (الفضل ۹ دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۵۔۶)

## تعمیری لکڑی بڑھانے کی تلقین

تعمیراتی ضرورتوں کیلئے زیادہ تر دیودار قسم کی لکڑی استعمال ہوتی ہے جیسے دیار' کیل' پڑتل' چیل وغیرہ یہ لکڑیاں پہاڑوں پر ہوتی ہیں۔ ریلوے پٹڑیاں بنانے کیلئے بھی یہی لکڑی استعمال ہوتی ہے۔ پہلے کشمیر' چنبہ اور منڈی کے علاقوں سے یہ مہیا کی جاتی تھیں لیکن قیام پاکستان کے بعد یہ سپلائی بند ہوگئی۔ صرف مری اور ہزارہ سے کچھ لکڑی پاکستان کو مل سکتی تھی مگر وہ اس کی ضرورتوں کیلئے کافی نہ تھی۔ اس مرحلے پر حضور نے حکومت کو توجہ دلائی کہ

"جنگلات کے ماہروں کو اس بات کیلئے ہدایت ملنی چاہیئے کہ وہ درختوں کی مختلف اقسام پر غور کر کے ایسی اقسام معلوم کریں جو پاکستان کی آب و ہوا میں اگائے جاسکیں اور عمارتوں کی تعمیر اور جہازوں کی ساخت اور ریلوے پٹڑیاں بنانے کے کام میں استعمال کئے جاسکیں۔
(الفضل ۱۹ دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۶)

## نرم لکڑی کی پیداوار کی طرف توجہ

لکڑی کی ایک قسم بہت ہی نرم ہوتی ہے جس سے دیا سلائی کی تیلیاں بنائی جاتی ہیں۔ پہلے یہ انڈیمان اور نکوبار سے آتی تھیں حضور نے انکشاف فرمایا کہ بلوچستان میں بھی ایک اس قسم کا درخت پایا جاتا ہے جس کی لکڑی سے دیا سلائی کی تیلیاں بن سکتی ہیں اور یہ درخت اتنی مقدار میں پائے جاتے ہیں کہ اگر ان سے دیا سلائی کی تیلیاں بنائی جائیں تو نہ صرف پاکستان بلکہ سارے ہندوستان کی ضرورتیں اس سے پوری ہو سکتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ایسا کارخانہ بنایا جائے تو بلوچستان میں یہ تیلیاں بنا کر دیا سلائی کے کارخانوں کے پاس فروخت کرے اور یہ صنعت جس کی سب سے بڑی مشکل ان تیلیوں کا مہیا ہونا ہے۔ پاکستان میں فروغ پاسکے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۹'۴)

## پلاسٹک کے کارخانے جاری کرنے کی تحریک

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے پاکستان میں آنے والے علاقوں میں سوختنی' تعمیراتی اور نرم لکڑی کی شدید قلت تھی۔ اس موقع پر لکڑی کی کمی کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مصلح موعود نے پاکستان میں فوراً پلاسٹک کے کارخانے جاری کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ (ملاحظہ ہو الفضل ۹ دسمبر ۱۹۴۷ء)

## جڑی بوٹیوں سے فائدہ اٹھانے کی تحریک

نباتی دولت کا ایک بڑا جزو جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں۔ حضور نے اپنے ایک مضمون میں توجہ دلائی کہ خوش قسمتی سے چترال' سرحد اور بلوچستان سے یہ جڑی بوٹیاں جمع کی جاسکتی ہیں۔ اپنی تجویز کو مزید کھولتے ہوئے حضور نے فرمایا۔

"اب پاکستان ایک آزاد ملک ہے اور اس کے لئے موقع ہے اپنی نباتی دولت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائے۔ اگر ایک محکمہ بنا دیا جائے جو جڑی بوٹیوں کے الکلائیڈز اور دوسرے کیمیاوی اجزاء دریافت کرے۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں بیسیوں کئی دوائیں پاکستان میں ایجاد ہو جائیں گی جو دنیا کی ساری منڈیوں میں اچھی قیمت پر بک سکیں گی۔"

Digitized By Khilafat Library Rabwah

نیز لکھا:-

"بعض جڑی بوٹیاں طبی طور پر اتنی مفید ہیں کہ انگریزی دوائیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ان کے استعمال کا طریق ایسا ہے کہ آج کل کے نزاکت پسند لوگ اس کی برداشت نہیں کر سکتے اگر الکلائیڈز اور دوسرے فعال اجزاء نکال لئے جائیں یا ایکسٹریکٹ بنائے جائیں تو یقیناً نہ صرف طب میں ایک مفید اضافہ ہوگا۔ بلکہ پاکستان کی دولت میں ایک عظیم اضافہ ہوگا ادویہ کے علاوہ جڑی بوٹیوں میں بعض اور کیمیاوی اجزاء بھی ہیں۔ جو مختلف صنعتوں میں بڑا کام آسکتے ہیں۔ چنانچہ بہت سی بوٹیوں کے نقدوں سے کشتے بنائے جاتے ہیں۔ آخر ان کے اندر ایسے اجزاء ہیں جو کہ دھاتوں کو تحلیل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اگر ان کو الگ کر لیا جائے تو نہ صرف کشتے بنانے آسان ہو جائیں گے بلکہ اور کئی قسم کی صنعتیں جاری کرنے کا امکان پیدا ہو جائے گا۔" (الفضل ۹ دسمبر ۴۷ء)

## ترجمہ قرآن سیکھنے اور اخلاق درست کرنے کی نصیحت

حضور نے پاکستان کی معنوی دولت کا تذکرہ کرتے ہوئے پاکستان میں ہر مسلمان کے لئے قرآن مجید کا ترجمہ جاننے کو لازمی قرار دینے کی تجویز پیش فرمائی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۲)

حضور نے نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اخلاق کو درست کریں۔ سوچنے اور غور کرنے کی عادت ڈالیں۔ وقت کی قدر کریں اور اسے ملک اور قوم کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنائیں امیر اور غریب کے درمیان ارتباط پیدا کریں اور اقتصادی حالت کو اونچا کرنے کی کوشش کریں۔ (الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۳۸۱)

## مادری زبان میں تعلیم دینے کی تجویز

انہی دنوں میں زبان کے مسئلہ پر پاکستان میں اختلافات نمودار ہو رہے تھے۔ اس سلسلہ میں حضور نے کہا کہ اسے خواہ مخواہ پیچیدہ بنایا جا رہا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ انگریزی کی قائم مقام کون سی زبان ہو اور چونکہ اردو قرآن مجید کو سمجھنے اور اسلامی ممالک میں اتحاد پیدا کرنے کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہے اس لئے ہمیں مشترکہ طور پر اس سے کام لینا چاہئے۔ یہ سراسر غلط بحث ہے کہ بنگالی کی جگہ اردو کو دی جائے یا سندھی کی جگہ اردو کو دی جائے گی۔ (الفضل ۱۹ مارچ ۴۸ء صفحہ ۳، ۴)

علاوہ ازیں حضور نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ اس سلسلہ میں مشرقی پاکستان پر زور نہ دیا جائے کہ وہ ضرور اردو کو ذریعہ تعلیم بنائے ورنہ وہ **پاکستان سے علیحدہ ہو جائے گا** کیونکہ وہاں کے باشندوں کو بنگالی زبان سے ایک قسم کا عشق ہے۔" (الفضل ۱۴ دسمبر ۴۷ء صفحہ ۲)

خدا سے نور یافتہ اس فرستادہ کی آواز کو سنا ان سنا کر دیا گیا اور اس کا نتیجہ ۱۹۷۱ء میں ساری دنیا نے دیکھ لیا۔

## اردو کے تحفظ کیلئے تجویز

حضرت مصلح موعود نے ۱۳ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ضیارڈ ہال لاہور میں لیکچر ارشاد کرتے ہوئے اردو زبان کو لینگو افرینکا قرار دینے کی تجویز پیش فرمائی اس ضمن میں حضور نے فرمایا کہ غالب، مومن اور داغ کے گھرانوں میں جو اعلیٰ اور شیریں اردو رائج ہے، اس کے تحفظ کیلئے دہلی کے مہاجرین کی ایک علیحدہ بستی آباد کی جائے ورنہ اب یہ خاندان منتشر ہو رہے ہیں اور آہستہ آہستہ ان کی زبانیں ناپید ہو جائے گی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۲)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

## ایک مزید ریلوے لائن تعمیر کرنے کی ضرورت

حضور نے کراچی میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ مغربی پاکستان میں ریلوے لائنیں ایسے رخ پر واقع ہیں کہ جو دفاع کے لحاظ سے خطرناک ہیں۔ حضور نے اس سلسلہ میں تجویز پیش فرمائی کہ سندھ کے اس پار راولپنڈی سے کراچی تک ایک نئی ریلوے لائن بنائی جائے جس کے ذریعہ خطرہ کے اوقات میں سندھ کا پنجاب سے تعلق قائم رہ سکے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۲ صفحہ ۲۹۶)

کونسا مذہبی رہنما ہے جس نے اس قدر گہرائی اور باریکی سے ان بظاہر چھوٹے مگر اہم امور پر توجہ مرکوز کی ہو؟ حضور کا یہ انتباہ آج بھی اہل نظر کیلئے عمل کا پیغام رکھتا ہے۔

## صنعتوں کو قومیانے کی مخالفت

قومی دھارے میں صنعتوں کا ایک مقام ہے۔ صنعتی ترقی کے ساتھ ملکی ترقی وابستہ ہے۔ حضور کے علم میں یہ بات آئی کہ حکومت صنعتوں کو قومیانہ (Nationalis) چاہتی ہے۔ اس وقت حضور نے اس امر کو خطرناک قرار دیتے ہوئے متنبہ فرمایا۔

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پنجاب گورنمنٹ جنگ کے کارخانوں کو بھی ایک قومی صنعت بنانا چاہتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ملک کی چند صنعتوں کو قومی بنانا مفید ہو سکتا ہے لیکن تمام صنعتوں کو قومی بنانا کبھی بھی مفید نہیں ہوتا۔ اس سے مقابلہ کی روح ماری جاتی ہے اور جمہوریت کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔" (الفضل ۹ نومبر ۱۹۴۷ء صفحہ ۱)

بعد میں جب صنعتوں کو قومیانے کا خطرناک عمل شروع ہوا تو خدا کے اس مقدس بندے کی قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ سچ ثابت ہوا اور پاکستان آج تک نیشنلائزیشن کی کڑواہٹ کے محسوس کر رہا ہے۔

## فضائی طاقت کو مضبوط کرنے کی تلقین

پاکستانی فضائیہ کی زبوں حالی قیام پاکستان کے وقت ایک کھلی تصویر ہے۔ حضرت مصلح موعود نے اس طرف بھی توجہ فرمائی اور پاکستان کی فضائی طاقت کو مضبوط بنانے پر زور دیا اور فرمایا کہ عوام میں فضائی تربیت حاصل کرنے کا رجحان پیدا کرنا چاہئے اور یونیورسٹیوں اور کالجوں میں اس کا انتظام کرنا چاہئے۔ اس ضمن میں حضور نے فرمایا کہ ضرورت کے وقت ہوائی جہاز تو ایک دن میں خریدے جاسکتے ہیں لیکن آدمی ایک دن میں تیار نہیں ہو سکتے لہٰذا ابھی سے اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔

## بحری طاقت بڑھانے کا مشورہ

حضور نے ایک بحری طاقت کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ بحری جہازوں میں کام کرنے کی ٹریننگ کے لئے کراچی میں دو سکول موجود ہیں ایک چھوٹے بچوں کیلئے اور ایک نوجوانوں کیلئے۔ لیکن تارپیڈو کا کام سکھلانے اور مکینیکل ٹریننگ کے لئے کوئی سکول موجود نہیں ہے۔ یہ سکول فوری طور پر قائم ہو جانے چاہئیں۔ پاکستان کے پاس اچھی بندرگاہ صرف کراچی کی ہے۔ حضور نے اس امر پر زور دیا کہ پاکستان کو (SubMarines) آبدوز کشتیاں (Minelayers) سرنگ بچھانے والے (Mine Sweepers) سرنگیں صاف کرنے والے (Destroyers) تباہ کن جہاز (Air Craft Carriers) ہوائی جہاز بردار جہاز حاصل کرنے کے لئے فوری طور پر قدم اٹھانا چاہئے۔ زیادہ سے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

زیادہ کروڑ دو کروڑ روپیہ ان چیزوں پر خرچ کر کے ہم فوری طور پر کراچی کی بندرگاہ کو محفوظ کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں تجارتی بیڑہ قائم کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اس وقت تمام بحری تجارتی کمپنیاں غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کی وجہ سے ہم جو سامان بھی باہر سے منگواتے ہیں وہ پہلے بمبئی جاتا ہے اور انڈین یونین مختلف ذرائع سے سامان پر قبضہ کرلیتی ہے۔ حضور نے یہ تحریک بھی کی کہ مسلمان نوجوانوں کو بحری ملازمتیں کرنے اور سمندری سفر کرنے کا اپنے دلوں میں خاص شوق پیدا کرنا چاہئے۔ پاکستان کی یونیورسٹیوں کو بحری ٹریننگ کے لئے کلبیں قائم کرنی چاہئیں کیونکہ درحقیقت بغیر سمندری طاقت کے صحیح معنوں میں آزادی مل ہی نہیں سکتی۔ مسلمانوں نے سب سے پہلے دنیا میں کھلے سمندر میں سفر کرنا شروع کیا تھا۔ لیکن افسوس کہ اب سب سے زیادہ اس سلسلے میں غفلت بھی مسلمانوں پر ہی طاری ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۳)

## دیگر ملکوں سے سیاسی تعلقات کا قیام

حضور نے روس سے حملہ کے خطرے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ روس ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت آہستہ آہستہ ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے میدان تیار کر رہا ہے۔ روس کے خطرہ کی وجہ سے ہی انگریزوں نے ہندوستان کو آزاد کیا ہے۔ اس لئے ہمیں روس کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ حضور نے دیگر ممالک کے ساتھ پاکستان کے سیاسی تعلقات کے سلسلے میں تیرہ اہم تجاویز پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امور پر خاص طور پر زور دیا۔

۱۔ پاکستان کو اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہئے جس سے اس کے ہندوستان سے تعلقات خراب ہوں۔ اسے اپنی طرف سے صلح کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے لیکن یہ صلح باعزت ہو نہ کہ ہتھیار ڈالنے کے مترادف۔

۲۔ برطانیہ اور امریکہ سے بھی خوشگوار تعلقات رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے لیکن ان کی چالوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

۳۔ روس کے متعلق بھی امن پسندانہ رویہ رکھنا چاہئے اور اپنی طرف سے کوئی وجہ اشتعال پیدا نہ ہونے دینی چاہئے۔

۴۔ عرب ممالک سے زیادہ سے زیادہ دوستانہ تعلقات قائم کرنے چاہئیں۔

۵۔ عراق اور شام کے ساتھ ریل کے ذریعے پاکستان کا اتصال قائم کرنا ضروری ہے تاکہ ضرورت پر ان ممالک کے ذریعے سامان آسکے۔

۶۔ برما اور سیلون کے مخصوص ملکی حالات اس قسم کے ہیں کہ ان کے ساتھ بہت آسانی سے گہرے سیاسی تعلقات قائم کئے جاسکتے ہیں اور یہ تعلقات مشرقی پاکستان کی مدد کے لئے بالخصوص بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

۷۔ سپین، ارجنٹائن، جاپان، آسٹریلیا، ابی سینا، اور ایسٹ افریقہ سے بھی دوستانہ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ملک اپنے اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے بہت سے سیاسی فوائد کا موجب بن سکتے ہیں۔" (الفضل ۱۱ جنوری ۱۹۴۸ء صفحہ ۱، ۸)

## تجارت کی طرف توجہ دینے کی تجویز

حضور نے جلسہ سالانہ لاہور ۱۹۴۷ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ روزی صرف زراعت میں ہی نہیں ہے تجارت میں بھی ہے بلکہ زراعت سے بہت زیادہ۔ اس لئے لوگوں کو زمینوں کے پیچھے پڑنے کی بجائے تجارت کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے اور ملک ہمیشہ تجارت سے ہی خوشحال ہوا کرتا ہے۔ ("الفضل" ۲۳ مارچ ۱۹۴۸ء صفحہ ۷۔۸)

## وطنیت کا جذبہ پیدا کرنا چاہئے

خالق دینا ہال کراچی میں ۱۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو تقریر کرتے ہوئے حضور نے پاکستانیوں پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ چونکہ پاکستان ایک نئی حکومت

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہی نہیں بلکہ ایک نیا ملک بھی ہے اس لئے پاکستان کو وطنیت کا وہ جذبہ اپنے پیدا کرنا چاہئے جو پہلے موجود نہ تھا۔ وطنیت کا جذبہ ایک ایسی چیز ہے جو قوم کو اکٹھا رکھنے، اسے ابھارنے اور ملک کے دفاع کے لئے اسے ہر ممکن قربانی کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ جذبہ پیدا کرنے میں ہم کامیاب نہ ہوئے تو ذرا سا اختلاف ہمارے اتحاد کو توڑنے کا موجب بن جائے گا۔ وطنیت کے جذبہ کے بغیر کبھی ملک میں سے غداری کی روح نہیں نکلی جا سکتی۔ (الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۴۸ء صفحہ ۳)

## انتظامیہ کو عوام کا بہی خواہ بننے کی تلقین

انتظامیہ کو عوام کا بہی خواہ بننے کے ضمن میں حضور نے جو مشورہ دیا وہ روزنامہ "انقلاب" لاہور کے ایک اقتباس سے پیش کیا جاتا ہے۔

"انہوں نے حکومت کے ذمہ دار ارکان کو بھی نصیحت کی کہ وہ بدلے ہوئے حالات کے ساتھ اپنے طور طریقوں کو بدلیں اور ایسا رویہ اختیار کریں جو عوام کیلئے مثال ہو اور جس سے عوام یہ سمجھنے لگیں کہ ان سے قربانیوں کا مطالبہ کرنے والوں کی زندگیوں پر بھی اپنی حکومت بن جانے کا اثر ہوا ہے اور وہ ان کے افسر نہیں بلکہ بہی خواہ اور بھائی ہیں۔"

(روزنامہ "انقلاب" لاہور ۱۷۔ اپریل ۱۹۴۸ء صفحہ ۶ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۳)

## حیدر آباد اور کشمیر کا معاملہ متوازی سطح پر حل کرانے کی پر زور آواز

ہندوستان حیدر آباد اور کشمیر کی ریاستوں پر غاصبانہ قبضہ کرنے کو پر تول رہا تھا۔ اس ابتدائی زمانہ میں حضرت مصلح موعود نے یہ آواز بھی بلند کی کہ حکومت پاکستان حیدر آباد اور کشمیر کو متوازی سطح پر حل کرنے کے لئے فوری کارروائی کرے۔ چنانچہ حضور نے حیدر آباد اور کشمیر کے حالات کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"حیدر آباد اور کشمیر کے سوال متوازی ہیں اور ایک کا فیصلہ دوسرے کے فیصلہ کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ عقلی طور پر ان ریاستوں کے فیصلے دو اصول میں سے ایک پر مبنی ہو سکتے ہیں یا تو اس اصل پر کہ جدھر راجہ جانا چاہئے، اس کو اجازت ہو.... دوسرے اس اصل پر فیصلہ ہو سکتا ہے کہ ملک کی اکثریت جس امر کا فیصلہ کرے، اسی طرف ریاست جا سکتی ہے۔ پس پاکستان کیلئے ان دونوں ریاستوں میں کسی ایک کا مل جانا نہایت ہی ضروری ہے۔ لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس معاملے کی طرف پاکستان کی گورنمنٹ نے توجہ نہیں کی اور ہندوستانی گورنمنٹ جلد جلد ایسے حالات پیدا کر رہی ہے کہ شاید دونوں ریاستیں ہی ہندوستان میں شامل ہو جائیں۔ پاکستان کی گورنمنٹ کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ ان دونوں ریاستوں کے متعلق بھی ویسی ہی جلدی سے کام لیتی جیسا کہ ہندوستان لے رہا ہے اور ہندوستان پر یہ زور ڈالتی کہ ان دونوں ریاستوں کے متعلق ایک ہی اصل سے کام لیا جائے گا۔ یا دونوں ریاستوں کا فیصلہ حکمران کے فیصلہ کے مطابق ہو گا یا دونوں ریاستوں کا فیصلہ آبادی کی اکثریت کے فیصلہ کے مطابق ہو گا۔"

افسوس یہ بروقت انتباہ کسی کام نہ آسکا اور حیدر آباد اور کشمیر پاکستان کے ہاتھ سے جاتے رہے۔

## کشمیر کو ہر قیمت پر پاکستان میں شامل ہونا چاہئے

تحریک آزادی کشمیر میں حضرت مصلح موعود کے بے مثال اور ولولہ انگیز کردار کے بارہ میں آپ اسی اشاعت کے مختلف صفحات میں تفصیل سے پڑھیں گے۔ ۱۹۴۷ء میں مہاراجہ نے وادی کے لوگوں کی مرضی کے خلاف ہندوستان سے الحاق کرنے کی ناپاک سازش کی۔ اس نازک مرحلہ پر حضور نے ایک مرتبہ پھر آزادی کشمیر کے لئے اپنے آپ کو وقف کر ڈالا۔ حکومت پاکستان کی طرف سے ابھی تک۔ صرف۔ کہ معاملہ کشمیر کے بارہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

میں سرے سے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا تھا بلکہ کوئی واضح پالیسی بھی اختیار نہیں کی گئی تھی کہ سیدنا حضرت مصلح موعود کے مقدس اور مبارک ہاتھوں سے آزاد کشمیر حکومت کا وجود عمل میں آیا۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد ۱۲)

حضور نے کشمیر کے پاکستان کے الحاق کے بارہ میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ اپنے موقف کا بار بار اظہار فرمایا۔ کشمیر کی علاقائی حیثیت اور دفاعی اعتبار سے اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی اس سلسلہ میں حضور کے بیانات کے چند اقتباس پیش ہیں۔

۱۔ "پاکستان کا فائدہ اسی میں ہے کہ کشمیر اس کے ساتھ شامل ہو۔"

۲۔ "کشمیر کا پاکستان کے ساتھ ملنا یا کلی طور پر آزاد ہونا لیکن پاکستان کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات کا ہونا پاکستان کی زندگی کیلئے نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر پاکستان ہر گز زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس کوئی ایسی تجویز جو اس کے خلاف ہو وہ ہر گز پاکستان کے لئے قابل قبول نہیں ہونی چاہئے۔

اخبارات نے حضور کے موقف کو نمایاں طور پر پیش کیا۔

اخبار سفینہ نے لکھا:۔

"کشمیر کا مسئلہ پاکستان کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ تمام طبقوں میں تنظیم اور ضابطہ کی ایک مضبوط روح پھونک دی جائے۔ (جناب مرزا بشیر الدین محمود صاحب کی تقریر)

لاہور ۲۔ دسمبر! کشمیر کا مسئلہ پاکستان کیلئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ کشمیر کا انڈین یونین کے قبضے میں ہونا پاکستان کا ہر طرف سے محصور ہونا ہے اور اسے ایک اجیر کی حیثیت تک پہنچانا ہے جسے ہر وقت تباہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود امیر جماعت احمدیہ نے لاء کالج ہال میں ایک میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ یہ میٹنگ دائرہ معارف اسلامیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی تھی۔ مسٹر جسٹس منیر اس کے صدر تھے۔ آپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے باشندوں کو کشمیر کی جنگ آزادی جیتنے کیلئے پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔ اس میں پاکستان کی نوزائیدہ ریاست کے استحکام اور دفاع کا راز ہے۔"

اخبار ایسٹرن ٹائمز لاہور:۔

"لاہور ۲ دسمبر ۱۹۴۷ء **کشمیر کی آزادی پاکستان کیلئے زندگی و موت کا مسئلہ ہے** کشمیر کا علاقہ ہندوستانی ہاتھوں میں ہونے کا مطلب یہ ہے گویا پاکستان چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر جائے اور بھارت کے لئے ایک لقمہ تر بن جائے جسے وہ جب چاہئے ہڑپ کر جائے۔"

یہ بیان حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کا ہے جو آپ نے اپنے لیکچر میں گزشتہ شام ایک اجلاس میں دیا۔ جو لاء کالج ہال میں زیر انتظام "دائرہ اسلامیہ" منعقد ہوا۔ اس کی صدارت مسٹر جسٹس منیر فرما رہے تھے۔ آپ نے تقریر کے درمیان فرمایا کہ "پاکستان کے عوام کو چاہئے۔ کشمیر کی جنگ آزادی کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دیں۔ کیونکہ اسی میں پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کے استحکام کا راز پنہاں ہے۔

## مجاہدین کشمیر کیلئے گرم ملبوسات کی تحریک

سیدنا حضرت مصلح موعود کو تحریک آزادی کشمیر کے قائد ہونے کی حیثیت میں برسوں سے کشمیریوں کے ساتھ جو گہرا تعلق رہا تھا' اس کی بناء پر آپ اس کی کامیابی کیلئے تجاویز و تدابیر سوچتے رہتے تھے۔ کشمیر میں مجاہدین اپنی آزادی کیلئے جدوجہد میں مصروف عمل اور ہندوستان کے خلاف برسرپیکار تھے۔ سردیاں آن پہنچی تھیں مگر مجاہدین موزوں لباس سے محروم تھے اور انہیں گرم جرابوں' سویٹروں' بوٹوں' پٹیوں' کمبلوں اور دیگر لباس کی فوری ضرورت تھی لہٰذا حضور نے ۱۲ نومبر ۱۹۴۷ء کو مجاہدین کشمیر کے لئے اعانت کی بھرپور اور پر زور اپیل فرمائی۔ چنانچہ فرمایا:۔

"کشمیر کا مستقبل پاکستان کے مستقبل سے وابستہ ہے۔ آج اچھا کھانے اور اچھا پہننے کا سوال نہیں۔ پاکستان کے مسلمانوں کو خود فاقے رہ کر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اور ننگے رہ کر بھی پاکستان کی مضبوطی کیلئے کوشش کرنی چاہئے اور جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں' پاکستان کی مضبوطی کشمیر کی آزادی کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہم تمام پاکستان میں رہنے والوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ آزادی کشمیر کی جدوجہد میں حصہ لینے والوں کی کمبلوں' گرم کوٹوں' برساتی کوٹوں' زمین پر بچھانے والی برساتیوں' برفانی بوٹوں' گرم جرابوں اور گرم سویٹروں سے امداد کریں۔"

حضور کے اس اپیل کو دیگر ملکی اخبارات نے بھی شائع کیا۔ یاد رکھئے کہ حضور نے یہ اپیل اس وقت کی جب دوسرے لوگ یہ فتوے شائع کر رہے تھے کہ جہاد کشمیر ناجائز اور حرام ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کس طرح حضرت مصلح موعود نے ان مسائل کو بھانپا اور ان کے حل کیلئے جزئیات میں جاکر نہایت درجہ مثبت تجاویز عطا فرمائیں۔ حضور نے ہر شعبہ میں رہنمائی کا حق ادا کیا' وہ اقتصادی ہو یا سیاسی' معاشرتی ہو یا معاشی' فوجی ہو یا آئینی......

آج پاکستان کی پچاس سالہ تاریخ پر نظر کرتے ہوئے ہر غیر جانبدار مبصر کو حضور کی فہم و فراست' خداداد ذہانت' باریک بینی اور دور اندیشی کا قائل ہونا پڑے گا۔ صفحات کی کمی کے خوف سے صرف اشارے ہی کئے جا سکے ہیں۔ تاریخ کے طالب علم کے لئے ان اصل تحریرات میں بے شمار اسرار ہیں' حقائق ہیں اور مستقبل کیلئے اشارے ہیں۔ کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ایک مذہبی شخص کے دل سے یہ خیالات نکل سکتے ہیں؟ اس وقت جب دیگر مذہبی رہنما اپنی اپنی خانقاہوں کی تعمیر میں لگے ہوئے تھے۔ خدا کا یہ ذہین و فہیم بندہ تن تنہا اپنوں اور غیروں کی پرواہ کئے بغیر اسیروں کی رستگاری کر رہا تھا اور قوموں کو برکت بخش رہا تھا۔ ہاں وہ نور اللہ تھا۔ نور الٰہی سے منور اور ہدایت یافتہ!!!! انوار الٰہیہ کو بانٹ رہا تھا۔ قوم کے غم میں غلطاں تھا اور بار بار انہیں جنجھوڑ رہا تھا! اس نے وقت پر اپنے اہل وطن کو ہوشیار کر دیا تھا۔ زمانے نے بتا دیا کہ جو بات عقل کی آنکھ سے نظر آ رہی تھی۔ بعد کے واقعات نے اس کی شہادت دی۔ اے کاش آنکھیں ہوتیں جو دیکھتیں! کان ہوتے جو سنتے! دل گردے والے انسان ہوتے جو ہمت کر کے ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ یہ تو ابتداء کے ایک سال کی باتیں ہیں بعد کے سالوں کی کہانی تو بہت طویل ہے۔ قیام پاکستان کے مخالفوں نے اب تو اس طرح تاریخ کو مسخ کر دیا ہے کہ پاکستان کے حسین چہرے کو دھوتے دھوتے ہی سال لگ جائیں۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

آج جو سلوک ہم غریبان چمن سے ہو رہا ہے۔ وہ صرف اس جرم کی پاداش میں ہے کہ کیوں ہم نے تحریک پاکستان' قیام پاکستان' استحکام پاکستان اور دفاع پاکستان کیلئے تن من دھن کی قربانی دی تھی اور کیوں مخالفین پاکستان کی ریشہ دوانیوں اور بداندیشیوں کی راہ میں سد سکندری کھڑی کر دی تھی۔ مگر اے احمدی نوجوان!! تو ان قربانیوں کو یاد رکھ۔ تیرا سر فخر سے اونچا رہنا چاہئے کہ پاکستان کی نیو میں تمہارے بڑوں کا خون شامل ہے۔ تو ان لوگوں کی طرف نہ دیکھ جو چاند پر تھوکتے ہیں۔ تمہارا ماضی کس قدر تابناک' حسین اور روشن ہے۔ ان نیک روایات کو پائندہ و تابندہ رکھنا تمہارا فرض ہے۔ یہ وطن تمہارا تھا' تمہارا ہے اور تمہارے رہے گا۔ ہر وہ تیر جو مادر وطن کی طرف اٹھے' اسے اپنے سینے پر لے کہ یہی تیرا مقام ہے اور یاد رکھ۔

یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو
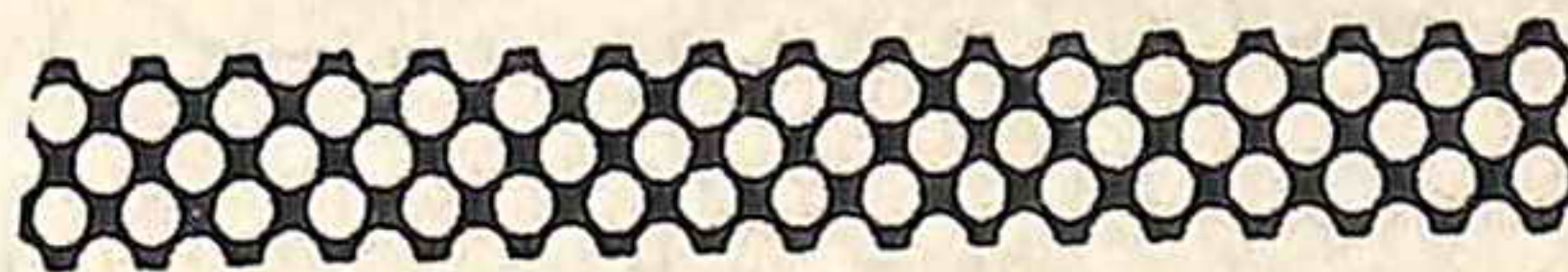
ہماری دعائیں پاکستان کی بقا اور استحکام کے لئے وقف ہیں

Digitized By Khilafat Library Rabwah


# میگنا گروپ

ا۔ میگنا ٹیک (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور (ٹیکسٹائل روٹری پرنٹنگ سکرین بنانے والا پہلا اور واحد پاکستانی ادارہ)

ب۔ میگنا ٹیکسٹائل انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ فیصل آباد (جدید مشینری سے آراستہ ٹیکسٹائل بلیچنگ، ڈائینگ اور پرنٹنگ یونٹ)

پ۔ میگنا انٹرنیشنل (پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور (شوگر انڈسٹریز کیلئے CENTRIFUCAL نکل سکرین بنانے والا زیر تکمیل منصوبہ)

ت۔ میگنا انٹرنیشنل فیصل آباد (درآمد۔ برآمد کنندگان۔ نمائندے اور سپلائرز)

ٹ۔ شان پولٹری بریڈرز۔ فیصل آباد (بریڈنگ فارم اور جدید سہولتوں سے آراستہ ہیچری پلانٹ)

ث۔ سعید اللہ کلاتھ مرچنٹس (درآمد۔ برآمد کنندگان نیز جنرل آرڈرز سپلائرز)

برائے معلومات ہیڈ آفس فیصل آباد سے رابطہ کریں

فون نمبر:۔ ۶۱۷۶۱۶ - ۶۳۷۶۱۶ - ۰۴۱

فیکس نمبر:۔ ۶۱۵۶۴۲ - ۰۴۱

ٹیلکس نمبر:۔ ۴۳۳۹۵ SAEED P.K



# پڑھے لکھے بے روزگار نوجوانوں کے لئے روزگار کا سنہری موقع

اسٹیٹ لائف کی فیلڈ فورس میں شامل ہو کر لامحدود ترقیاں پائیے اور لامحدود آمدنی حاصل کیجئے۔ بذریعہ انشورنس بچت کر کے اپنے مستقبل کو سنواریں۔

رابطہ:۔ چوہدری محمد اکرم جاوید سیلز اینڈ ریکروٹمنٹ آفیسر اے۔ ڈی۔ پی۔ لمرا۔ یو۔ ایس۔ اے۔

آفس بالمقابل زرعی بنک فیصل آباد روڈ سمندری فون: ۴۲۰۵۷۳

رہائش چک نمبر ۲۷۵ ر ب کرتارپور فیصل آباد فون: ۶۶۶۲۷۵

Digitized By Khilafat Library Rabwah

TEL: 041-781857
FAX: 041-785530

الٰہی ٹریڈرز Mobil

ڈسٹری بیوٹر :- موبل شیل - کالٹکس - پی ایس او - تمام قسم کے آئیل فلٹرز گریس تھوک و پرچون دستیاب ہیں۔
۱۵۰ اسی شعیب بلال مارکیٹ بلمقابل جنرل بس سٹینڈ فیصل آباد
فون :- ۰۴۱-۷۸۱۸۵۷
فیکس :- ۰۴۱-۷۸۵۵۳۰

پاکستان کی گولڈن جوبلی مبارک

عامر جاوید

شریف مارکیٹ دکان نمبر ۹
فیصل آباد

فون دکان :- ۶۱۸۴۰۱

شیخ نصیر احمد ابن شیخ رشید احمد صاحب
(کنفیکشنرز)

PP, NO. 763679

نیو سول لائن نزد پانی والی ٹینکی
مکان نمبر P 6/5-B
فیصل آباد

شاہد الیکٹرک سٹور

بجلی کا سامان بازار سے بارعایت دستیاب ہے۔
گھروں میں وائرنگ وغیرہ کیلئے تشریف لائیں
پتہ : گول امین پور بازار منشی محلہ فیصل آباد

پروپرائٹر
ریاض احمد، فیاض احمد

راشد اینڈ کو

ہول سیل ریٹ پر گرم چادریں، شفون، جارجٹ کے تھان، سٹیپل کی چادریں - لاچے - رومال وغیرہ کی ہر قسم کی نئی ورائٹی دستیاب ہے۔

مراد مارکیٹ، ریل بازار، فیصل آباد

فون :- ۶۱۸۱۰۶ - ۶۴۵۸۴۴

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# وطن ہمارا

(مکرم شیخ نصیر الدین احمد صاحب)

وطن ہمارا دیکھو آکر۔ دیکھو اُس کی شان بھی
عِلم کی دولت ملتی ہے واں ملتا ہے عرفان بھی
پاکستان زندہ باد۔ پاکستان زندہ باد

ہم نے خون کی ہولی کھیلی۔ درد بھرا ارمان بسایا
موت کی چھاؤں میں مِٹ مِٹ کر جینے کا ساماں سجایا
خون سے پیارا جان سے پیارا ہم نے پاکستان بنایا
اور حفاظت کا بِیڑا ہر حالت میں ہر آن اُٹھایا
دولت کیا ہے عزّت کیا ہے حاضر ہے یاں جان بھی
وطن ہمارا دیکھو آکر دیکھو اُس کی شان بھی
پاکستان زندہ باد۔ پاکستان زندہ باد

وطن ہمارا چاند ستارہ آشاؤں کا ہے گہوارہ
طوفانوں کی تان پہ گویا ملتا ہے کشتی کو کنارہ
مہرِ درخشاں کی تابانی کرتی ہے موجوں میں اشارہ
بحرِ تلاطم کی گہرائی دیتی ہے ماہی کو سہارا
خوشیوں کا پیغام بھی ہے وہ آہوں کا درمان بھی
وطن ہمارا دیکھو آکر دیکھو اُس کی شان بھی
پاکستان زندہ باد۔ پاکستان زندہ باد

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہم ہیں طوفانوں کے پالے۔ اپنی زمیں کے بھید نرالے
سرسبز و شاداب خیابانوں میں بہتے ندی نالے
موجِ صبا کے دوش پہ جھومیں بادل سے رُوئی کے گالے
جا کر دیکھو ہر صوبے میں گاتے ہیں دہقان جیالے

پنجاب اور سرحدی صوبہ سندھ بلوچستان بھی
وطن ہمارا دیکھو آ کر۔ دیکھو اس کی شان بھی
پاکستان زندہ باد۔ پاکستان زندہ باد

ظلم و استبداد کے بادل چھٹ کے رہیں گے آخر سارے
سُکھ اور چین کی دولت آخر پا کے رہیں گے غم کے مارے
دُنیا بھر میں جاگیں گے اسلام کی جب قسمت کے تارے
خوشبوؤں سے بھرپور فضا میں پھُوٹیں گے تب نور کے دھارے

احمدؔ وہ دن دُور نہیں کہتا ہے مرا ایمان بھی
وطن ہمارا دیکھو آ کر دیکھو اس کی شان بھی
علم کی دَولت ملتی ہے یاں ملتا ہے عرفان بھی
پاکستان زندہ باد۔ پاکستان زندہ باد

●

(یہ ترانہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۵ء کو نیشنل ڈے کی تقریب پر لوساکا زیمبیا میں پاکستانیوں کے ایک اجتماع میں پڑھا گیا)

○

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# تحریکِ آزادیٔ کشمیر اور جماعتِ احمدیہ

(مکرم محمد محمود طاہر صاحب ایم۔ اے۔ ابلاغیات)

## تاریخی و جغرافیائی پس منظر

کشمیر جنت نظیر جو شمال میں چین اور افغانستان کے تنگ ٹکڑے سے ملا ہوا ہے، جس کے پیچھے سابقہ روس کی سرحد' اس کے جنوب مغرب میں پاکستان ہے' جنوب مشرق میں بھارت اور مشرق میں تبت ہے۔ ریاست کا رقبہ ۸۴۴۷۱ مربع میل ہے اور پاکستان کے تین دریا سندھ، جہلم اور چناب کشمیر سے ملتے ہیں۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست میں ۷۷% مسلمان تھے۔ صوبہ کشمیر میں مسلمانوں کی تعداد ۹۳% تھی۔ ریاست کشمیر میں کشمیر' جموں' لداخ اور گلگت کے علاقے شامل تھے۔

ریاست جموں و کشمیر ۱۸۴۶ء میں معاہدہ امرتسر کی رو سے وجود میں آئی۔ انگریزوں نے اسے ۷۵ لاکھ روپے میں ایک ہندو ڈوگرہ راجپوت سردار گلاب سنگھ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ معاہدہ کی رو سے گلاب سنگھ ریاست کا آزاد حکمران خیال کیا جاتا تھا۔ گلاب سنگھ کی وفات پر مہاراجہ پرتاب سنگھ اس کا جانشین ہوا۔ تقسیم ہند کے وقت سردار ہری سنگھ ریاست کا حکمران تھا۔

ڈوگرہ راج میں اقلیتی ہندو اکثریتی مسلمانوں پر مظالم کرتے رہے۔ مسلمانوں کی حالت غلاموں کی سی تھی۔ جب صوبہ جموں میں تحصیل اودھم پور کا ایک بڑا زمیندار مسلمان ہو گیا تو تحصیلدار نے اس کی جائیداد کے کاغذات سے اس کا نام خارج کر دیا اور املاک پر قبضہ اس کے ہندو بھائی کو دے دیا۔ عدالت میں چارہ جوئی کی گئی تو جج نے صاف کہہ دیا "شدھ ہو جاؤ تو جائیداد واپس مل جائے گی"۔ انکار پر اس کا دعویٰ خارج کر دیا گیا۔ ڈیگور نامی ایک گاؤں میں مسلمانوں کو نماز باجماعت کی ادائیگی سے روک دیا گیا۔ جموں جیل کی پولیس لائن میں ایک ہندو نے قرآن کی بے حرمتی کی۔ اس واقعہ نے مسلمانوں کو افروختہ کر دیا۔ ۲۹۔ اپریل ۱۹۳۱ء کو جموں میں عیدالاضحیٰ کے اجتماع میں خطیب کو خطبہ عید پڑھنے سے آریہ انسپکٹر نے روک دیا۔ الغرض جابر حاکم کے ظالم افسروں نے مختلف مواقع پر فرعونیت کے مظاہرے کئے جو بالآخر ڈوگرہ راج کے کھوکھلا ہونے پر منتج ہوئے اور کشمیری مظلوموں کی داستانیں آئے دن ملکی رسائل و جرائد میں چھپنے لگیں۔

## کشمیریوں کے لئے جدوجہد کا آغاز

۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو عبدالقدیر نامی (جسے ایک جلسہ میں تقریر کرنے کی وجہ سے گرفتار کیا گیا تھا) کا مقدمہ سری نگر جیل میں پیش ہونا تھا۔ اس کی کاروائی سننے کے لئے ہزاروں مسلمان جمع ہو گئے۔ ریاستی پولیس نے گولی چلا دی جس سے ۲۱ مسلمان شہید ہو گئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ اس واقعہ پر مسلمانان ہند بھڑک اٹھے اور انہوں نے صدائے احتجاج بلند کی۔ امام جماعت احمدیہ خلیفہ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے اسی دن قادیان سے وائسرائے ہند کو تار دیا کہ "مہاراجہ کے تازہ اعلان کے بعد جس میں انہوں نے اپنی مسلم رعایا کو کئی طرح کی دھمکیاں دی ہیں اس واقعہ کا ظہور پذیر ہونا صاف بتاتا ہے کہ یہ سب کچھ عمداً کیا گیا ہے"۔ اس تار پر "پیسہ اخبار" لاہور نے اداریہ قلمبند کیا:

"مسلمانان کشمیر پر گولیوں کی بارش کے متعلق امام جماعت احمدیہ قادیان نے ایک تار ہزایکسیلینسی وائسرائے کی خدمت میں ارسال کی ہے۔ جس میں کشمیری مسلمانوں کی حالت زار کا خاکہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کھینچ کر یہ رائے دی ہے کہ جب تک کشمیری مسلمانوں کی اپنی وزارت کے ذریعہ مہاراجہ جموں ان پر حکومت نہ کریں اس وقت تک کشمیر میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ رائے نہایت عمدہ اور قابل عمل ہے"۔ (پیسہ اخبار لاہور: ۲۳ جولائی ۱۹۳۱ء)

آپ نے فوراً ایک گشتی چٹھی پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے مسلمانوں کو لکھی اور تار بھی دیئے کہ ۲۵ جولائی کو ہم شملہ میں جمع ہو کر کشمیر کا معاملہ زیر غور لائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے تین اہم اقدامات کئے:۔

۱:۔ احمدیہ مشن لندن کو ہدایت دی کہ وہ کشمیر پر صدائے احتجاج بلند کرے۔

۲:۔ روزنامہ الفضل کو کشمیریوں کے حق میں پر زور صدا بلند کرنے کا حکم دیا۔

۳:۔ ۱۸ جولائی ۱۹۳۱ء کو قادیان میں احتجاجی جلسہ منعقد کروایا۔

آپ کے پے در پے مضامین نے ملک کے طول و عرض میں ایک جنبش پیدا کر دی اور قیادت کے لئے نگاہیں آپ کی طرف اٹھنے لگیں۔ پہلی زور دار آواز شمس العلماء خواجہ حسن نظامی کی طرف سے اٹھی جنہوں نے امام جماعت احمدیہ کو متعدد خط لکھے اور ایک خادم کی حیثیت سے تحریک کشمیر میں تعاون کی پیشکش کی۔ حضرت امام جماعت کا خیال تھا کہ کوئی آئینی کمیٹی قائم کی جائے اور ڈاکٹر علامہ اقبال کے سپرد اہم ذمہ داری سونپی جائے۔ اس کا اظہار آپ نے خواجہ حسن نظامی سے بھی کیا۔ خواجہ صاحب نے اس کا جواب یوں دیا:۔

"ڈاکٹر سر محمد اقبال کی نسبت یہ تو ٹھیک ہے کہ ان کا اثر ہے مگر یہ ٹھیک نہیں کہ ان میں عملی جرات بھی ہو۔ وہ ہرگز اس مشکل کام میں دخل نہ دیں گے چاہے اس وقت وعدہ کر لیں لیکن ایفاء کی امید نہیں ہے..... میں آپ کے ساتھ کام کرنے کو موجود ہوں.... آپ نے وائسرائے اور لندن کا کام موقع کے موافق کیا"۔ (بحوالہ اخبار الفضل قادیان: ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

## آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام

کشمیریوں کی امداد اور ان کے حقوق کی بحالی کے لئے ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کا دن مقرر ہوا۔ چنانچہ اس روز سر ذوالفقار علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کی کوٹھی پر شملہ میں ایک اہم اجلاس ہوا جس میں بر صغیر کے نامور مسلم اکابرین نے شرکت کی۔ ان میں شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی، سر میاں فضل حسین، ڈاکٹر سر محمد اقبال، سر ذوالفقار علی خان، جناب نواب صاحب کنج پورہ، خان بہادر رحیم بخش ریٹائرڈ سیشن جج، سید محسن شاہ ایڈووکیٹ لاہور سیکرٹری آل انڈیا کشمیری کانفرنس لاہور، مولوی محمد اسماعیل غزنوی امرتسر، مولوی نور الحق مالک مسلم آؤٹ لک لاہور، سید حبیب ایڈیٹر روزنامہ سیاست لاہور، مولوی میرک شاہ نمائندہ کشمیر، اللہ رکھا ساغر نمائندہ جموں اور سر عبد القیوم کے بھائی صاجزادہ عبد اللطیف آف ٹوپی نے نمائندہ سرحد کی حیثیت سے شرکت کی۔ مسلم پریس کے لئے روئداد قلم بند کرنے کا فریضہ چوہدری ظہور احمد نے انجام دیا۔

اس اجلاس کی روئداد بیان کرتے ہوئے لاہور کا "پیسہ اخبار" لکھتا ہے:۔

"شملہ میں مسلمانان کشمیر کی حالت زار پر غور کرنے کے لئے مسلمان زعماء کا ایک جلسہ ہوا جس میں سر ذوالفقار علی خان، سر اقبال، مرزا بشیر الدین محمود احمد (امام جماعت احمدیہ قادیان) نواب صاحب کنج پورہ، خان بہادر شیخ رحیم بخش، خواجہ حسن نظامی وغیرہ بہت سے زعماء مسلمان شریک ہوئے کہ ریاست کشمیر کے حالات اس قسم کے ہیں کہ ان کی نگرانی کے لئے فوراً ایک آل انڈیا کمشیر کمیٹی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ایک کمیٹی قائم کی گئی جس میں ڈاکٹر سر محمد اقبال، نواب ذوالفقار علی خان، خواجہ حسن نظامی، نواب کنج پورہ، مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان وغیرہ شامل ہیں۔ اس کمیٹی کے پریذیڈنٹ امام جماعت احمدیہ منتخب ہوئے۔ عبد الرحیم درد ایم۔اے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ قرار پایا کہ ہندوستان کے تمام صوبوں کے نمائندے اس میں شامل کئے جائیں۔ اس بات کا اختیار پریذیڈنٹ کو دیا گیا۔ طے پایا کہ ۱۴ اگست کو "کشمیر ڈے" منایا جائے"۔ (پیسہ اخبار لاہور: ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

جناب ایم۔ڈی تاثیر کی اہلیہ، جناب سلمان تاثیر کی والدہ اور ایلس فیض کی ہمشیرہ محترم بلقیس تاثیر اپنی انگریزی تصنیف "دی کشمیر آف شیخ محمد عبد اللہ" میں لکھتی ہیں:۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ترجمہ:۔ "علامہ اقبال نے تحریک احمدیہ کے سپریم ہیڈ مرزا بشیرالدین محمود احمد کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ کشمیر کمیٹی کے سربراہ بنیں۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اقبال جانتے تھے کہ ان کی جماعت ایک فعال جماعت ہے اور مرزا صاحب فنڈ جمع کر سکتے اور بہت سے رضاکار مہیا کر سکتے ہیں جو کشمیری مسلمانوں کے نصب العین کے لئے کام کریں گے"۔

## کشمیر کمیٹی کے اغراض و مقاصد

۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کے اجلاس میں مسلمانان کشمیر کی حالت زار کو بہتر بنانے کے لئے بعض اہم فیصلے کئے گئے۔ ان میں سے ایک فیصلہ یہ تھا کہ عوام میں کشمیریوں کے حق میں صدا بلند کرنے اور مصیبت زدگان کے لئے فراہمی چندہ کی اپیل کرنے کے واسطے ۱۴ اگست کو کشمیر ڈے منایا جائے۔ کشمیر کمیٹی کے قیام کے اغراض و مقاصد خلاصتہ یہ تھے:۔

۱:۔ رائے عامہ ہموار کرنا

۲:۔ شہیدوں کے ورثاء اور زخمیوں کی مالی امداد

۳:۔ کشمیریوں کے حقوق کے لئے قانونی اور آئینی مدد کرنا

۴:۔ سمندر پار ممالک میں پروپیگنڈا کرنا

## یوم کشمیر۔ KASHMIR DAY

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی امام جماعت احمدیہ کی طرف سے ۱۴ اگست ۱۹۳۱ء کو کشمیر ڈے منانے کا اعلان ہو چکا تھا۔ حکومت ہند اور حکومت کشمیر بڑے غور سے اس اعلان کے ردعمل کا انتظار کر رہی تھی۔ اس دن کو کامیاب بنانے کے اخبارات میں متواتر نوٹ بھجوائے جا رہے تھے۔ پروگرام یہ طے پایا کہ ہر شہر سے جلوس نکالا جائے اور اس میں ہر فرقہ کے لوگوں کو شامل ہونے کی دعوت دی جائے۔ مطالبات یہ پیش کئے جائیں:۔

مذہبی آزادی، انجمنیں بنانے کی اجازت دی جائے، اخبار نکالنے کی اجازت ہو، زمین کے مالکانہ حقوق دیئے جائیں، ملازمتوں میں ستر فیصد حصہ دیا جائے اور مجلس قانون ساز بنائے جانے کے متعلق بھی ریزولیوشن منظور کر کے مطالبہ کیا جائے، جلسوں کی رپورٹس سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی کو بھجوائی جائیں۔ اس کے علاوہ ریزولیوشنوں کی نقول اپنے صوبہ کے گورنر، وائسرائے ہند اور پریس کو بھجوائی جائیں۔

چنانچہ ۱۴ اگست کو پورے ہندوستان میں شان و شوکت کے ساتھ کشمیر ڈے منایا گیا اور توقعات سے بڑھ کر کامیابی ہوئی۔

"پیسہ اخبار" لاہور "مسلمانان لاہور کا عظیم الشان مظاہرہ" کے عنوان سے رقمطراز ہے:۔

"لاہور ۱۴ اگست ۱۹۳۱ء۔ آج یوم کشمیر کی تقریب پر مسلمانان لاہور نے اخوت اسلامی اور غیرت دینی کا وہ مظاہرہ دکھایا جس کی نظیر لاہور کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ پروگرام کے مطابق یہ تجویز کی گئی تھی کہ جلوس ۶ بجے شام بیرون دہلی دروازہ سے روانہ ہو گا مگر ۴ بجے شام سے فرزندان توحید کا ایک سیلاب اُمڈ آیا۔ یہاں تک کہ باغ اور اس کی متصلہ سڑکوں میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی.... تماشائیوں کے علاوہ ایک لاکھ سے زائد فرزندان توحید شامل تھے"۔ ("پیسہ اخبار" لاہور: ۲۰ اگست ۱۹۳۱ء)

یہ تو بیرون کشمیر رائے عامہ کی بیداری کی ایک جھلک تھی۔ صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے اندرون کشمیر رائے عامہ کو اس درجہ خوبی اور وسعت سے منظم کیا کہ مخالفین بلبلا اٹھے۔ ہندو اخبار "ملاپ" اس جدوجہد کا تذکرہ اپنے رنگ میں یوں کرتا ہے:۔

"..... میرزا قادیانی (صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی۔ ناقل) نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی اسی غرض کے لئے قائم کی کہ تاکہ کشمیر کی موجودہ حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس غرض کے لئے انہوں نے کشمیر کے گاؤں گاؤں میں پروپیگنڈا کیا...... انہیں پیسہ بھیجا۔ ان کے لئے وکیل بھیجے۔ شورش پیدا کرنے کے لئے واعظ بھیجے.... شملہ میں اعلیٰ افسروں کے ساتھ سازباز کرتا رہا"۔

(اخبار "ملاپ" یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء)

## شہیدوں کے ورثاء اور زخمیوں کی مالی و طبی امداد

کشمیر کمیٹی نے اس مقدس فریضہ کو احسن طریق سے انجام دیا۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

شہداء کے پس ماندگان اور نظر بندوں کے اہل و عیال کی ہر ممکن دستگیری اور نگہداشت کا انتظام نہ ہوتا تو کشمیر کے اندر تحریک کا زندہ رہنا ناممکن تھا۔ چنانچہ صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی حضرت امام جماعت احمدیہ نے ان محاذوں پر اپنے سپاہی روانہ کر دیئے۔

جموں و کشمیر، میرپور، بھمبر میں تین طبی وفد بالترتیب چوہدری عصمت اللہ بی۔ ایس۔ سی۔ ایل ایل بی، ڈاکٹر میجر شاہنواز اور ڈاکٹر محمد منیر صاحب کی قیادت میں بھجوایا۔ اس خدمت کے بارہ میں اخبار "انقلاب" لاہور لکھتا ہے:۔

"آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے مسلمانان کشمیر کے شہداء پس ماندگان اور زخمیوں کی امداد اور ماخوذین بلا کی قانونی اعانت میں جس قدر قابل تعریف سرگرمی، محنت اور ایثار کا ثبوت دیا ہے۔ اس کو مسلمانان کشمیر کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ اب تک کمیٹی کے بے شمار کارکن اندرون کشمیر مختلف مقامات میں مصروف ہیں اور ہزار ہا روپیہ مظلومین و ماخوذین کی امداد پر صرف کر رہے ہیں"۔

(اخبار "انقلاب" لاہور ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء)

مفتی پونچھ نے فرمایا:۔

"...... ہم لوگ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے بے لوث مالی امداد کے تازیست ممنون رہیں گے۔ اس کمیٹی نے شہداء کے پس ماندگان کا خیال رکھا، یتامیٰ کی پرورش کی، محبوسین کے پس ماندگان کو مالی امداد دی۔ ماخوذین کو قانونی امداد دی۔ کارکنان کو گراں قدر مشورے دیئے۔ جنگلوں میں، پہاڑوں میں جاکر مظلومین کی امداد کی"۔ (اخبار "انقلاب" لاہور ۲۰ اپریل ۱۹۳۲ء)

## کشمیر کمیٹی کی طرف سے قانونی امداد

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی حضرت امام جماعت احمدیہ کی ہدایت پر کئی احمدی نوجوان وکلاء اپنی پریکٹس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے مظلوم کشمیری بھائیوں کی قانونی مدد کے لئے رضاکارانہ طور پر اپنے آپ کو پیش کیا۔ صرف ایک غیر احمدی وکیل غلام مصطفیٰ بیرسٹر آف گوجرانوالہ نے ایک ماہ کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔

کشمیر میں ۱۲۱۰ آدمیوں پر مقدمات چلائے گئے۔ ان وکلاء کی کوششوں سے ۱۰۷۰ کے قریب بری ہوگئے اور ۱۴۰ کو معمولی سزائیں ہوئیں۔ سابق چیف جسٹس آزاد کشمیر ہائی کورٹ نے اپنی کتاب kashmir's fight for freedom کے صفحہ ۴۶۰ پر ان تمام وکلاء کے اسماء گرامی کا تذکرہ کیا ہے جو صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے اس نیک مقصد کے حصول کے لئے کشمیر روانہ کئے۔ ان وکلاء میں احمدیہ وکیل نمایاں حیثیت رکھتے ہیں:۔

چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب، شیخ محمد احمد مظہر صاحب، شیخ بشیر احمد صاحب (لاہور ہائیکورٹ کے سابق جج) چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ، میر محمد بخش صاحب، چوہدری محمد اسد اللہ خان صاحب اور قاضی عبدالحمید صاحب ایڈووکیٹس۔ بیگم بلقیس تاثیر نے بھی اپنی کتاب "وادی کشمیر آف شیخ عبداللہ" میں احمدی وکلاء کا کشمیری بھائیوں کی قانونی مدد کرنے کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

## سمندر پار ممالک میں پراپیگنڈا

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے کشمیری مظلومین کی آواز کو پوری دنیا میں پہنچانے کے لئے خاص اقدامات کئے۔ اس سلسلہ میں احمدیہ لندن مشن کو ہدایات دیں کہ وہ کشمیریوں پر مظالم پر صدائے احتجاج بلند کرے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سلام الدین نیاز سابق وزیر قانون حکومت آزاد کشمیر "ان کہی داستان کشمیر" میں لکھتے ہیں:۔

"صدر کمیٹی (حضرت امام جماعت احمدیہ۔ ناقل) نے اپنے وسائل اور ذرائع کام میں لاتے ہوئے نہ صرف ریاست اور ہندوستان میں بلکہ سمندر پار ملکوں میں بھی کچھ ایسے انداز سے تشہیر و اشاعت کرائی جس سے جرائد، عمائد اور حکمران بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور کشمیریوں کی مظلومیت زبان زد عام ہوگئی۔ برطانوی پارلیمنٹ میں سوال ہونے شروع ہوگئے..... اور بعض ممبروں نے ہر طرح کی امداد کا وعدہ بھی کیا"۔

(ماہنامہ شام و سحر لاہور: مارچ ۱۹۸۲ء: صفحہ ۳۱)

## کشمیر کمیٹی کے سرفروش کارکنان

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی جانب سے کشمیریوں کی مالی، قانونی اور طبی امداد کی گئی۔ ان تمام کاموں میں سرگرم کارکنان احمدی احباب ہی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

تھے۔ مالی اعانت کرنے والوں میں روح رواں احمدی حضرات تھے۔ اس کا اعتراف اکثر مصنفین نے اپنی کتب میں کیا ہے۔

☆ "اقبال کا سیاسی کارنامہ" کے مصنف جناب محمد احمد خان کے مطابق:-

"کشمیر کمیٹی کے اصل کام کرنے والے حضرات یہی (یعنی احمدی) تھے"۔ (اقبال کا سیاسی کارنامہ: صفحہ ۱۸۴: مطبوعہ ۱۹۵۲ء)

☆ "ذکر اقبال" کے مصنف مولانا عبدالمجید سالک لکھتے ہیں:-

"مرزا صاحب کے احباب مریدین ہی کمیٹی کے اصل کارکن تھے.... اور کوئی کارکن تھے ہی نہیں"۔

(ذکر اقبال: صفحہ ۱۷۴: مطبوعہ ۱۹۵۵ء)

☆ "مسئلہ کشمیر" کے مصنف ممتاز احمد (نظرثانی از ابوالاعلیٰ مودودی) رقمطراز ہیں:-

"قادیانی ہی کشمیر کمیٹی کے روح رواں تھے"۔

(مسئلہ کشمیر: صفحہ ۶۸: مطبوعہ ۱۹۷۰ء)

☆ مرزا شفیق حسین اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:-

"احمدیوں کے علاوہ یہاں دوسرا کارکن ہی نہ تھا"۔

(کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد: ۱۹۳۹ء-۱۹۳۱ء: منتخب دستاویزات: ناشران ادارہ تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد: صفحہ ۱۸)

## شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کا اعتراف

تحریک آزادی کشمیر کے دوران شیر کشمیر جناب شیخ محمد عبداللہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں متعدد خطوط روانہ کئے جن کے مطالعہ سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ تحریک کے اصل ہیرو کون تھے۔ اس کی ایک جھلک تو آپ مندرجہ بالا حوالہ جات سے ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ان میں سے چند خطوط کو تاریخ احمدیت جلد ششم میں محفوظ کیا گیا ہے۔

۲۷ جنوری ۱۹۳۲ء کو شیخ محمد عبداللہ اور ان کے رفقاء کی گرفتاری اور مفتی ضیاء الدین کے جبریہ اخراج کی خبریں قادیان پہنچیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بحیثیت صدر کشمیر کمیٹی مہاراجہ کشمیر اور وائسرائے ہند کو تاریں دیں۔ طویل جدوجہد کے بعد بالآخر شیخ عبداللہ اپنے ۳۵ رفقاء کے ساتھ ۵ جون ۱۹۳۲ء کو رہا ہو گئے۔ شیر کشمیر نے امام جماعت احمدیہ کو خط تحریر کیا کہ:-

مکرم و معظم حضرت میاں صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں سب سے پہلے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں تہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ اس بے لوث اور بے غرضانہ کوشش اور جدوجہد کے لئے جو آپ نے کشمیر کے درماندہ مسلمانوں کے لئے کی۔ پھر آپ نے جس استقلال اور محنت سے مسئلہ کشمیر کو لیا اور میری غیر موجودگی میں جس قابلیت کے ساتھ ہمارے ملک کے سیاسی احساس کو قائم اور زندہ رکھا۔ مجھے امید رکھنی چاہئے کہ آپ نے جس ارادہ اور عزم کے ساتھ مسلمانان کشمیر کے حقوق کے لئے جدوجہد فرمائی ہے آئندہ بھی اسے زیادہ کوشش اور توجہ سے جاری رکھیں گے۔

میں ہوں آپ کا تابعدار

شیخ محمد عبداللہ

(بحوالہ تاریخ احمدیت: جلد ششم: صفحہ ۵۶۹)

## کشمیر کمیٹی کی آئینی جدوجہد کے شیریں ثمرات

اس سلسلہ میں "پنجاب کی سیاسی تحریکیں" کے مصنف جناب عبداللہ ملک لکھتے ہیں:-

"آئینی جدوجہد کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی مخلصانہ مساعی کے نتیجہ میں اہالیان کشمیر کو جو حقوق ملے ان کا مختصر ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کیونکہ یہ نعمت بڑی جدوجہد اور قربانیوں کے بعد حاصل ہوئی"۔ (صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹)

ان ثمرات کا مختصر تذکرہ عبداللہ ملک صاحب کی کتاب سے تلخیص کے طور پر پیش ہے:-

☆ مذہبی آزادی:- گلینسی کمیشن کی سفارشات کے نتیجہ میں اذان روکنے اور اسی طرح مذہب تبدیل کرنے پر لوگوں کو خوفزدہ کرنے کو جرم قرار دے دیا گیا۔

☆ مقدس مقامات:- زیارت مدنی صاحب، میدان عیدگاہ سرینگر، خانقاہ شاہ جموں وغیرہ کا انتظام مسلمانوں کے سپرد کئے جانے کے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

احکامات جاری کر دیئے گئے۔

☆ تعلیم کی ترقی:۔ عربی کے معلموں کی تعداد بڑھانے، مڈل اور ہائی سکولوں میں اضافہ کرنے، مسلمان اساتذہ اور انسپکٹران اور ایک خاص تعداد مسلم انسپکٹر مقرر کرنے کی ہدایت جاری کی گئی۔

☆ ملازمتیں:۔ ملازمتوں میں اقوام کی آبادی کے تناسب کو ملحوظ رکھنے کا حکم دے دیا گیا۔

☆ مالیہ اراضی:۔ احکام جاری کئے گئے کہ مالکانہ کی وصولی بند کر دی جائے۔ اسی طرح جو زمینیں ریاست کی ملکیت ہیں لیکن عوام کو قبضہ کے حقوق حاصل ہیں ان کے مالکانہ حقوق قابض لوگوں کو دے دیئے جائیں۔

☆ کاہ چرائی ٹیکس:۔ سات تحصیلوں میں کاہ چرائی ٹیکس معاف کر دیا گیا۔ دھاروں کا ٹیکس بھی معاف کر دیا گیا۔

☆ پریس ایکٹ:۔ پریس ایکٹ کو برطانوی ہند کے قانون کے مطابق کر دینے کا حکم دے دیا گیا۔

## صدر کشمیر کمیٹی کا استعفیٰ اور اس کا ردعمل

کشمیر کی مالی، قانونی، طبی اور آئینی مدد سے خاطر خواہ مثبت نتائج ظاہر ہونا شروع ہو گئے جس کا گزشتہ صفحات میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ ایسے میں کانگریس اور مہاراجہ کشمیر کو ایسے آلہ کار کی ضرورت تھی جو تحریک میں رخنہ ڈال سکے۔ چنانچہ مجلس احرار میدان میں کود پڑے اور انہوں نے اول فرض جماعت احمدیہ کی مخالفت کو ٹھہرایا اور کئی کشمیریوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی اور یوں وہ کانگریس کے آلہ کار بن گئے۔ مئی ۱۹۳۳ء میں کشمیر کمیٹی کے اجلاس میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور فرمایا کہ اب کوئی دوسرا شخص اس منصب کو سنبھالے۔ اس اجلاس میں استعفیٰ منظور کر لیا گیا اور ڈاکٹر علامہ اقبال کو صدر اور ملک برکت علی سیکرٹری مقرر ہوئے۔

آپ کے استعفیٰ پر نہ صرف کشمیری لیڈروں بلکہ دوسرے ممبران نے بھی شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ مولانا غلام رسول مہر اور مولانا سید حبیب ایڈیٹر سیاست نے بھی شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"میں جلسہ میں موجود نہ تھا۔ معلوم ہوا ہے اس جلسہ میں میرزا صاحب کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مولانا غلام رسول مہر صاحب نے بھی سیکرٹری کے عہدہ سے استعفیٰ داخل کر دیا اور ان کی جگہ ملک برکت علی صاحب کا تقرر عمل میں آیا..... میری دانست میں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باوجود ڈاکٹر اقبال اور ملک برکت علی صاحب دونوں اس کام کو نہیں چلا سکیں گے..... میری رائے میں میرزا صاحب کی علیحدگی کمیٹی کی موت کے مترادف ہے"۔

(اخبار "سیاست" لاہور: ۱۸ جولائی ۱۹۳۳ء)

اس قسم کے ردعمل کا اظہار شیخ محمد عبداللہ، چوہدری غلام عباس، بخشی غلام محمد، میر احمد اللہ ہمدانی میر واعظ سرینگر، مسلمانان کشمیر، مسلمانان جموں، مسلمانان میرپور، مسلم ایسوسی ایشن پونچھ، مسلمانان گلگت وغیرہ کی طرف سے بھی کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت: جلد ششم: صفحہ ۶۱۱ تا ۶۲۲)

حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کے استعفیٰ صدارت کے بعد کشمیر کمیٹی عملاً معطل ہو کر رہ گئی۔ اس بارہ میں مرزا شفیق حسین اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔

"میرزا بشیرالدین محمود نے کشمیر کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور ان کی جگہ علامہ اقبال صدر منتخب ہو گئے جب کہ ملک برکت علی عارضی طور پر سیکرٹری مقرر کئے گئے۔ مرزا صاحب کے علیحدہ ہو جانے سے کشمیر کمیٹی عملی طور پر معطل ہو کر رہ گئی۔ کیونکہ احمدیوں کے علاوہ یہاں کوئی دوسرا کارکن ہی نہ تھا۔ لہٰذا علامہ اقبال نے بھی کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور کمیٹی ہی کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ دوسری طرف احرار بھی حکومت پنجاب اور مہاراجہ ہری سنگھ کی ملی بھگت کی وجہ سے خاموش ہو گئے"۔

(کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد: ۱۹۳۹ء ــ ۱۹۳۱ء: صفحہ ۸۱)

آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے جس انداز میں کشمیریوں کی مدد کی اس کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ کی۔ یہ کمیٹی جس طرح کام کر رہی تھی بعید

Digitized By Khilafat Library Rabwah

نہ تھا کہ چند سال میں کشمیری آزادی کی فضا میں سانس لینا شروع کر دیتے لیکن چند حاسد میدان میں کود پڑے جنہوں نے باہمی اختلافات مذہب کے نام پر پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ جس سے آزادی کی اس تحریک کو اپنے ہی لوگوں نے نقصان پہنچایا ورنہ آج کا مسئلہ کشمیر شاید پیدا ہی نہ ہوتا جس کے لئے ملک و قوم کو آج بھاری قربانی دینی پڑ رہی ہے۔ لیکن آزادی کی یہ تحریک جماعت کی طرف کشمیر کمیٹی کے خاتمہ کے ساتھ ہی ختم نہ ہوئی بلکہ مختلف مواقع پر جماعت نے مختلف محاذوں پر شاندار خدمات سرانجام دی ہیں جن کا مختصر تذکرہ پیش ہے۔

## آزاد کشمیر حکومت کا قیام

تحریک آزادی کشمیر کا اہم دور اس وقت شروع ہوا جب "اسیروں کے رستگار" حضرت خلیفہ المسیح الثانی کے مبارک ہاتھوں سے ۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آزاد کشمیر حکومت کی بنیاد رکھی گئی۔ ۴ اکتوبر کو ہری سنگھ والی ریاست کی معزولی کے ساتھ ہی اس حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا اور ایک احمدی کشمیری لیڈر خواجہ غلام نبی گلکار انور اس حکومت کے بانی صدر قرار پائے۔ چنانچہ مظفر آباد ریڈیو سے پے در پے اس حکومت کے قیام کا اعلان ہوتا رہا۔ خواجہ غلام نبی گلکار سرینگر روانہ ہوگئے۔ وہاں انہیں جیل میں بند کر دیا گیا جس سے زمام حکومت سردار محمد ابراہیم کے ہاتھ میں آگئی جو پہلی حکومت کے وزیر اعظم قرار پائے۔ یوں آزاد کشمیر کی حکومت کے قیام میں بھی جماعت احمدیہ کا اہم کردار ہے اور یہ حضرت امام جماعت احمدیہ کی دور رس نگاہ کا نتیجہ تھا۔

مورخ کشمیر پریم ناتھ بزاز تاریخ جدوجہد حریت کشمیر (History of the struggle for freedom in kashmir) میں لکھتے ہیں:-

"انور غلام نبی گلکار کے سوا کوئی اور نہ تھا، جو مسلم کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کا ایک ممبر اور تحریک آزادی کا ایک قدیم آزمودہ کار سپاہی ہے جس نے صوبائی انقلابی حکومت آف آزاد کشمیر کی سرکردگی کی"۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت: جلد ششم: صفحہ ۶۵۹)

## محاذ کشمیر پر فرقان فورس کا قیام اور کارنامے

جب کشمیری بھائیوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے جہاد بالسیف کا وقت آیا تو ایسے میں بھی احمدی پیچھے نہیں رہے۔ قیام پاکستان اور الحاق کشمیر کے بعد بھارت نے اپنی فوجیں کشمیر بھیج دیں۔ ایسے میں جہاں آزاد حکومت کشمیر کا قیام عمل میں آیا وہاں اس خطہ کی حفاظت کے لئے جہاد کی ضرورت پیش آئی۔

پاکستان کے بعض فوجی افسروں نے محاذ جموں میں ایک پلاٹون بھجوانے کی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت صاحب نے اپنے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی کمان میں چالیس پچاس احمدی نوجوان بھجوا دیئے۔ انہیں **معراجکے** گاؤں واقع سرحد جموں پر تعینات کیا گیا۔ یہ مجاہد اپنے دفاعی مورچوں میں ڈٹے رہے۔ دو نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

حکومت پاکستان کی جانب سے ایک رضاکار بٹالین کے قیام کا منشاء ظاہر ہوا جس پر جون ۱۹۴۸ء میں حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے فرقان بٹالین قائم کردی۔ چنانچہ اس بٹالین نے سرائے عالمگیر کے قریب کیمپ قائم کر کے ایک ماہ کی عملی فوجی ٹریننگ حاصل کی۔

اس بٹالین کی کمان حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے ہاتھ میں تھی جو "فاتح الدین" کے نام سے بٹالین میں موسوم تھے۔ فرقان بٹالین جون ۱۹۴۸ء سے جون ۱۹۵۰ء تک قائم رہی اور اس نے محاذ کشمیر پر گراں قدر مجاہدانہ خدمات سرانجام دیں اور دشمن کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا اور اپنے محاذ کی حفاظت کی۔ فورس کے نوجوان وادی سعد آباد میں اپنی جنگی کاروائیاں کرنے اور ہندوستانی حفاظتی چوکیوں کے عقب تک بھی جایا کرتے تھے۔

یو این او کی مداخلت کی وجہ سے جنگ بند کر دی گئی۔ ہندوستانی اپنی کوشش کے باوجود اپنا کھویا ہوا علاقہ واپس نہ لے سکے اور مجاہدین فرقان فورس نے وادی سعد آباد کو ہندوستانیوں پر بند کر دیا۔ میدان جنگ میں نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے حضرت خلیفہ المسیح الثانی (جو اشارات میں "امین الملک" تھے) محاذ جنگ پر تشریف لے گئے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اس بٹالین میں مجموعی طور پر تین ہزار نوجوان مجاہدین شامل ہوئے جن میں طلبہ، کسان، فوجی افسران، اساتذہ، ڈاکٹرز، زمیندار، دوکاندار، کلرک غرض ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ اس بٹالین کے ۹ مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔

فوجی تصفیہ اور اقوام متحدہ کے نمائندوں کے کام کی وجہ سے رضاکاروں کو واپس بلانے کا فیصلہ کرلیا گیا۔ چنانچہ ۱۵ جون ۱۹۵۰ء کو فرقان بٹالین کے سبکدوشی کے احکام جاری کئے گئے اور ۱۷ جون ۱۹۵۰ء کو فرقان بٹالین کیمپ متصل سرائے عالمگیر میں ایک خصوصی تقریب میں پاکستانی فوج کے کمانڈر انچیف کا خصوصی پیغام پاکستانی فوج کے بریگیڈیئر شیخ نے پریڈ کے معائنہ اور مارچ پاسٹ کے بعد پڑھ کر سنایا۔ انگریزی پیغام میں اس بٹالین کی خدمات کو سراہا گیا:۔

"...... کشمیر میں محاذ کا ایک اہم حصہ آپ کے سپرد کیا گیا اور آپ نے ان تمام توقعات کو پورا کر دکھایا جو اس ضمن میں آپ سے کی گئی تھیں۔ دشمن نے ہوا پر سے اور زمین پر سے آپ پر شدید حملے کئے لیکن آپ نے ثابت قدمی اور اولوالعزمی سے اس کا مقابلہ کیا اور ایک انچ زمین بھی اپنے قبضہ سے نہ جانے دی۔ آپ کے انفرادی اور مجموعی اخلاق کا معیار بہت بلند تھا اور تنظیم کا جذبہ بھی انتہائی قابل تعریف!

اب جب کہ آپ کا مشن مکمل ہو چکا ہے اور آپ کی بٹالین تخفیف میں لائی جارہی ہے۔ میں اس قابل قدر خدمت کی بناء پر جو آپ نے اپنے وطن کی انجام دی ہے۔ آپ میں سے ہر ایک کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خدا حافظ"۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت: جلد ششم: صفحہ ۶۷۳، ۶۷۴)

اڈیٹر اخبار "جہاد" سیالکوٹ گلزار احمد فدا نے اپنے اخبار مورخہ ۱۶ جون ۱۹۵۰ء میں فرقان بٹالین کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"فرقان بٹالین نے مجاہدین کشمیر کے شانہ بشانہ ڈوگرہ فوجوں سے جنگ کی اور اسلامیان کشمیر کے اختیار کردہ موقف کو مضبوط بنایا"۔

## مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ میں اور

## چوہدری سر ظفراللہ خان صاحب

تقسیم ہند کے بعد بھارت نے اپنی افواج کشمیر میں داخل کرلیں اور کشمیر پر اپنا تسلط قائم کرلیا۔ دوسری طرف قبائلی عوام اور خود کشمیریوں نے اپنی آزادی کا علم بلند کیا۔ بھارت ان حالات میں مستغیث بن کر اقوام متحدہ میں گیا کہ پاکستان بھارت سے جنگ کر رہا ہے اور بعض علاقوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ بھارت پاکستان کو ملزم ٹھہرانے کے لئے یو۔ این۔ او میں پہنچا تو وہاں پاکستان کے عظیم فرزند حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب وزیر خارجہ پاکستان نے کشمیریوں کا کیس مدلل انداز میں پیش کرتے ہوئے ثابت کر دیا کہ کشمیر پر بھارت کا تسلط کشمیریوں کی مرضی کے خلاف ہے۔ آپ نے سلامتی کونسل میں ساڑھے پانچ گھنٹے کی معرکہ الآراء اور تاریخی تقریر کی جس نے عالمی رائے عامہ کو بھارت کے بارہ میں یکسر بدل دیا اور کشمیریوں کے حق میں عالمی صدائیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ چنانچہ یو۔ این۔ او کے فیصلہ کے مطابق اس مسئلہ کا حل بات چیت قرار دے دیا گیا اور کشمیریوں کو استصواب رائے کا حق دیا گیا۔

یہ وہ اقوام متحدہ کی قراردادیں ہیں جن کی بناء پر آج ہم کشمیر کا مسئلہ دنیا میں پیش کرتے ہیں۔ ہم جب بھی کہتے ہیں کہ کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے تو ہم اس وقت دوسرے لفظوں میں سر ظفراللہ خان کو خراج تحسین پیش کر رہے ہوتے ہیں جن کی کوششوں سے بھارت جو مستغیث بن کر یو۔ این۔ او گیا وہ وہاں سے ملزم بن کر وہاں سے لوٹا اور اس کا دجل اور فریب پوری دنیا پر واضح ہو گیا۔ آج پاکستان کی خارجہ پالیسی یہی ہے کہ کشمیر کا مسئلہ یو۔ این۔ او کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے گویا ہمارے ہاتھوں میں وہی علم ہے جو سر ظفراللہ خان نے ہمیں تھمایا تھا۔

## اس وقت پاکستان میں کوئی محمد ظفراللہ خان موجود نہیں

نامور صحافی میاں محمد شفیع (م۔ ش) اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

"چوہدری ظفراللہ خان نے پنجاب لیجسلیٹو کونسل سے لے کر راؤنڈ ٹیبل کانفرنس تک سیاست میں اعلیٰ پایہ کا تعمیری کردار ادا کیا۔ وہ قائداعظم کی زندگی میں لیاقت علی خان کی کابینہ میں وزیر خارجہ کی حیثیت سے بھرتی ہوئے اور آج کشمیر کے متعلق سیکورٹی کونسل کی قرار داد کو اساس بنا کر کشمیر کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اسے سیکورٹی کونسل سے متفقہ طور پر پاس کروانے میں ظفراللہ خان کا ہاتھ تھا"۔

(میاں محمد شفیع کی یادداشتیں: نوائے وقت لاہور: جمعہ میگزین: ۶ مارچ ۱۹۹۲ء)

یہی م۔ش نوائے وقت ۳ فروری ۱۹۹۰ء میں "کوئی تو پرچم لے کر اٹھے" کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی قرارداد مجریہ ۵ جنوری ۴۹ء کے مطابق جس پر سوویت روس کے دستخط ہیں اصولی طور پر نہ صرف مقبوضہ ریاست جموں و کشمیر بلکہ آزاد جموں کشمیر کے عوام کا یہ حق محفوظ ہے کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کہ آیا وہ پاکستان سے الحاق چاہتے ہیں یا بھارت سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہیں.... افسوس اس امر کا ہے کہ اس وقت پاکستان میں کوئی محمد ظفراللہ خان موجود نہیں....."

الغرض تحریک آزادی کشمیر کی ابتداء کرنے والے احمدی تھے۔ کشمیریوں کے حقوق کی صدا نہ صرف برصغیر بلکہ سمندر پار بلند کرنے میں احمدی نمایاں تھے۔ تقسیم ہند کے وقت کشمیر کے محاذ پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے میں احمدی کسی سے پیچھے نہ رہے اور بالاخر جب مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی عدالت میں جاتا ہے تو مستغیث بھارت کو ملزم بنانے والا عظیم وکیل یعنی سر ظفراللہ خان احمدی تھے۔

## کشمیر ضرور آزاد ہو گا

اہل کشمیر جماعت احمدیہ کی قربانیوں کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے لئے جہاں امام جماعت احمدیہ خلیفہ المسیح الثانی کی جماعت کی انتھک کاوشیں شامل تھیں وہاں ان کی آزادی کے لئے دعائیں بھی ہیں۔ آپ کشمیر کے مسلمانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"کشمیر کے مسلمان یقیناً غلام ہیں اور ان کی حالت دیکھنے کے بعد بھی جو یہ کہتا ہے کہ ان کو کسی قسم کے انسانی حقوق حاصل ہیں وہ یا تو پاگل ہے اور یا اول درجہ کا جھوٹا اور مکار۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ نے بہترین دماغ دیئے ہیں اور ان کے ملک کو دنیا کی جنت بنایا ہے مگر ظالموں نے بہترین دماغوں کو جانوروں سے بدتر اور انسانی ہاتھوں نے اس بہشت کو دوزخ بنا دیا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی غیرت نہیں چاہتی کہ خوبصورت پھول کو کانٹا بنا دیا جائے اس لئے وہ اب چاہتا ہے کہ جسے اس نے پھول بنایا ہے وہ پھول ہی رہے اور کوئی ریاست اور حکومت اسے کانٹا نہیں بنا سکتی۔ روپیہ، چالاکی، مخفی تدبیریں اور پراپیگنڈا کسی ذریعہ سے بھی اسے کانٹا نہیں بنایا جاسکتا۔ چونکہ خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہے اس لئے کشمیر ضرور آزاد ہو گا اور اس کے رہنے والوں کو ضرور ترقی کا موقع دیا جائے گا۔"

(بحوالہ الفضل: ۳۱ جنوری ۱۹۳۲ء)

❀❀❀

خدمت خلق ہمارا ایک قومی اور دینی فریضہ ہے

Digitized By Khilafat Library Rabwah


- کلام الٰہی میں مخفی خزائن کے متعلق جاننے کے لئے۔
- دعوتِ الی اللہ کی عظیم تحریک میں شمولیت اور اسے سمجھنے کے لئے۔
- بچوں کی بہترین دینی و دنیوی تعلیم و تربیت کے لئے۔
- جماعتِ احمدیہ عالمگیر کو نصیب ہونے والی ترقیات کے مشاہدہ کے لئے۔
- خطبات، جلسہ سالانہ، اجتماعات براہِ راست دیکھنے کے لئے۔
- دنیا کے مختلف سوالات کے جوابات بزبان حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سننے اور سمجھنے کے لئے۔
- حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لیکچرز ہومیوپیتھک کلاس کے ذریعہ سننے اور سمجھنے کے لئے۔
- دنیا کی مختلف زبانیں گھر بیٹھے سیکھنے کے لئے۔
- تمام دنیا کے سیاسی، اقتصادی، اخلاقی، مذہبی حالات سے باخبر رہنے کے لئے اور دن رات پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دیدار کے لئے احمدیہ ٹیلی ویژن انٹرنیشنل کو کبھی مت بھولئے۔ اور احمدیہ ٹیلی ویژن کی نشریات بالکل کلیئر دیکھنے کے لئے الطاہر سیٹلائٹ سسٹم کا نام ہمیشہ یاد رکھیں
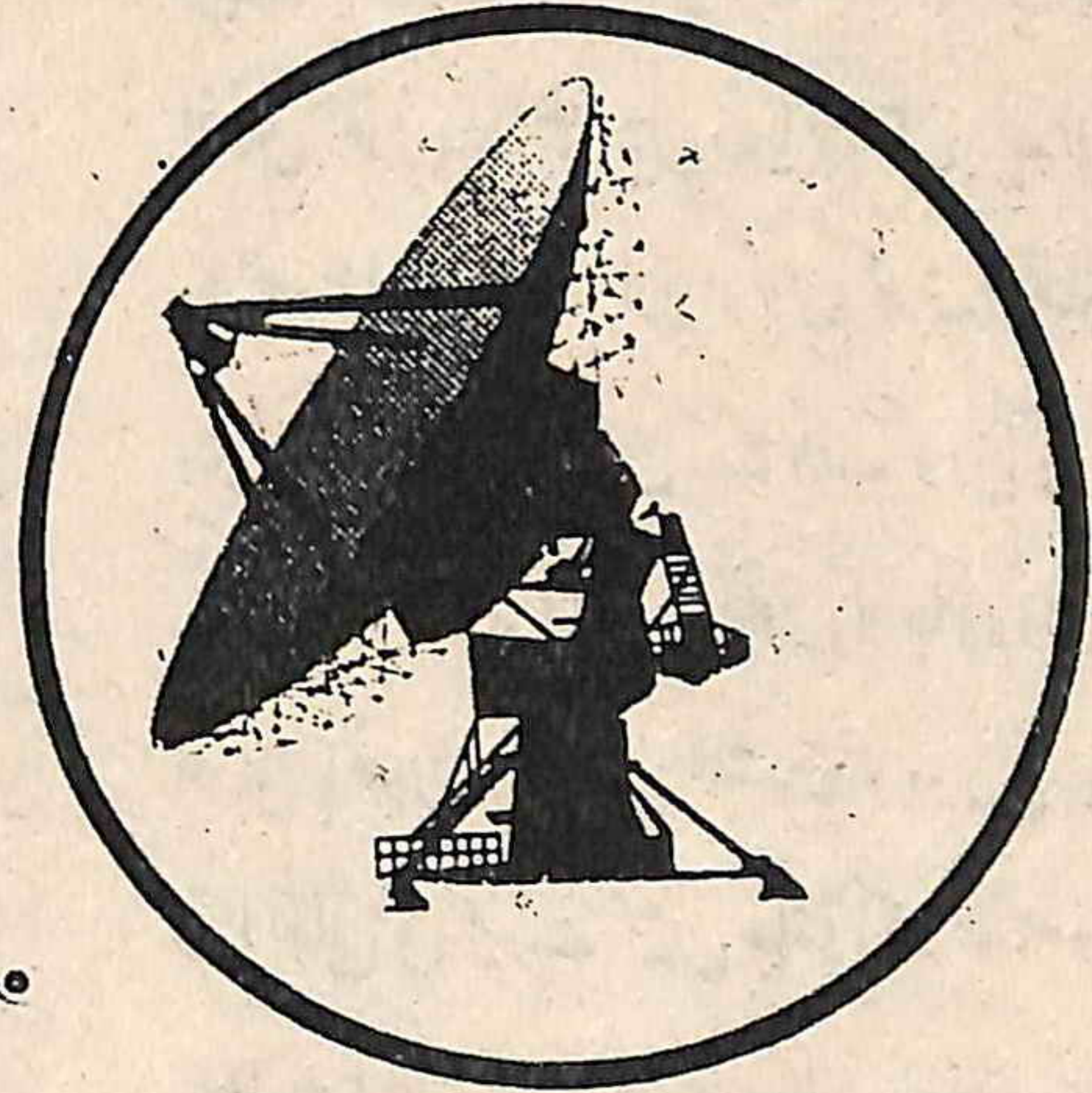
۱۹۹۲ء سے آج تک ۸ فٹ کی ڈش پر بہترین رزلٹ دینے والے

# الطاہر سیٹلائٹ سسٹم

اقصیٰ روڈ بوٹا مارکیٹ۔ ربوہ

فون نمبر: ۲۱۲۹۷۴

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# ناقابلِ فراموش

## (چند گھنٹے فرقان بٹالین کے مجاہدین کے دمدموں میں)

ادارہ "خالد" کی درخواست پر محترم ثاقب زیروی صاحب مدیر ہفت روزہ "لاہور" کی زیر نظر نمبر کے لئے خصوصی تحریر۔

انسانی ذہن بھی ناقابل فراموش یادوں کا عجیب و غریب خزینہ ہے۔ زمانے کی کوئی یورش جن کے گداز اور تاثر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات ہی نہیں کر سکتی۔ آج قلم اور فکر دونوں ایک ایسی ہی محبت آفریں یاد سے دو چار ہیں۔ سالہا سال گزرنے پر بھی جس کی آب و تاب جوں کی توں لوح ذہن پر محفوظ و ثبت ہے۔ میرا خدا صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب (جماعت احمدیہ کے دوسرے امام) کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اوائل مارچ ۴۹ء میں جس کی بابرکت محبت میں ہم چند صحافیوں کو وہ جوان امنگوں بھرا ماحول دیکھنے کا بابرکت موقع میسر آیا جہاں قوم کے سجیلے جوان مادر وطن کی حفاظت کیلئے ہتھیلیوں پر سر رکھے چٹان کی سی مضبوطی کے ساتھ جمے بیٹھے تھے۔ شجاعت اور مردانگی کے ان پتلوں کو دیکھتے ہی دل نے با آواز بلند کہا۔

انسان اور حیوان میں یہی ایک جذبہ تو امتیاز پیدا کرتا ہے۔ ایک حیوان کی محبت اپنے نفس اور اپنے بچوں تک محدود رہتی ہے۔ لیکن ایک متمدن انسان کی محبت اپنے سے بڑھ کر اپنی قوم اور اپنے وطن سے ہوتی ہے وہ جس طرح دکھ درد میں اپنے لئے قربانی کر گزرتا ہے بعینہ اسی طرح جب اس کی قوم یا وطن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اپنی تمام آسائشوں اور راحتوں کو تج کر مادر وطن کی آواز پر لبیک کہتا ہوا مصائب کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے۔

اس بابرکت سفر میں ہم نے دیکھنے والی آنکھوں سے ان شیروں کو دیکھ لیا جن کے دم قدم سے غریبوں کو استبدادی طاقتوں سے چھٹکارا اور مصائب سے نجات حاصل ہوئی۔ مسلسل تکالیف اور مظالم کے روندے ہوئے ہزاروں جگہ لاکھوں مجبور و مقہور انسان پورے ایک سال ادھر ادھر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد اپنے آبائی گھروندوں کی سمت لوٹے اور اب خدا کے فضل سے اور ان مجاہدین کے زور بازو کی ضمانت پر کشمیر کے اس خطے میں کھیتیاں پھر بوئی جا رہی تھیں ہل چل رہے تھے۔ چولہوں میں آگ دہک رہی تھی اور بچے پورے ایک سال کی در بدری کے بعد پر امن کوہ میں مسرت و انبساط سے طرارے بھرنے لگے تھے۔

اخبار نویسوں کا یہ مختصر سا قافلہ جس میں راقم الحروف کے علاوہ روزنامہ پاکستان ٹائمز کے چیف رپورٹر (میاں محمد شفیع عرف م۔ ش) روزنامہ احسان کے چیف رپورٹر سردار فضلی اور ہفتہ روزہ آفاق کے مدیر و مالک پروفیسر سرور جامی شامل تھے۔ اتوار کی صبح کو بھارتی اور ڈوگرہ فوجوں کے ہاتھوں بری طرح مسمار شدہ بھمبر سے ہوتا ہوا جیپ کاروں کی سخت حالی اور تیز رفتاری کے طفیل سنگین بلندیوں کو ٹاپتا پھاند تا نوشہرہ کے جنوب میں بکھر ہے۔ اس مشہور قلعہ کے قریب جا نکلا جس کی پیشانی پر احمد شاہ ابدالی کی سطوت کا لیبل چسپاں تھا اور جس کی مستحکم دیواروں سے ٹکرا کر دشمن کی دور مار توپوں کو بیسیوں نہیں سینکڑوں دفعہ منہ کی کھانی پڑی تھی اور پھر اس کے قرب و جوار میں ایک جگہ "سکائی لائن پر فرقان فورس کے مجاہدین کے دمدموں میں کھڑے ہو کر دشمن کے مورچوں کا جائزہ لیتے وقت مجاہدین کے امام (کمانڈر حیات قیصرانی) نے ہمارے ایک سوال کے جواب میں کہا۔

"ہم سے پوچھیے گا تو یہ سچ مچ "منار کے" کا وقت نہ تھا۔ دشمن اپنی پوری طاقت صرف کرنے کے بعد حوصلہ ہار چکا تھا اور ہم نے ادھر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ادھر سے اس پر جوابی یلغار بھی شروع کر دی تھی۔ آئندہ دس پندرہ دنوں میں ہمارے لئے اس کے قدم اکھاڑ دینا ہر گز مشکل نہ تھا پھر خدا کے فضل سے نوشہرہ تک کا محاذ ہمارے ہاتھ میں ہوتا۔ لیکن جناب ہم تو حکم کے بندے ہیں۔ ہمارے ذاتی عزائم اور ارادے کیا معنی؟ لیکن یہ ضرور چاہتے ہیں کہ اگر کار کارپردازان ملت نے "التوائے جنگ" (سیز فائر) کے سمجھوتے پر صاد کر ہی دیا تو اب دشمن کی درپردہ سرگرمیوں پر ضرور نظر رکھی جائے۔ مبادا ہماری غلط مروت اور وعدہ ایفائی لٹیا ہی ڈبو کر رکھ دے۔"

اور پھر اس نے ایک ہاتھ میں دوربین سنبھال کر دوسرے ہاتھ سے ہمیں اشارہ کرتے ہوئے کہ "دیکھئے یہ سامنے کی پہاڑی پر دور جیپوں اور ٹرکوں کی آمد و رفت کا سلسلہ کس تیز رفتاری سے جاری ہے۔ سڑکیں بن رہی ہیں۔ تازہ دم فوجیں اتر رہی ہیں۔ اور جونہی ہم میں سے ہر ایک نے باری باری دوربین کی وساطت سے اس طرف صرف ڈیڑھ میل دور پہاڑی پر نظر دوڑائی تو ہمارے مشاہدے نے امام بربط کے ہر لفظ پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ ابھی اس دوربینی اور دور شناسی کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ ایک دم ایک ایسے بھیانک دھماکے سے فضا میں ارتعاش پیدا ہوا جیسے ہمارے بالکل پاس ہی کہیں پچیس پونڈ کا گولہ پھٹا ہو ہم ذرا پریشان ہوئے تو امیر مجاہدین نے کہا۔

یہ توپ کے گولے کی آواز نہیں بلکہ ڈائنامائیٹ کے پھٹنے کی آواز ہے۔ دشمن اس کی مدد سے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر سڑک تعمیر کر رہا ہے۔

اور پھر ہم جب تک وہاں رہے تیس تیس چالیس چالیس منٹوں کے وقفوں کے بعد اسی طرح کے ارتعاش انگیز دھماکوں سے فضا دہلتی لرزتی رہی۔ رضا کار مجاہدین کی اس بٹالین میں ہر عمر کے جاں نثار دیکھنے میں آئے۔ بڑی عمر کے آزمودہ کار اور پختہ کار سپاہی بھی کالجوں کے عشرت زار ماحول کے پلے ہوئے کھلنڈرے بھی اور ایسے خورد سالہ نوخیز بھی جو ابھی تک زندگی کی کشمکش سے پوری طرح دور چار بھی نہیں ہو پائے تھے۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ امام جماعت کی آواز سنتے ہی۔ کوئی کالج کی خوش آئند فضا پر میدان جنگ کو ترجیح دیتا ہوا چلا آیا ہے۔ کوئی والدین کا اکلوتا بیٹا ہے اور کسی کی شادی محض دولہا کی غیر حاضری کے باعث پورے ایک سال سے رکی ہوئی ہے۔ پھر انہی میں سے ایک تیرہ چودہ سالہ دلیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بٹالین کے کمانڈر نے ہمیں بتایا کہ یہ جس کا ہاتھ بمشکل ٹرگر (لبلبی) تک پہنچتا ہے پورے دو ماہ سے مسلسل بصد اصرار دشمن کی پہاڑی کے ارد گرد پٹرول کیلئے جاتا رہا ہے۔ جب کہ دوسری طرف دشمن کی جواں ہمتی کا یہ حال ہے کہ اس کے سپاہیوں نے پٹرول پر آنا تو ایک طرف کسی پہاڑی کے اس طرف کبھی جھانک کر بھی نہیں دیکھا۔ سب سے زیادہ دلچسپ اور جرات آفریں بات (جس کا نقش آج بھی میرے ذہن کی تختی پر جوں کا توں اجاگر ہے) یہ تھی کہ کوئی مجاہد ہماری زبان سے اسلحہ، گولا بارود یا خوراک کے متعلق کوئی سوال نہ سن سکتا تھا۔ ہم جب بھی لفظی آنکھ مچولی کی آڑ میں سوال کرتے یہی جواب ملتا۔

"خوراک اگر نہ بھی ملے تو کیا ہے یہ پتے، یہ گھاس اور یہ پھل کیا کم نعمتیں ہیں؟ ہمارے آباؤ اجداد نے بھی تو یہی کچھ کھا کر ساری دنیا پر قبضہ کیا تھا اور یہ تو آپ جانتے ہیں فتح کیلئے صرف گولہ بارود ہی کافی نہیں۔ اس کے لئے دل چاہئے۔ گولوں سے کھیل جانے والا دل۔ توپوں سے ٹکرا جانے والا حوصلہ!"

اور اس سے کہیں زیادہ ایمان افروز تھے وہ لمحات جب ہم ان کے ورزشی کرتب دیکھنے کے بعد ایک جماعت کی صورت میں پہاڑی کے دامن میں مدفون ان جوانوں کی قبروں پر دعا کیلئے پہنچے جو مادر وطن کیلئے داد شجاعت دیتے ہوئے اپنے خدا کے حضور حاضر ہو گئے تھے ہر مجاہد کی آنکھ بہہ رہی تھی بعض کی تو فرط رقت سے ہچکیاں بندھ گئیں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے خدا کی راہ میں جان دینے والوں کے یہ زندہ نقوش زبان حال سے پکار پکار کر اپنے لئے دعا کرنے والے مجاہد بھائیوں سے کہہ رہے ہوں۔

"دیکھو! ہم نے مر کر بھی اس سرزمین کو نہیں چھوڑا۔ تم جیتے جی دشمن کے قدم اس خطہ پاک پر نہ آنے دینا ورنہ ہماری لاشوں کی بے حرمتی ہوگی اور تم جانتے ہو کہ جو قوم خدا کی راہ میں جان دینے والوں کی لاشوں کی بے حرمتی برداشت کر لیتی ہے اس سے زندہ اور قائم رہنے کا حق چھین لیا جاتا ہے۔"

اس مختصر سے قیام کے دوران میں جہاں فرقان فورس کے ان مجاہدین نے اپنی مردانہ شجاعت، قومی حمیت اور وطن سے محبت کے عظیم نقوش ہمارے دلوں پر وہاں کئے وہاں ساتھ کے

باقی صفحہ ۱۰۱ پر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# بربط کے نظارے

(محترم ثاقب زیروی صاحب)

(آزاد کشمیر میں بربط نامی ایک رزم گاہ پر فرقان فورس کے مجاہدوں کی جاں سپار جولانیوں اور وادی کی شاداب رعنائیوں سے متاثر ہو کر۔ ثاقب)

اک طرفہ خوشی چھن جانے پر بے تاب ہے دل رنجور ہوں میں
گو حسن کے طوفاں خواب ہوئے اک پاک نشے میں چور ہوں میں
دیکھا ہے جو دل کی آنکھوں سے کہنے کیلئے مجبور ہوں میں
بربط کے نظارے اف توبہ' افسوس کے ان سے دور ہوں میں

خوابیدہ نظاروں کے چہرے صہبائے ضیا سے ڈھلتے ہیں
شبنم کے لرزتے موتی بھی کانٹوں میں گلوں کے تلتے ہیں
ظلمت کی ردائیں اٹھتی ہیں' جلوؤں کے دریچے کھلتے ہیں
بربط کے نظارے اف توبہ افسوس کہ ان سے دور ہوں میں

وہ رات کے عبرت نامے پر تصدیق سحر کا فرمانا
مدہوش فضاؤں میں یکدم آواز اذاں کا لہرانا
اور صبح کے چپے چپے کو چاندی کی قبائیں پہنانا
بربط کے نظارے اف توبہ افسوس کہ ان سے دور ہوں میں

شبنم کے دھلے گلزاروں میں چمن چمن کے ہواؤں کا آنا
بربط کے دمکتے سینے پر برکھا کا وہ موتی برسانا
جھرنوں کے حسیں فواروں کی جھل مل میں جنوں کا افسانہ
بربط کے نظارے اف توبہ افسوس کہ ان سے دور ہوں میں

جذبات نمو کا یہ عالم ذروں میں دھڑکنے کے ارماں
ہر راہ میں نظمیں بکھری ہوئیں ہر ذرہ فسانے کا عنواں
ہر موڑ سراپا انگڑائی ہر گام پہ لغزش کا امکاں
بربط کے نظارے اف توبہ افسوس کہ ان سے دور ہوں میں

جب سانولے کھیتوں کو چھو کر رنگین ہوائیں گونجتی ہیں
تاریک خموشی میں یکدم توپوں کی صدائیں گونجتی ہیں
بے باک مجاہد جھومتے ہیں بے باک ندائیں گونجتی ہیں
بربط کے نظارے اف توبہ افسوس کہ ان سے دور ہوں میں

آزاد مجاہد وادی میں جب شب کو طرارے بھرتے ہیں
اور چرخ کے پختہ کار ستارے آنکھ ملاتے ڈرتے ہیں
تکبیر کے نعرے سن سن کر بے موت بھی دشمن مرتے ہیں
بربط کے نظارے اف توبہ افسوس کہ ان سے دور ہوں میں

کچھ پوچھ نہ ان دیوانوں کی یلغار پہ جب آ جاتے ہیں
گردوں پہ کلیلیں کرتے ہیں کہسار سے ٹکر کھاتے ہیں
باطل کو ہزیمت ہوتی ہے دولت کے دھوئیں اڑ جاتے ہیں
بربط کے نظارے اف توبہ افسوس کہ ان سے دور ہوں میں

Digitized By Khilafat Library Rabwah

## محترم ثاقب زیروی صاحب کی نظم "بربط کے نظارے" آپ کی اپنی تحریر میں

### بربط[1] کے نظارے

(آزاد کشمیر میں بربط نامی ایک رزم گاہ پر فرقان فورس کے مجاہدوں کی جاں سپار خدمات
اور وادی کی شاداب رعنائیوں سے متاثر ہو کر) ثاقب

اک طرفہ خودکشی حسین جانے پہ بے تاب ہے جل رنجور ہوں میں
گو حسن کے طوفان خواب سے اک پاک نشے میں چور ہوں میں
دیکھا ہے جو دل کی آنکھوں سے کہنے کیلئے مجبور ہوں میں

بربط کے نظارے اُف توبہ - افسوس کہ اُن سے دور ہوں میں

خوابیدہ نظاروں کے جیسے مہتاب ضیا سے دھلتے ہیں
شبنم کے لرزتے موتی جب کانٹوں میں گلوں کے تلتے ہیں
ظلمت کے دریچے اٹھتے ہیں جلوؤں کے دریچے کھلتے ہیں

بربط کے نظارے اُف توبہ افسوس کہ اُن سے دور ہوں میں

وہ رات کے پچھلے پہر بے تعدیل سحر کا زمانہ
مدہوش فضاؤں میں یکدم آوازِ اذاں کا لہرانا
اور صبح کے چپے چپے کو چاندی کی قبا سی پہنانا

بربط کے نظارے اُف توبہ افسوس کہ اُن سے دور ہوں میں

شبنم کے دھلے گلزاروں میں چنچل حسین بلبلوں کا آنا
بربط کے کٹورے سینے پر برکھا کا وہ موتی برسانا
مرزا کے حسین نظاروں کو جھیل میں جنوں کا افسانہ

بربط کے نظارے اُف توبہ افسوس کہ اُن سے دور ہوں میں

جذبات فسوں کا پیام ندیوں میں دوڑ کے ارمان
ہر راہ میں نقشین لکیریں ہر رخ پہ خندہ فسانے کا عنوان
ہر موڑ پہ سرِ راہ انگڑائی ہر گام پہ لغزش کا امکاں

بربط کے نظارے اُف توبہ افسوس کہ اُن سے دور ہوں میں

جب سازِ رگ کھیتوں کو چھو کر رنگین ہوائیں گاتی ہیں
تاریک خموشی میں یکدم تڑپن کو موسیقی کرتی ہیں
بے باک ہوا پر مست حسن میں بے باک نوائیں گونجتی ہیں

بربط کے نظارے اُف توبہ افسوس کہ اُن سے دور ہوں میں

[1] آزاد کشمیر میں ایک مقام کا نام
[2] سکاٹ لینڈ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

آنا دیکھا ہو وادیوں میں جب [illegible] لہراتے پھرتے ہیں
آمد صبح کے [illegible] کا رستہ [illegible] آنکھوں [illegible] ہیں
تکبیر کے نعرے سن سن کر ہر قوت [illegible] دشمن مرتے ہیں
ہر لمحہ کے خطرے اُن پر ہے افسوس کہ اُن سے دور ہیں ہم

پھر پوچھو اُن دیوانوں کی [illegible] پہ جب آجاتے ہیں
[illegible] دشمن پہ [illegible] کرتے ہیں [illegible] کھاتے ہیں
باطل کے [illegible] ہیں
ہر لمحہ کے خطرے اُن پر ہے افسوس کہ اُن سے دور ہیں ہم

[illegible]

❀❀❀

بقیہ از صفحہ 98

ساتھ ہمیں جنگی کرتبوں سے بھی روشناس کرایا اور روایتی مہمان داری کے معاملہ میں تو حد ہو گئی۔ واپسی پر جب ہماری جیپ کار ایک پہاڑی موڑ سے ٹکرا کر الٹ گئی جس میں ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے ایک برگزیدہ بندے کی پر سوز دعاؤں کی برکت سے شدید قسم کی ضربات سے محفوظ رہے تو ان مجاہدوں نے اپنی محبت اور ہمدردی کے پھول ہم پر اس فراخ دلی سے نچھاور کئے کہ ہمارے دل تڑپ تڑپ اٹھے۔ میں تو اسے یقیناً اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہی کہوں گا کہ جیپ کار کے الٹ جانے کا حادثہ ہمیں اس مقام پر پیش آیا جہاں سے سفر کا کیمپ قریب تھا۔ وہ جیپ کار کو غلط کروٹ بدلتے دیکھتے ہی لپکے اور ہمیں ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر اپنے ہاں لے گئے۔ ہمیں جھاڑا، پونچھا زخموں پر ٹنکچر لگایا۔ پٹیاں باندھیں اور جوں جوں فرط تفکر سے ہماری نگاہیں جھکتی چلی گئیں ان کی محبت رواداری بڑھتی چلی گئی بے شک

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے

اور اس تاریخی سفر کا یہ رخ تو از حد خوشکن اور خوشگوار ہے کہ جاتے وقت اور بربط سے واپسی پر آزاد کشمیر علاقے کے عوام نے جب ہمارے قافلے کو دیکھا ہمیشہ ہمارا "پاکستان زندہ باد" کے گرمجوش نعروں سے استقبال کیا۔


اسلامی اصول کی فلاسفی
کے سو سال
مکمل ہونے پر
احباب جماعت احمدیہ کو
مبارک باد
منجانب:۔ مجلس خدام الاحمدیہ کالا گجراں
ضلع جہلم

Digitized By Khilafat Library Rahwah


# طاہر اسٹیشنرز و جنرل اسٹور

تمام سکولوں کے یونیفارم اور مکمل کورس بارعایت دستیاب ہیں نیز نیاری کا سامان بھی دستیاب ہے۔

پروپرائٹر:۔ شکیل احمد ڈار عمران خلیل ڈار

پتہ:۔ ڈرگ روڈ۔ کینٹ بازار نزد P.A.F گرلز اسکول کراچی ۸

فون نمبر:۔ ۴۵۷۰۲۳۹

# ڈار کریانہ و جنرل اسٹور

معیاری اشیاء اور مناسب دام

پروپرائٹر:۔ محمد حنیف ڈار۔ محمد احمد ڈار

پتہ:۔ بالمقابل بیت المبارک ڈرگ روڈ۔ کینٹ بازار۔ کراچی

فون نمبر:۔ ۴۵۷۰۲۳۹

ہم کراچی میں ایم۔ ٹی۔ اے کی سب سے زیادہ ڈش انٹینا لگانے کا تجربہ رکھتے ہیں نیز ٹی وی۔ وی سی آر۔ ہائی فائی اور ہر قسم کے ریسیور کی مرمت کے لئے ہم سے رجوع کریں۔ انشاء اللہ ہم آپ کو فوری سروس مہیا کریں گے۔

# The Electron. دی الیکٹرون
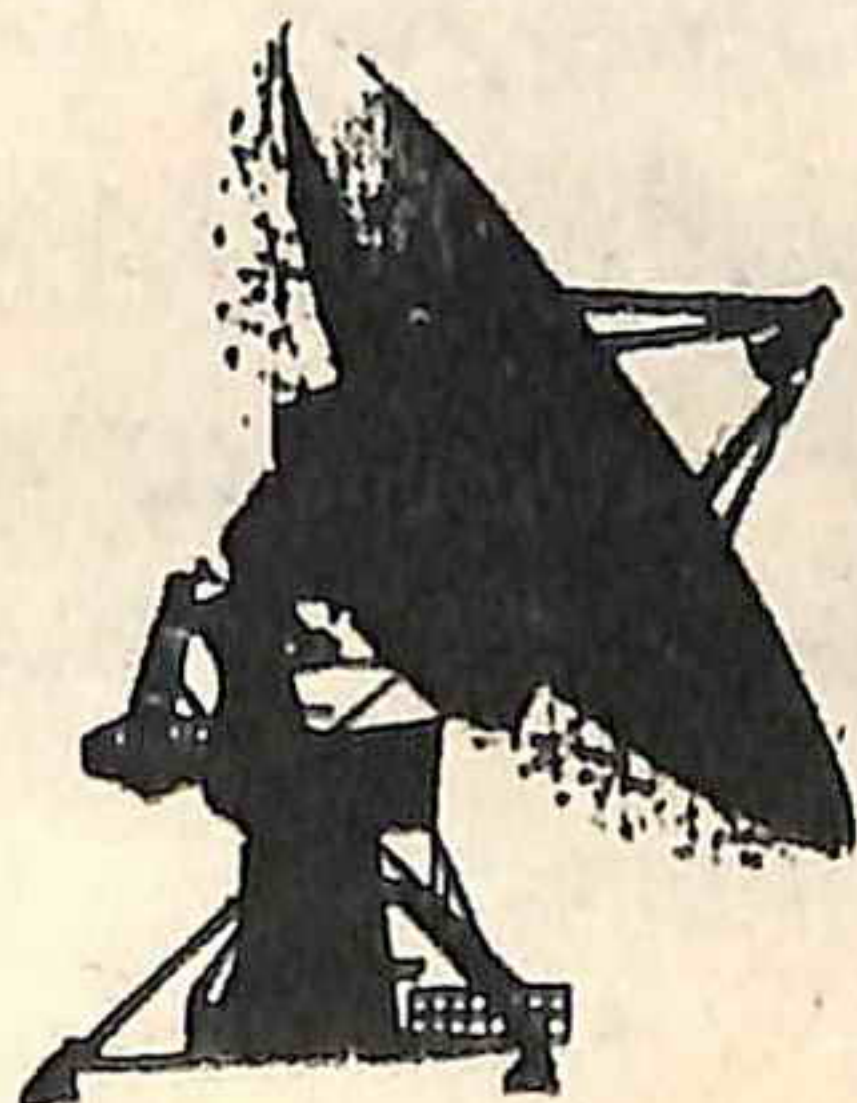
65-C نائن کمرشل اسٹریٹ فیز IV

ڈیفنس کراچی

فون:۔ ۵۸۸۵۹۵۲

فخرِ پاکستان، قومی ہیرو اور بے مثال سپاہی، جرأت و بہادری کے پیکر

# میدانِ جہاد میں

ع اختر ملک کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے چلو

* فاتح چھمب جوڑیاں ــــ جنرل اختر حسین ملک تمغۂ ہلالِ جرأت
* ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی لڑنے والے چونڈہ کے ہیرو ــــ جنرل عبدالعلی ملک ہلالِ جرأت
* فاتح رن کچھ ــــ میجر جنرل افتخار جنجوعہ ہلالِ جرأت
* سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد ستارۂ جرأت
* میجر قاضی بشیر احمد، فلائنگ آفیسر شمس الحق، لیفٹیننٹ ممتاز انور،

کرنل بشارت احمد اور جنرل ناصر احمد ــــ جیسے بہادروں کی میدانِ جنگ میں دلیری کی اَنمٹ ناقابلِ فراموش داستانِ شجاعت۔

(تحریر مکرم فخر الحق شمس صاحب ایم اے جرنلزم)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

پاکستان ایک ایسی سرزمین ہے جسے بے شمار قربانیوں اور بہت سی مشکلات سے گزر کر حاصل کیا گیا ہے۔ پاکستان کی تعمیر میں بڑے سے چھوٹے تک' اعلیٰ افسر سے ادنیٰ خادم تک اور فوجی کمانڈر سے ایک عام شہری تک ہر قسم کے افراد نے اپنی جان' مال' عزت اور وقت جیسی قیمتی قربانیاں دے کر اہم کردار ادا کیا ہے۔ جہاں تک پیارے وطن پاکستان کے حصول میں جماعت احمدیہ کے کردار کا تعلق ہے تو تاریخ گواہ ہے کہ ہر سطح پر احمدی جوانوں نے قربانیاں دی ہیں۔ تحریک پاکستان کی آواز ہو یا بین الاقوامی مذاکرات' اور ۱۹۶۵ء کا میدان کارزار ہو یا ۱۹۷۱ء کا محاذ جنگ جماعت احمدیہ کے جوان دیوانہ وار وطن کی آبرو کیلئے ہر میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دیتے نظر آتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے فوجی جوانوں نے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کے محاذ جنگ میں ایسے اہم اور تاریخی کارنامے سرانجام دیئے ہیں جسے آنے والی تاریخ سنہری حروف میں ضبط تحریر میں لائے بغیر مکمل نہ ہوگی۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اب تک ہونے والی جنگوں اور عسکری معرکوں میں پاکستان کی سرحدیں جماعت احمدیہ کے مجاہدوں کے خون سے رنگین ہیں۔ اگر ہم پاکستان کی عسکری تاریخ کے اوراق الٹیں تو ہمیں جماعت احمدیہ کی خدمات ہر ورق پر نظر آتی ہیں۔ مثلاً

۱۹۴۸ء کے جہاد کشمیر میں احمدی مجاہدین کی فرقان بٹالین نے پاک فوج کے شانہ بشانہ لڑتے ہوئے شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں میجر جنرل افتخار جنجوعہ وہ پہلے فاتح کمانڈر تھے جنہوں نے رن کچھ کے محاذ پر دشمن کا وسیع علاقہ بغیر کسی نقصان کے حاصل کر لیا۔ لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے سب سے بڑے محاذ چھمب میں ہندوستانی افواج کو شکست دی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے پہلے دو ہلال جرات احمدی جوانوں نے حاصل کئے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوسرے بڑے چونڈہ کے محاذ پر لیفٹیننٹ جنرل عبدالعلی ملک نے ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ جیتی۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۶۵ء کو سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد نے امرتسر میں نصب شدہ راڈار کو تباہ کیا جس سے پاک فضائیہ کو فیصلہ کن برتری حاصل ہو گئی۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ایک منفرد ریکارڈ قائم ہوا کہ جنرل رینک کے دو فوجی آفیسرز یعنی میجر جنرل افتخار جنجوعہ اور میجر جنرل ناصر احمد زخمی ہوئے۔ اسی طرح لیفٹیننٹ کرنل بشارت احمد بھی اس رینک کے واحد آفیسر ہیں جنہیں جنگی قیدی بنایا گیا۔ ان قربانیوں کا تعلق آفیسرز سے ہی نہیں ہے بلکہ نچلی سطح پر بھی ہر رینک کے احمدی مجاہد نے قربانیاں پیش کی ہیں۔ لاہور کے محاذ پر جان کا نذرانہ پیش کرنے والے میجر منیر احمد اور چھمب سیکٹر میں جان قربان کرنے والے میجر قاضی بشیر احمد جیسی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ ان تمام واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احمدی نوجوانوں نے عسکری میدان میں ہر لحاظ سے اور ہر سطح پر وطن عزیز کی سرحدوں کی حفاظت کی ہے اور آئندہ بھی اسی حب الوطنی کے جذبہ سے اپنے وطن پاکستان کی خدمت کرتے رہیں گے۔ کیونکہ ان کے پیارے امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفہ المسیح الرابع نے ان کو یہی نصیحت فرمائی ہے کہ:۔

"لوگ تو اس ملک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن آپ ان کوششوں کی راہ میں روک بن جائیں اور حب الوطنی کے گیت گائیں اور ساری قوم کو سمجھائیں کہ ان لوگوں کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں اپنے پاؤں پر کلہاڑی کیوں مارتے ہو۔ حب الوطنی کے جذبہ کو زخمی نہ ہونے دو۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو یہ جہاد بھی کرنا چاہئے کہ پاکستان میں حب الوطنی کے احساس کو نمایاں کیا جائے اور بیدار کیا جائے اور ہر قسم کے ایسے خیالات جو پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے خلاف کوشش کرنا بھی جماعت احمدیہ کا کام ہے۔ اگر اس مقدس نام سے پیار اور محبت ہے تو پھر دنیا کے ہر احمدی کو چاہئے کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء)

# لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کے حالات زندگی

جنرل اختر حسین ملک ضلع اٹک کے ایک ممتاز فوجی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ یکم اگست ۱۹۱۷ء کو ضلع اٹک کے گاؤں پنڈوری میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اٹک سے ہی حاصل کی اور پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔

۱۹۴۰ء میں انڈین ملٹری اکیڈمی ڈیرہ دون میں ٹریننگ مکمل کرکے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

مسلح افواج میں کمیشن حاصل کیا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران آپ نے برما کے محاذ پر جو جنگی خدمات دیں اس کے اعتراف میں آپ کو "برما اسٹار" کا اعزاز دیا گیا۔ اس کے بعد آپ کو ہندوستانی افواج کے جی۔ایچ۔کیو میں متعین کیا گیا۔ آزادی تک آپ وہیں کام کرتے رہے۔

پاکستان کے قیام کے بعد آپ کو لیفٹیننٹ کرنل کے رینک پر ترقی ملی اور ایک انفنٹری بٹالین کی کمانڈ سونپی گئی۔ ۱۹۵۶ء میں آپ بریگیڈیئر بنے۔ اس وقت آپ سٹاف کالج کوئٹہ ڈپٹی کمانڈنٹ کے عہدہ پر مامور تھے۔ بعد میں آپ کو انفنٹری سکول کوئٹہ کا کمانڈنٹ بنا دیا گیا۔ ۱۹۵۹ء میں آپ نے انفنٹری بریگیڈ کی کمان سنبھالی۔ جس کے بعد جنرل ہیڈکوارٹرز میں ڈائریکٹر انفنٹری مقرر ہوئے۔ ترقی کی منازل اسی طرح طے کرتے ہوئے آپ میجر جنرل اور پھر لیفٹیننٹ جنرل کے مقام پر پہنچے۔

جب ہم ۱۹۶۵ء کی جنگ کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں ہمیں نمایاں نام لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کا ملتا ہے۔ لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کا سب سے بڑا کارنامہ چھمب اور جوڑیاں (کشمیر) کی فتح تھا۔ وہ پاکستان کے پہلے جنرل تھے جن کو ۱۹۶۵ء کی جنگ میں جرات و استقلال کا عظیم کارنامہ انجام دینے پر ہلال جرات دیا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں بھارت نے چھمب کے محاذ پر مضبوط فوجی چوکیاں اور مورچے قائم کر رکھے تھے۔ بھارت نے یہ سب کچھ پاکستان کے خلاف جارحانہ کارروائیوں کے لئے کیا تھا۔ بھارت کی فوج پاک فوج کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ طاقتور تھی۔ ان حالات میں جنرل اختر حسین ملک کو فوج کے اس حصے کی کمان سپرد کی گئی جو بے حد کمزور اور تعداد میں کم تھا۔ یعنی ایک پیدل ڈویژن کے آفیسر کمانڈنگ کے فرائض سپرد کئے گئے۔ اور آپ کو بھمبر کے علاقے میں کشمیر کی سرحد پر محاذ قائم کرنے اور بھارت کی کارروائیوں کو روکنے کا حکم ملا تھا۔ چھمب کے اس محاذ پر جنرل اختر حسین ملک نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کم تعداد کے باوجود آگے بڑھ کر اس جرات سے حملہ کیا کہ دشمن کے تمام مورچے تباہ ہو کر رہ گئے۔ پاکستان کی اس کامیابی کا مرکزی کریڈٹ جنرل اختر حسین ملک کو ملا کیونکہ وہ گھمسان کی لڑائی کے دوران اگلی صفوں میں جاکر مجاہدوں کا حوصلہ بڑھاتے رہے، انہیں جنگ کی پالیسی اور مختلف رموز سے آگاہ کرتے رہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے پلان اس حکمت عملی اور ذہانت سے ترتیب دیا کہ دشمن کو عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ آپ نے اس کام کو سرانجام دینے کیلئے آپریشن جبرالٹر کا منصوبہ تیار کیا اور اس پر عملدرآمد بھی کیا۔ اس محاذ پر چھمب میں بھارتی مورچے غیر معمولی طور پر مضبوط تھے اور وہاں ایک طاقتور فوج متعین تھی۔ جنرل اختر حسین ملک نے ان مورچوں پر حملہ کیا اور بھارتی گیریزن کو اس حقیقت کے باوجود کہ ان کے پاس جو فوج تھی وہ عملاً ایسی کارروائی کیلئے ناکافی سمجھی جاتی ہے۔ بالکل نیست و نابود کر دیا۔ بھارتی قلعہ بندیوں کو تباہ کن ضربیں لگانے اور انہیں برباد کرنے کی کارروائی جنرل آفیسر کمانڈنگ کے آپریشن جبرالٹر اور آپریشن گرینڈ سلام جیسے بہادرانہ منصوبے بنانے میں غیر معمولی قیادت کی رہین منت تھی۔ آپ نے اس مشکل کام کو دلیرانہ طور پر اور جرات کے ساتھ انجام دیا۔ آپ کو اس پر بہادری کا دوسرا اعلیٰ ترین اعزاز ہلال جرات عطا کیا گیا۔

## وفات

لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک اور ان کی اہلیہ محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ ۲۲ اگست کو ڈیڑھ بجے ترکی کے دارالحکومت انقرہ سے ۵۰ میل کے فاصلہ پر ازمیر سے انقرہ آتے ہوئے کار اور ٹرک کے ایک ہولناک تصادم کا شکار ہو گئے تھے۔ ترکی سے ان کی نعشیں پورے فوجی اعزاز کے ساتھ ۲۵ اگست کو ترک فضائیہ کے ایک خاص طیارے میں پاکستان لائی گئیں۔ ترک فوج کی ایک گارد طیارہ کے ہمراہ پاکستان آئی۔ یہ طیارہ ۲۶ اگست کی صبح کو کراچی ائرپورٹ پر پہنچا۔ جہاں پاکستانی فوج کے ایک دستہ نے تابوت کو سلامی دی اور پھر بذریعہ طیارہ ۹ بجے انہیں راولپنڈی پہنچا دیا گیا۔ تابوت جب چک لالہ کے ائرپورٹ پر اتارے گئے تو اس وقت بری فوج کے چیف آف سٹاف لیفٹیننٹ جنرل عبدالحمید خان، صدر پاکستان کے ملٹری سیکرٹری، بحریہ کے سربراہ وائس ایڈمرل ایس ایم احسن ائرفورس کے نامزد سربراہ ائروائس مارشل اے رحیم اور ترکیہ کے فوجی نمائندے وہاں موجود تھے۔ تابوتوں پر پھولوں کی چادریں چڑھائیں گئیں اور فوج کے ایک دستہ نے انہیں سلامی پیش کی۔ پاکستان اور ترکی کے فوجی نمائندہ نے اس

Digitized By Khilafat Library Rabwah

موقعہ پر تقاریر کرتے ہوئے لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کو نہایت شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ اور ان کی غیر معمولی صلاحیتوں اور عظیم کارناموں کو سراہا۔ فوجی رسومات ادا کرنے کے بعد ۹ بجے دونوں تابوت تدفین کیلئے ایک خاص ہیلی کاپٹر کے ذریعہ ربوہ روانہ کردئے گئے۔

حضرت خلیفہ المسیح الثالث ان دنوں کراچی میں مقیم تھے۔ حضور کی بذریعہ ٹیلیفون جو ہدایات موصول ہوئیں۔ ان کی روشنی میں امیر مقامی محترم صاجزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے جملہ انتظامات شروع کردیئے۔ پروگرام کے مطابق دس بجکر پچپن منٹ پر ہیلی کاپٹر ربوہ پہنچا اور جہاں پر فوج کے ایک دستہ نے عقیدت کے ساتھ سلامی دی۔ دونوں تابوت پاکستان کے سبز ہلالی پرچم میں لپٹے ہوئے تھے۔ اس موقع پر امیر صاحب مقامی کی سرکردگی میں صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے ناظران و وکلاء صاحبان، خاندان حضرت بانی سلسلہ کے متعدد افراد اور دیگر احباب کثیر تعداد میں موجود تھے۔ متعدد اعلیٰ فوجی حکام کے علاوہ جھنگ کے ایڈیشنل کمشنر راجہ ظفر علی صاحب اور ڈی ایس پی شیخ خلیل حسن صاحب بھی موجود تھے۔ ملک و ملت کے اس مایہ ناز فرزند اور چھمب جوڑیاں محاذ کے ہیرو کو آخری نذر عقیدت پیش کرنے اور ان کے حق میں دعا کرنے کیلئے ہزاروں کی تعداد میں احباب جمع تھے۔ چار بجے محترم امیر مقامی کی زیر ہدایت محترم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور پانچ بجے شام قبرستان کے قطعہ شہداء میں تدفین مکمل ہونے پر محترم مولانا موصوف نے ہی اجتماعی دعا کروائی۔ جس کے بعد پھر پاکستان کی فوج کے دستہ نے سلامی دی اور انہیں الوداع کہا۔ حضرت خلیفہ المسیح الثالث نے کراچی میں جنرل اختر ملک اور ان کی اہلیہ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

## خراج تحسین

بے شمار شخصیات، اخبارات اور رسائل نے لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کی شجاعت اور جرات کے گیت گائے ہیں اور داد دی ہے۔ جس میں چند ایک بطور مثال پیش خدمت ہیں۔

○ لیفٹیننٹ جنرل اختر ملک کی المناک وفات پر صدر پاکستان اور افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف آغا محمد یحیٰ خان نے اس طرح اظہار تعزیت کیا۔

"مجھے لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک اور ان کی اہلیہ کی ناگہانی وفات سے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ جنرل کی وفات سے پاکستانی افواج کو ایک ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ میں مرحوم کے لئے دعاگو ہوں کہ رب کریم انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔"

(روزنامہ امروز ۲۳ اگست ۱۹۶۹ء)

### ○ چیف آف سٹاف جنرل عبدالحمید خان

ترکی سے جنرل اختر حسین ملک کی میت پاکستان ائرپورٹ پہنچنے پر چیف آف سٹاف جنرل عبدالحمید خان صاحب نے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

"جنرل اختر حسین ملک کی افسوس ناک موت پر ہر پاکستانی کو صدمہ ہوا ہے۔ خصوصاً مسلح افواج کو کہیں زیادہ صدمہ ہوا ہے۔ جس سے مرحوم عرصہ سے منسلک تھے۔ ان کی موت اتنی اچانک ہوئی ہے کہ کسی کو بھی یقین نہیں آتا۔ لیکن خدا کی مرضی اور منشاء یہی تھا۔ مرحوم ایک عظیم سپاہی، بہترین جرنیل اور شریف النفس انسان تھے۔ ان کی موت سے قوم کو بے حد نقصان پہنچا ہے۔ زمانہ امن ہو یا جنگ وہ قیادت کرنے کی بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے اور ان کے کارنامے ہمیشہ دوسرں کیلئے مثال بنے رہیں گے۔"

### ○ بری فوج کے سربراہ جنرل محمد موسیٰ

میجر جنرل اختر حسین ملک کو "ہلال جرات" کا اعزاز دیئے جانے کی تقریب میں کہا:۔

"مجھے آپ جیسے مجاہدوں کے درمیان موجود ہونے پر فخر محسوس ہوتا ہے۔ جنہوں نے ایک ایسے مکار دشمن کے حملے کا دندان شکن جواب دیا جس نے بغیر اعلان جنگ کے، رات کے اندھیروں میں اپنی قوت سے مذموم حملہ کیا تھا۔ آپ نے اس کی تمام غلط فہمی دور کردی ہے اور ایسی عبرتناک شکست دی ہے جو رہتی دنیا تک اسے یاد رہے گی۔ آپ نے اس پر واضح کردیا کہ محض جارحیت سے کچھ نہیں ہوتا۔ میں آپ کی ہمت، استقلال، بے جگری اور بہادرانہ عظمت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اپنے مقدس اور محبوب وطن

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کی سلامتی اور حفاظت کیلئے والہانہ جنگ کی۔ میں ان جانبازوں کو خاص طور پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جنہیں ان کی بہادری اور عظیم کارناموں پر اعزاز ملے ہیں۔ پوری قوم کو ان پر فخر ہے۔ جانبازو! تاریخ تمہارے عظیم کارناموں کو ہمیشہ محفوظ رکھے گی۔ یہ کارنامے سنہری حروف سے پاکستان کی تاریخ میں لکھے جائیں گے۔"

(ڈائری آف دی وار اردو ایڈیشن صفحہ ۲۸۳۔ ۲۸۴)

## O لیفٹیننٹ جنرل امین آپکایا ترکی

ترکی کے چیف آف جنرل سٹاف جنرل محمود کی نمائندگی کرتے ہوئے جنرل امین آپکایا نے کہا۔

"مرحوم بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ وہ نہ صرف پاکستان میں مقبول تھے بلکہ وہ ترکی سمیت برادر ملکوں میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے۔ اس عظیم سپاہی فرزند پاکستان اور ترکی کے سچے دوست کی موت کا سانحہ اتنا زبردست ہے کہ ان کا تذکرہ کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ مرحوم ۱۹۴۱ء سے اب تک تین جنگوں میں حصہ لے چکے ہیں اور ہر جنگ میں انہوں نے نمایاں مقام حاصل کیا تھا۔ حتی کہ جنگ ستمبر میں انہیں جرات بہادری کا شاندار مظاہرہ کرنے پر ہلال جرات کا تمغہ عطا کیا گیا۔"

(پاکستان ائرپورٹ پہنچنے پر خطاب)

## O میجر راجہ نادر پرویز

سابق وزیر دفاع اور سابق ممبر قومی اسمبلی جو خود رن آف کچھ کی جنگ میں شریک ہوئے اور جنہوں نے ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھی حصہ لیا۔ اپنے تفصیلی انٹرویو میں جنرل اختر حسین ملک کے بارے میں بیان کرتے ہیں:۔

"میجر جنرل اختر حسین ملک کے متعلق آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ سپر انٹیلی جنٹ اور جینئس تھے۔ وہ ترکی میں رہے ہیں جہاں امریکی اور غیر ملکی جنرل بھی تھے۔ جنرل اختر ملک نے وہاں اپنا سکہ منوایا۔ وہ لوگ اس بات کے قائل ہو گئے کہ ہاں پاکستانی فوج میں کوئی جرنیل ہے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کی انہوں نے پلاننگ کی تھی۔ اگر ہم اس پلاننگ کے تحت چلتے تو اکھنور قبضے میں آ جاتا۔ اگر اکھنور قبضے میں آ جاتا تو سیالکوٹ محفوظ ہو جاتا۔ کیونکہ اکھنور انڈین لائن آف کمیونی کیشن تھی۔"

(المیہ مشرقی پاکستان کے پانچ کردار صفحہ ۲۰)

## O میجر جنرل سرفراز خاں

میجر جنرل سرفراز خاں ہلال جرات، ملٹری کراس جو ۱۹۶۵ء کی جنگ میں لاہور محاذ کے کمانڈنگ آفیسر تھے۔ جنرل اختر ملک کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

"جس ہنر مندی سے اختر ملک نے چھمب پر اٹیک کیا اسے شاندار فتح کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا۔ وہ اس پوزیشن میں تھے کہ آگے بڑھ کر جوڑیاں پر قبضہ کر لیں۔ کیونکہ چھمب کے بعد دشمن کے قدم اکھڑ چکے تھے اور وہ جوڑیاں خالی کرنے کیلئے فقط پاکستانی فوج کے آگے بڑھنے کے انتظار میں تھا۔ مگر ایسا نہیں ہونے دیا گیا۔"

(روزنامہ جنگ ۶ ستمبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۳ بعنوان جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء چند سربستہ حقائق)

## O لیفٹیننٹ کرنل غلام دستگیر

لیفٹیننٹ کرنل غلام دستگیر نے ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں چھمب محاذ پر خدمات سرانجام دیں اور ان کو جنرل اختر ملک کے ساتھ تقریباً چار سال تک کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ اپنے ایک مضمون میں جنرل اختر ملک کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"جہاں تک جنرل اختر ملک مرحوم کا تعلق ہے وہ ایک نہایت مخلص محب الوطن قابل اور حقیقت پسند شخصیت تھے۔ وہ جونیئر افسروں میں زیادہ ہردلعزیز تھے۔ مگر ان کے سینئر آفیسران کی قابلیت کی وجہ سے ہمیشہ حسد کرتے تھے۔"

## O فن حرب کے معروف قلمکار میجر معین باری

"فیلڈ مارشل ایوب اور ان کے رفقاء جنہوں نے اسلامی روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے آپریشن جبرالٹر کا منصوبہ بنایا اور اسے عملی جامہ پہنایا ان کا نام پاکستان کی تاریخ میں احترام سے لیا جائے گا...... کرنل مہدی اور جنرل موسیٰ کو ماننا پڑے گا کہ تاریخ اور تقدیر کے واقعات سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی اور جب جنگ کے بادل اڈ آتے ہیں تو پھر تیاری کیلئے وقت کم ہی ملا کرتا ہے۔"

(روزنامہ جنگ لاہور ۲۱ جولائی ۱۹۸۴ء صفحہ ۳)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

## ○ میجر (ریٹائرڈ) شیخ غلام نصیر صاحب

"جیسا کہ بہت سے حضرات کو علم ہے کہ کمانڈر آپریشن جبرالٹر میجر جنرل اختر ملک تھے وہ اس دنیا سے چل بسے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ آج اگر وہ اس دنیا میں ہوتے اور حقائق کی نقاب کشائی کرتے تو تمام دنیا کی آنکھیں کھول دیتے۔ پوری دنیا کے فوجی کمانڈروں کو معلوم ہو جاتا کہ شجاعت کیا ہے؟ پاکستان کی افواج کیا ہیں اور اپریشن پلاننگ کسے کہتے ہیں۔"

(روزنامہ جنگ ۳۰ اگست ۱۹۸۴ء صفحہ ۳)

## ○ جناب پروفیسر خان زماں مرزا

ریسرچ سکالر تاریخ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد پروفیسر خاں زماں مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

"جب پاک اور آزاد افواج جنرل اختر حسین کی کمان میں فتح چھمب کے بعد جوڑیاں کیطرف فاتحانہ پیش قدمی کر رہی تھیں تو جنرل ملک کو منظر سے ہٹا دیا گیا۔ تاریخ کا ایک ادنیٰ طالبعلم بھی اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ دوران جنگ کمان تبدیل کرنے سے فوج کے مورال پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔"

(روزنامہ جنگ لاہور ۱۲۔ اپریل ۱۹۸۳ء صفحہ ۳)

## ○ مشہور دانشور شاعر ادیب احمد ندیم قاسمی

"لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک، قوم کے ایک ایسے ہیرو تھے جن کا نام پاکستانی بچوں کو بھی یاد ہے۔ جب ان کی سرکردگی اور نگرانی میں پاکستانی افواج چھمب اور جوڑیاں کے آہنی مورچوں کو مسمار کرتی ہوئی جموں کی طرف بڑھ رہی تھی تو جنرل اختر حسین ملک پاکستانیوں کی بہادری، استقامت اور اولوالعزمی کی ایک مجسم تصویر بن کر ابھرے اور اہل پاکستان کے ذہنوں پر چھا گئے۔" (روزنامہ جنگ کراچی ۹ ستمبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۴)

## ○ نوائے وقت لاہور

"۲۳ ستمبر۔ آج کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ نے پاکستانی فوج کے اگلے مورچوں پر کسی جگہ افسروں اور جوانوں میں اعزازات تقسیم کئے۔ جو صدر پاکستان نے ان کی بہادری کے صلے میں دیئے ہیں۔ اس تقریب میں سب سے دلچسپ اور روح پرور سماں وہ تھا جب دو سگے

---

### پاکستانی فوج ایک انتہائی ممتاز افسر سے محروم ہو گئی ہے:

### جنرل اختر حسین ملک کی المناک موت پر صدر یحییٰ کا اظہار تعزیت،

راولپنڈی ۲۲، اگست۔ صدر یحییٰ خاں نے لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ صدر نے ایک تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ مجھے لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک اور بیگم ملک کی افسوسناک اور اچانک وفات کی خبر سے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ لیفٹیننٹ جنرل اختر ملک کی وفات سے پاکستانی فوج اپنے ایک انتہائی ممتاز افسر سے محروم ہو گئی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے اور سوگواروں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک انقرہ سے ازمیر جا رہے تھے جب انہیں یہ حادثہ پیش آیا۔ انقرہ میں ایک پاکستانی افسر نے بتایا کہ وہ ازمیر میں نمائش میوپلین دیکھنے کے لئے جا رہے تھے۔ جب ان کی کار انقرہ سے پچاس میل دور پولاتال کے مقام پر پہنچی تو اس کا ایک اور کار سے تصادم ہو گیا جس کی وجہ سے جنرل موقع پر ہی ہلاک ہو گئے ان کے ساتھ ان کی اہلیہ اور دو بچوں کے علاوہ ایک ترک شوفر بھی تھے جن میں سے کوئی نہیں بچ سکا۔

[illegible] رہے تھے۔ لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک کی عمر ۵۰ سال تھی اور معرکہ ستمبر میں ایک ڈویژن کے کمانڈر بھی رہے تھے۔

پاکستانی افسر نے بتایا کہ ہلاک ہونے والے دونوں بچے ترکی میں پاکستان کے کرنل اتاشی مسٹر اسلم کے بیٹے تھے۔ ان کی شناخت کافی دیر بعد ہوئی کیونکہ جنرل کے اپنے بچے پاکستان میں ہی ہیں اور وہ انہیں اپنے ساتھ ترکی نہیں لے کر گئے تھے۔ مسٹر اسلم کے ان دونوں بیٹوں کو وہ اپنی کار میں بٹھا کر نمائش دکھانے کے لئے [illegible]

ان دنوں وہ سنٹو ہیڈ کوارٹرز میں پاکستان کے فوجی نمائندہ کے عہدہ پر فائز تھے۔ ترکی کے چیف آف جنرل سٹاف نے اس المناک حادثہ پر پاکستان کے چیف آف جنرل سٹاف کے نام ایک تعزیتی مراسلہ ارسال کیا ہے۔ (اپ پ)

امروز ۲۴ اگست ۱۹۶۹ء

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بھائیوں کو ہلال جرات کے نشان پیش کئے گئے۔ دونوں بھائی میجر جنرل اختر حسین ملک اور بریگیڈیئر ملک عبدالعلی ہیں جنہیں موجودہ جنگ میں کارہائے نمایاں دکھانے پر ہلال جرات کا اعزاز بخشا گیا ہے۔

"ایک پیادہ ڈویژن کے جنرل آفیسر کمانڈنگ میجر جنرل اختر حسین ملک کو کشمیر میں جنگ بندی لائن کے پار بھارت کی مسلسل جارحانہ کارروائیوں کا منہ توڑ جواب دینے کی غرض سے دشمن پر حملہ کرنے پر مامور کیا گیا تھا..... بھارتی فوج پر کاری ضرب لگانے کا سہرا میجر جنرل اختر حسین ملک کے سر ہے جنہوں نے انتہائی جرات سے حملہ کا منصوبہ بنایا اور غیر معمولی قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ اس دلیرانہ کارنامے اور نمایاں ذاتی شجاعت پر انہیں "ہلال جرات" کا اعزاز دیا گیا۔"

(نوائے وقت ۲۴ ستمبر ۱۹۶۵ء)

## ○ مشہور صحافی ایس اے ملک

روزنامہ جنگ کی طرف سے کشمیر میں متعین صحافی ایس اے ملک نے جنگ ۱۹۶۵ء کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا۔

"اختر حسین ملک اپنے مشن کی طرف جا رہے تھے ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی انہوں نے اپنے ملنے والوں سے صرف اتنا کہا کہ دعا کریں کہ خدا مجھے پاکستان کی خدمت کرنے کا موقع دے۔ میرے لئے دعا کریں کہ خدا مجھے ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔ اختر حسین ملک اپنے مشن پر روانہ ہوئے۔ چھمب اور جوڑیاں میں اتنے زور کا معرکہ ہوا اور بھارت کی فوج کو اس طرح دبوچا گیا کہ بھارتی حکومت بوکھلا گئی۔ میجر جنرل اختر حسین ملک بھارت کے لئے ہوا بن کر ابھرے...... بھارت کے وزیر اعظم لال بہادر شاستری نے بھارتی فضائیہ کے اس وقت کے سربراہ ائر مارشل ارجن سنگھ کو حکم دیا کہ کسی بھی حالت میں اختر حسین ملک کو نہ چھوڑا جائے۔ بھارت کے طیارے اختر ملک کی تلاش میں آزاد کشمیر کی سرحدوں پر منڈلانے لگے تھے۔ اختر حسین ملک کا چرچا پاکستان اور آزاد کشمیر ہی میں نہیں تھا بلکہ بھارت میں بھی تھا۔ انہوں نے جن پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا اس پر ان کو خوب کھل کر داد دی جا رہی تھی۔"

(روزنامہ جنگ لاہور ۱۶ فروری ۱۹۸۳ء صفحہ ۵)

## ○ ہفت روزہ الفتح کراچی

"چھمب سیکٹر میں یحیی خان کا ڈویژن متعین تھا۔ جنگ شروع ہوتے ہی اس ڈویژن کی کمان جنرل اختر حسین ملک کو سونپی گئی۔ انہوں نے انتہائی دانشمندی اعلیٰ ماہرانہ صلاحیتوں اور بہادری سے کام لیتے ہوئے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے اور مقبوضہ کشمیر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی" (الفتح ۱۳ فروری ۱۹۷۶ء صفحہ ۸)

## ○ جناب آر۔ آر۔ ظفر

اپنی کتاب "ڈائری آف دی وار" اردو ایڈیشن میں لکھتے ہیں:۔

"میجر جنرل اختر حسین ملک نے ناکافی فوج اور انتہائی مشکل حالات کے باوجود بھارتی فوج کا بری طرح قلع قمع کر دیا اور پورے علاقے کو بھارتی فوج کے ناپاک وجود سے صاف کر کے دو سو مربع میل رقبے پر پاکستانی پرچم لہرایا۔ میجر جنرل اختر حسین ملک کی ذہانت، اعلیٰ منصوبہ بندی، پرعزم اور ولولہ انگیز قیادت نے بھمبر، چھمب اور جوڑیاں کے علاقے میں بھارتی فوج کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔ صدر مملکت نے میجر جنرل اختر حسین ملک کو ان کے اس کارنامے پر ہلال جرات کا اعزاز دیا۔"

(ڈائری آف دی وار اردو ایڈیشن صفحہ ۲۸۳)

## ○ جماعت کے مشہور مخالف شورش کاشمیری

نے اپنے رسالہ چٹان میں ان کی اس طرح مدح سرائی کی۔

ہر اک محاذ جنگ پر ان کو پچھاڑ دو
ہندوستان کی فوج کا حلیہ بگاڑ دو
واہگہ کی سرزمین پر حریفوں کی ٹولیاں
اختر ملک کی زیر قیادت چھاڑ دو

ایک اور نظم میں لکھتے ہیں:۔

میدان کارزار پہ چھاتے ہوئے چلو
جوش دغا کا نقش بٹھاتے ہوئے چلو
دہلی کی سرزمین نے پکارا ہے ساتھیو
**اختر ملک** کا ہاتھ بٹاتے ہوئے چلو
اس کے سوا **جہاد** کے معنی ہیں اور کیا
اسلام کا **وقار** بڑھاتے ہوئے چلو

(رسالہ چٹان ۱۳ ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# بریگیڈئر عبد العلی ملک

جنگ عظیم دوم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ جس میں پاکستانی مجاہدوں نے اپنے جسموں کے ساتھ بم باندھ کر دشمن کے ٹینکوں کے پرخچے اڑا دیئے۔ یہ جنگ ہندوستان کے جنگی منصوبہ کا سب سے بڑا حصہ تھا۔ جس کے مطابق گوجرانوالہ پر قبضہ کر کے مغربی پاکستان کو دو حصوں میں بانٹ دیا جاتا۔ اس جنگ میں صرف ۹ ہزار پاکستانی جوانوں نے قوت ایمانی کے بل پر بھارت کی ۳۰ ہزار فوج کو عبرتناک شکست دی۔

یہ جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کی دوسری بڑی دفاعی نوعیت کی لڑائی تھی۔ جس میں ہندوستانی ٹینکوں کی خطرناک یلغار کو بریگیڈئر عبد العلی ملک نے ایک معمولی فورس کے ساتھ چونڈہ میں اس استقامت و جرات سے روکا کہ آج تک بڑے بڑے فوجی جرنیل عبد العلی ملک کی اس کامیابی پر حیران ہیں۔

بریگیڈئر عبد العلی ملک کو ان کے ڈویژنل کمانڈر نے یہ حکم دیا تھا کہ چونکہ یہ حملہ اتنا بڑا ہے کہ اس معمولی فوج کے ساتھ تم اس حملہ کو نہیں روک سکو گے اس لئے پیچھے آ جاؤ۔ مگر اس بہادر احمدی عبد العلی ملک نے کہا:۔

"اگر میں نے ایسا کیا تو سیالکوٹ کے اہم ترین ضلع پر دشمن کا قبضہ ہو جائے گا اس لئے مجھے اجازت دی جائے میں دشمن کی اس یلغار سے چونڈہ میں ہی نمٹنے کی کوشش کروں۔ جو فوج تیس میل کے محاذ پر قابو نہیں پا سکتی وہ ستر میل لمبے محاذ پر کس طرح لڑ سکے گی۔"

وطن کے اس مایہ ناز سپوت نے چونڈہ میں ہی دشمن پر اس جرات اور مردانہ وار بہادری سے حملے کئے کہ بھارتی ٹینکوں کی ڈویژن (Black Elephant) تک کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور پاکستانی افواج سے تعداد میں کئی گنا ہونے کے باوجود بھارتی افواج چونڈہ میں ایک قدم نہ آگے بڑھ سکیں۔ اس جرات و بہادری اور شجاعت کے اعتراف کے طور پر بریگیڈئر عبد العلی ملک کو بہادری کا دوسرا اعلیٰ ترین اعزاز "ہلال جرات" دیا گیا۔ چونڈہ کا محاذ جغرافیائی لحاظ سے بہت

# کرنل اور کشمیر کی کہانی

انٹرویو: عنایت اللہ

کرنل صدیق راجہ پاک فوج کے اُن مجاہدین میں سے ہیں جنہوں نے کشمیر کی پہلی جنگ (۱۹۴۷-۴۸ء) لڑی تھی اور جو اس جنگ کی فائر بندی کے خلاف تھے۔ ان سے کشمیر کی کہانی سنیں اور "راولپنڈی سازش کیس" کی درپردہ واردات بھی!

"..... کرنل صدیق راجہ نے ایوب خان کی ایک بڑی ہی خوفناک حماقت یاد دلائی اِدھر آپریشن جبرالٹر کامیاب ہو گیا تھا اور کشمیر کے اندر انڈین آرمی قید ہو کر رہ گئی تھی۔ اُدھر پاک فوج اور آزاد کشمیر فوج نے چھمب سیکٹر سے انڈین آرمی کو بھگایا اور برق رفتار پیشقدمی کرتی چلی گئی۔ دو تین دنوں بعد اکھنور پر قبضہ ہو جاتا اور پورے کا پورا کشمیر بیل یعنی سربمہر ہو جاتا اور اس کے اندر کی تمام انڈین آرمی ہماری قیدی ہوتی لیکن ایوب خان نے اس کامیابی کو تباہ کرنے کے لئے اکھنور پہنچنے سے پہلے ہی کمانڈ تبدیل کر دی اور ایک شیر دل جرنیل اختر حسین ملک کو جو واقعی ہی شیروں کی طرح دشمن پر جھپٹ جھپٹ کر آگے بڑھ رہا تھا، پیچھے بھیج کر ایک شرابی کبابی اور عیاش جرنیل یحییٰ خان کو اس کی جگہ آگے بھیجا۔ صرف کمانڈ کی تبدیلی میں تیرہ گھنٹے ضائع ہو گئے اس جنگی صورتِ حال میں تیرہ سیکنڈ بھی ضائع نہیں کئے جاتے نہ کوئی سپریم کمانڈر کمانڈ تبدیل کرتا ہے لیکن ایوب خان کی نااہلی بلکہ بددیانتی نے یہ بھی کر کے دکھا دیا۔ ان تیرہ گھنٹوں میں بھاگتے ہوئے دشمن نے قدم جما لئے، اکھنور کا دفاع مضبوط کر لیا اور پورے پاکستان پر پوری جنگی طاقت سے حملہ کر دیا۔ جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا۔"

بشکریہ ماہنامہ "حکایت" سالنامہ نمبر صفحہ 150 فروری 1997ء

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے متعلق مدیر ہفت روزہ لاہور لکھتے ہیں۔

"چونڈہ کا محاذ بھی میلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے لئے ایک طرف جیسوراں گاؤں ہے۔ دوسری طرف برتر ڈوگراں بیچ میں چونڈے کا قصبہ ریلوے اسٹیشن ہے۔ دشمن نے چونڈہ پر بارہ مرتبہ حملہ کیا۔ ٹینکوں کی یلغار' توپوں کے ہزاروں گولے چلائے۔ ان میں ۲۵ پونڈ سے لیکر ۲۰۰ پونڈ تک گولہ پھینکنے والی ہر مورچے کی میدانی توپیں شامل تھیں۔ دشمن کا ریلا ناکام واپس لوٹ جاتا۔ پاکستانی فوج سے ہندوستانی فوج کم از کم پانچ گنا زیادہ تھی۔ اور دشمن کی خواہش تھی کہ کسی طرح کسی قیمت پر چونڈہ کے ریلوے اسٹیشن پر قبضہ کر کے چونڈہ پسرور لائن توڑ ڈالے اس ساری لڑائی کے دوران ایک مرتبہ دشمن کی ایک کمپنی ریلوے لائن کو عبور کر کے چونڈہ کے ریلوے اسٹیشن تک پہنچ گئی اور ایک عمارت پر قبضہ بھی کر لیا۔ مگر ان کے پیچھے آنے والے ہندوستانی دستے کا صفایا کر دیا گیا اور چونڈہ ریلوے اسٹیشن کی اس عمارت میں پچاس ہندوستانی پاکستانی میجر کی کمپنی نے گرفتار کر لئے۔" (ہفت روزہ لاہور لاہور ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

رائٹر کے نمائندہ خصوصی رونلڈ بیچر جس نے دیگر غیر ملکی نامہ نگاروں کے ساتھ چونڈہ کے محاذ کا دورہ کیا اس محاذ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا۔

"جب ہمیں ٹینکوں کی تاریخی لڑائی کے محل وقوع پر لے جایا گیا تو سورج نصف النہار پر تھا اور چلچلاتی دھوپ میں بھارتی ٹینکوں کے کمانڈروں کی لاشیں جوں کی توں گھومنے والے برجوں میں پڑی تھیں اور ان پر گدھ منڈلا رہے تھے۔ ہم نے جدھر بھی نظر دوڑائی ہمیں بھارتی فوج کے ٹینک کھیتوں میں جابجا کھڑے ہوئے دکھائی دیئے جو بالکل بیکار ہو چکے تھے اور جو کبھی بھارتی فوج کے مشہور بکتر بند ٹینک کہلاتے تھے۔ یہ تھا سیالکوٹ کے محاذ کا منظر فائر بند ہو جانے کے بعد جو ہمیں پاکستانی فوجی حکام نے کل وہاں لے جا کر دکھایا..... اس جگہ کو دیکھ کر صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ پاکستان میں گھس آنے والے بھارتی بکتر بند حملہ آوروں کی انفنٹری اور توپ خانے کا پاکستانی فوج کے ہاتھوں کیا حشر ہوا

ایک پاکستانی شاعر نے رزمیہ اشعار میں کہا:-

کہہ رہا تھا غازیوں کی جب کماں عبد العلی
تھا صفوں میں مثلِ طوفانِ رواں عبد العلی

ہند کا وہ آتشیں طوفان' وہ عزم و ثبات
ٹینک یوں گرتے گئے دشمن کے' جیسے خشک پات

جب ہوئی تاریخ کی سب سے بڑی ٹینکوں کی جنگ
فتح پائی غازیوں نے کس طرح؟ دنیا ہے دنگ

یہ جگہ' یہ دن' یہ ساعت عالمی تاریخ میں
ثبت ہے اب درحقیقت عالمی تاریخ میں

("معرکۂ حق و باطل" صفحہ ۲۷ از الحاج مولانا عرفان رشدی داعئ مجلس علماء پاکستان)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اور پاکستانی فوج نے کس بہادری سے حملہ آور کو شکست فاش دی۔"

(روزنامہ نوائے وقت ۲۵ ستمبر ۱۹۶۵ء)

# خراج تحسین

بریگیڈئر عبدالعلی ملک (جو بعد میں لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے پر ترقی پا گئے) کو مختلف شخصیات اور اخبارات و رسائل نے خراج تحسین پیش کیا۔

## O روزنامہ امروز

"میجر جنرل عبدالعلی نے چونڈہ کے محاذ پر ٹینکوں کی عظیم جنگ میں پاکستانی فوج کی کمان کی اور ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ تاریخ حرب کے ماہرین حیران و ششدر رہ گئے۔ اس وقت موصوف بریگیڈئر تھے۔ انہیں بھی بڑے بھائی کی طرح "ہلال جرات" کا اعزاز ملا۔" (روزنامہ امروز لاہور ۲۳ اگست ۱۹۶۹ء)

## O "حق کے پرستار" کے مصنف لکھتے ہیں

"بریگیڈئر عبدالعلی ملک کو ۷ اور ۸ ستمبر کی رات کو دشمن کے خلاف جوابی حملہ کرنے کا حکم ملا۔ وہ اپنی مختصر فوج کے ساتھ دشمن پر اس طرح جھپٹے کہ دشمن کی پیش قدمی کو روک کر شدید نقصان پہنچایا۔ اس کے ٹینکوں اور پیدل فوج کو تہس نہس کر دیا...... بریگیڈئر عبدالعلی ملک نے اس معرکے پر جس دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس پر انہیں ہلال جرات کا اعزاز ملا۔"

(حق کے پرستار صفحہ ۳۴۰)

## O جنگ جاری ہے کے مصنف لکھتے ہیں

"فورس کمانڈر بریگیڈئر عبدالعلی ملک نے چونڈہ میں دشمن کی اسلحہ اور افرادی طاقت میں کہیں زیادہ فوج کو ناپاک ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دیا...... فرض شناس اور پرعزم بریگیڈئر عبدالعلی ملک کی قیادت میں پاکستانی جانبازوں نے دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا...... بریگیڈئر عبدالعلی کو ان کی عظیم خدمات کے صلے میں "ہلال جرات" کا اعزاز دیا گیا۔"

(جنگ جاری ہے صفحہ ۲۸۶)

## O ماہنامہ حکایت

ستمبر ۱۹۶۵ء میں سیالکوٹ چونڈہ سیکٹر پر بھارت نے پورے آرمڈ ڈویژن سے حملہ کیا تھا۔ اس حملے کو ایک قادیانی بریگیڈئر نے صرف ایک ٹینک رجمنٹ اور دو انفنٹری پلٹنوں سے روکا تھا۔ اس بریگیڈئر کو اس کے ڈویژن کمانڈر نے حکم دیا تھا کہ پیچھے آؤ سیالکوٹ خالی کر دو۔ ہم بہت پیچھے ہٹ کر (سیالکوٹ دشمن کو دیکر) لڑیں گے۔ اس قادیانی بریگیڈئر نے اپنے ڈویژن کمانڈر کا یہ حکم ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا اور حملہ روک لیا تھا۔ اس بریگیڈئر کا نام عبدالعلی ملک ہے جو بعد میں میجر جنرل ہو گئے تھے۔ وہ جنرل اختر حسین ملک مرحوم کے چھوٹے بھائی ہیں۔"

(ماہنامہ حکایت نومبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۱۱۴)

## O معرکہ رن کچھ

رن کچھ کا علاقہ مغربی پاکستان کی جنوبی سرحد سے ملحق ہے۔ اس صحرائی اور دلدلی علاقے کا رقبہ آٹھ ہزار چار سو مربع میل ہے۔ کہیں کہیں اونچے ٹیلے ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں جب کہ پاکستان فوجی اعتبار سے مضبوط نہیں ہوا تھا۔ بھارتی حکومت نے پورے مغربی پاکستان کی سرحد پر فوجی قوت کا مظاہرہ کیا۔ سابق صوبہ پنجاب کی سرحد پر چند جھڑپیں بھی ہوئیں مگر ان میں بھارتی فوج نے منہ کی کھائی۔ یہاں سے مایوس ہو کر دشمن نے تقریباً بارہ سو میل دور رن کچھ میں پاکستان کو شکست دینے کا فیصلہ کیا۔ ۱۹ فروری ۱۹۶۵ء کو بھارتی فوج نے چھڈ بیٹ میں پاکستانی بارڈر پولیس کی چوکی پر حملہ کیا جسے ناکام بنا دیا گیا۔ تاہم اس دوران بھارتی حکومت سابق صوبہ پنجاب اور سندھ میں سرحدوں کی نشاندھی کیلئے مذاکرات پر آمادہ ہو گئی۔ ۱۹۶۰ء میں سابق صوبہ پنجاب کی سرحدوں کی نشاندہی مکمل ہو گئی۔ دونوں حکومتوں نے طے کیا کہ رن کچھ کی سرحد متعین کرنے کیلئے مذاکرات جاری رکھے جائیں۔ لیکن ۱۹۶۵ء میں بھارتی حکمرانوں نے پرامن مذاکرات کے ذریعے تنازع حل کرنے کا طریقہ چھوڑ کر فوجی متنازعہ علاقے میں پہنچانے شروع کئے۔ مارچ کے وسط تک بھارت نے اپنے دو ڈویژن رن کچھ میں پہنچا دیئے۔ جنرل محمد موسیٰ نے آٹھویں ڈویژن کمانڈر میجر جنرل ٹکا خان کو حکم دیا کہ بھارتی فوج کو پیش قدمی سے روکیں۔ میجر جنرل ٹکا خان نے ایک بریگیڈئر کو رن کچھ کے مغربی سیکٹر میں دفاع کرنے کے لئے بھیج دیا

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستاں میں

Digitized By Khilafat Library Rabwah

محترم جنرل اختر حسین ملک صاحب ہلالِ جرأت

محترم جنرل عبدالعلی ملک صاحب ہلالِ جرأت

محترم لیفٹیننٹ جنرل افتخار جنجوعہ صاحب ہلالِ جرأت

سکواڈرن لیڈر محترم خلیفہ منیر الدین احمد صاحب

# فرقان بٹالین

Digitized By Khilafat Library Rabwah
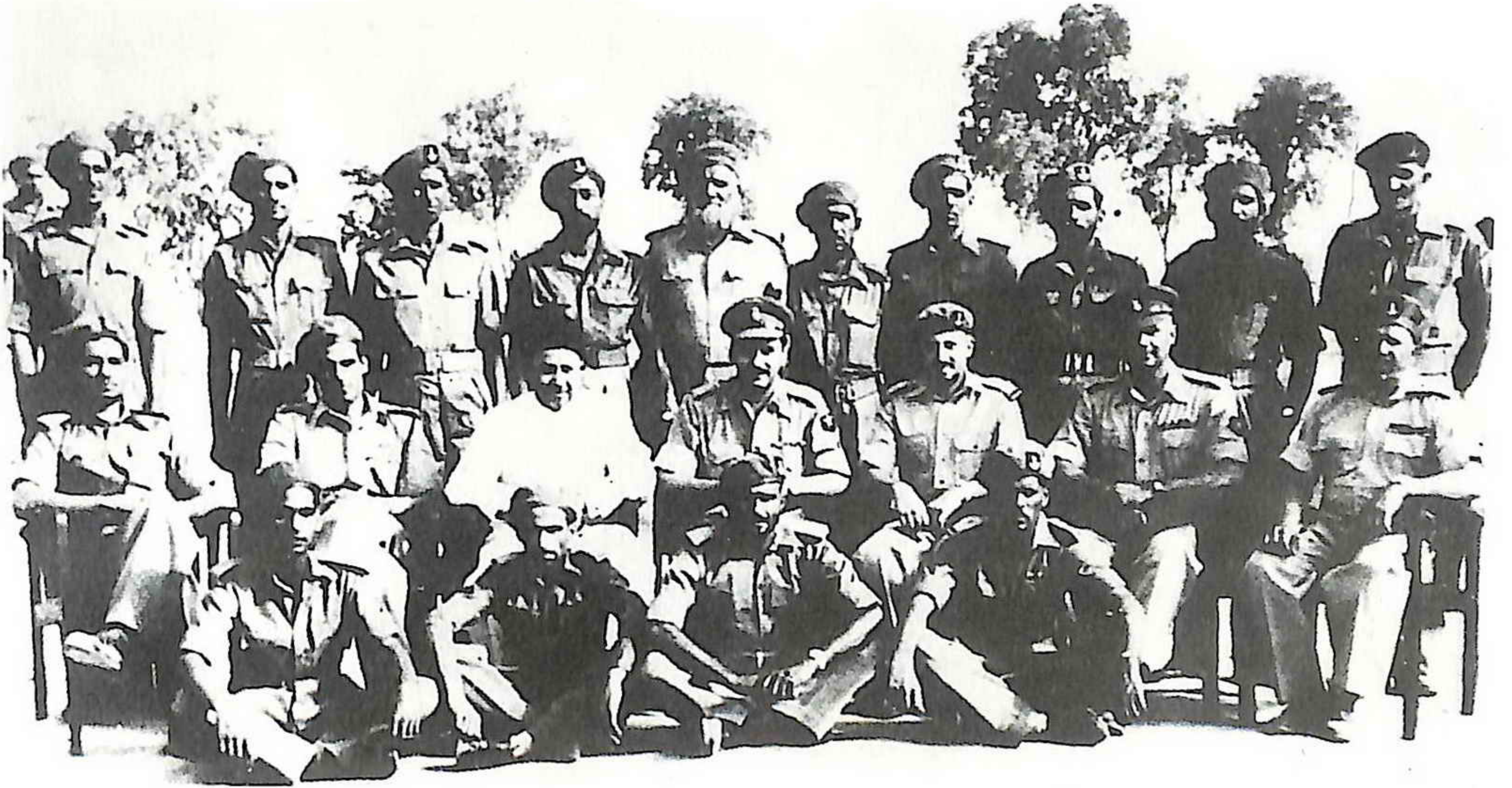
کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں: لیفٹیننٹ کرنل شیر ولی خان، نامعلوم، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب، بریگیڈیئر شیخ، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، لیفٹیننٹ کرنل محمد حیات قیصرانی صاحب، میجر چوہدری مشتاق احمد صاحب ظہیر۔
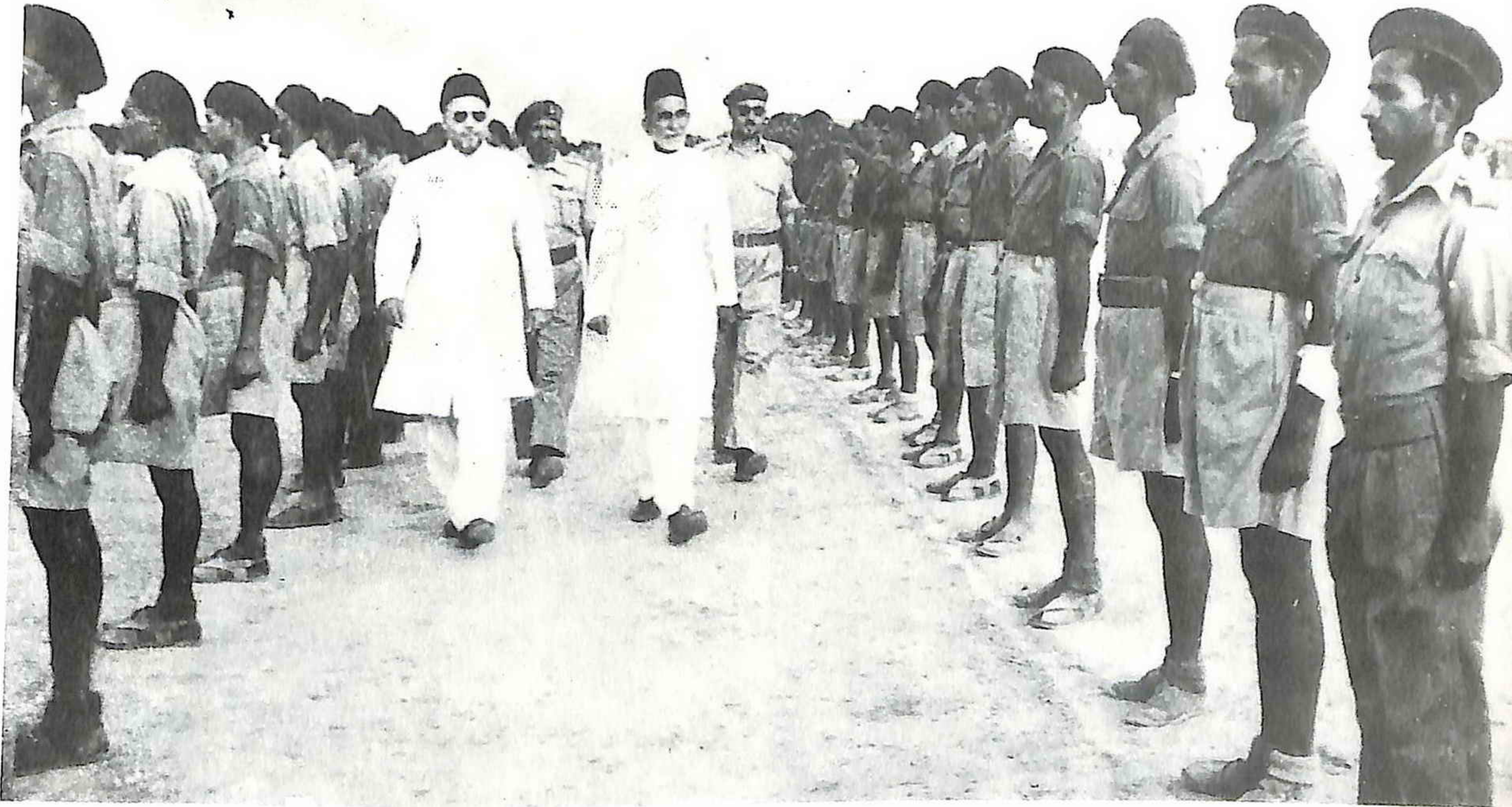
حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب معائنہ فرماتے ہوئے۔ بائیں طرف حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اور مشرقی سیکٹر میں ایک اور بریگیڈ روانہ کیا جس کی کمان بریگیڈیئر افتخار جنجوعہ کے سپرد تھی۔ انہیں بھارتی فوج کی پیش قدمی کو ہی نہیں روکنا تھا بلکہ آگے بڑھ کر اسے جارحیت کا مزا بھی چکھانا تھا۔

## ○ میجر جنرل افتخار جنجوعہ

فاتح رن کچھ جنرل افتخار جنجوعہ ہلال جرات پاکستانی افواج کے ان افسروں اور جاں بازوں میں سے تھے جن کا نام تاریخ پاکستان میں امر ہو چکا ہے۔ آپ نے ۱۹۶۵ء کی جنگ میں رن کچھ کے محاذ پر وطن کا بے جگری کے ساتھ دفاع کرتے ہوئے بھارتی فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ پورے محاذ کی کمان میجر جنرل ٹکا خان کر رہے تھے لیکن فی الحقیقت جس بریگیڈ نے اس محاذ پر سب سے اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا اس کی کمان بریگیڈیئر افتخار جنجوعہ کے ہاتھ میں تھی۔ بریگیڈیئر افتخار جنجوعہ نے رن کچھ کے اس میدان میں اس بے جگری اور جرات کا مظاہرہ کیا کہ بھارتی افواج کو پیچھے ہٹنے کے علاوہ چارہ نہ تھا۔ افتخار جنجوعہ نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اگلی صفوں میں جنگ لڑی۔ جس سے ان کے سپاہیوں اور افسروں کا عزم و حوصلہ بہت بلند ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں پاکستانی افواج نے رن کچھ کے علاقے میں پیش قدمی کی اور آگے بڑھ کر ہندوستانی علاقے پر قابض ہو گئے۔ اس لڑائی میں افتخار جنجوعہ زخمی بھی ہو گئے۔ صدر پاکستان نے اس شجاعت و جرات کے اعتراف میں انہیں نشان حیدر کے بعد بہادری کے دوسرے بڑے اعزاز ہلال جرات کا مستحق قرار دیا۔ اور آپ ہیرو آف رن کچھ کے نام سے مشہور ہوئے۔

۱۹۷۱ء کی جنگ میں مغربی پاکستان میں دو محاذوں پر بڑی لڑائیاں لڑی گئیں۔ سب سے بڑا حملہ چھمب کے محاذ پر ہوا کیونکہ ہندوستان ۱۹۶۵ء کی جنگ کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اس مرتبہ ہندوستان کی فوج نے ۱۹۶۵ء سے بڑھ کر جنگ کی تیاری کی ہوئی تھی۔ اس جنگ میں چھمب کے محاذ پر میجر جنرل افتخار جنجوعہ نے جرات و بہادری کا وہ مظاہرہ کیا کہ غیر بھی عش عش کر اٹھے۔ روزنامہ امروز نے جنگ کے دوران یہ خبر دی:۔

"چھمب جوڑیاں سیکٹر کے اہم مقابلہ منڈیالہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ چھمب جوڑیاں سیکٹر میں دشمن نے طیاروں، بکتر بند دستوں اور توپ خانوں کی مدد سے زبردست مزاحمت کی۔ اس کے باوجود ہماری فوجوں نے دشمن کو سخت نقصان پہنچا کر اہم مقام حاصل کر لیا۔" (روزنامہ امروز ۷ دسمبر ۱۹۷۱ء)

جنرل افتخار جنجوعہ نے اپنی بے مثال جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا اور وطن پر جان قربان کر دی۔ چنانچہ میجر جنرل فضل مقیم خاں سیکرٹری دفاع حکومت پاکستان نے اپنی کتاب "پاکستان کا المیہ ۱۹۷۱" میں آپ کو یوں خراج تحسین پیش کیا۔

"چھمب سیکٹر میں میجر جنرل افتخار خان کی کمان میں ۲۳ ڈویژن کو جو مشن سونپا گیا تھا اس کے مطابق دریائے توی تک کا علاقہ دشمن سے صاف کرنا تھا۔ لیکن ۲۳۔ اے کے بٹالین اپنے جواں ہمت اور پرعزم کمانڈنگ آفیسر کی کمان میں دریا عبور کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ جس کا دفاع دشمن نے انتہائی مضبوطی سے کیا ہوا تھا۔ اس پر ہندوستان نے ہماری فوج پر زبردست گولہ باری شروع کر دی۔ گھمسان کی جنگ میں دونوں فوجوں کا زبردست جانی نقصان ہوا۔ جواں ہمت اور جانباز ڈویژنل کمانڈر افتخار نے ہمت نہ ہاری۔ وہ ایسی شخصیت نہیں تھے جو دشمن کو چین لینے دیں۔ بھارتی فوج اس زبردست حملے کی تاب نہ لا کر بہ عجلت تمام پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئی اور پسپا ہو کر افراتفری کے عالم میں راہ فرار اختیار کرتے ہوئے اپنے پیچھے جنگی ساز و سامان اسلحہ کے ڈھیر تقریباً ایک سکواڈرن کے برابر صحیح سالم ٹینک اور بہت سی گاڑیاں بھی چھوڑ گئی۔ منور اور چھمب پر پاکستان کا پرچم لہرا دیا گیا۔ اس وقت تک یہ ڈویژن مسلسل جنگ کرتے کرتے بہت تھک چکا تھا۔ پھر بھی اس میں ایک ایسا شخص تھا جو اب تک تازہ دم نظر آ رہا تھا اور وہ اس کا جنرل تھا۔ بلاشبہ ایسے پر جوش اور باہمت جنرل کیلئے موجودہ قسم کی جنگی ذمہ داری (دفاعی پوزیشن میں رہنے والی) اس کی شخصیت کے مطابق نہ تھی۔ کیونکہ ایسے نڈر اور جوشیلے افسر کیلئے نچلا بیٹھنا ایک مشکل کام تھا۔ ۱۰ دسمبر کو جو ہیلی کاپٹر جنرل کو اگلے مورچوں کیطرف لے جا رہا تھا اسے ناخوشگوار حادثہ پیش آیا اور پاکستان کے یہ بہت ہی اچھے جنرل ہسپتال جاتے ہوئے راستے میں دم توڑ گئے۔"

(پاکستان کا المیہ ۱۹۷۱ء صفحہ ۲۸۲ تا ۳۰۸)

جنرل افتخار کو آخری لمحات میں جب ہسپتال لے جایا جا رہا تھا تو

Digitized By Khilafat Library Rabwah

آپ نے جو آخری الفاظ کہے وہ یہ تھے۔

"میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ مجھے شہادت کا رتبہ مل گیا"

آپ کی انہی خدمات کے اعتراف میں چھمب کا نام افتخار آباد رکھا گیا۔ اور کھاریاں چھاؤنی میں ایک کالج بھی آپ کے نام سے معنون ہے۔

## خراج تحسین

### ○ میجر معین باری

میجر جنرل افتخار جنجوعہ کی میدان جنگ میں بہادری اور جرات کو سراہتے ہوئے میجر معین باری نے اپنے مضمون میں لکھا۔

"پاکستان فوج دنیا کی بہترین فوجوں میں سے ایک ہے اس کے جوان آفیسر نڈر' بہادر اور جذبہ شہادت سے سرشار ہیں کہ ساری قوم ان پر فخر کر سکتی ہے۔ پاک فوج میں اب بھی میجر بھٹی شہید' میجر شریف' خادم اور جنرل افتخار جنجوعہ شہید جیسے بہادر اور جری افسروں کی کمی نہیں۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں انہی فوجیوں نے بھارتی فوج کو حواس باختہ کر دیا تھا۔"

(روزنامہ جنگ لاہور ۱۹ نومبر ۱۹۸۶ء)

### ○ روزنامہ امروز لاہور

"چھمب پر دوسری مرتبہ قبضہ کر کے ہماری فوجوں نے ۱۹۶۵ء کی تاریخ دہرادی۔ جب انہوں نے دشمن کی مضبوط دفاعی لائن کو پار کر کے اس علاقہ پر قبضہ کے ساتھ اس مرتبہ بھی پاکستانی فوج نے اپنے سے تعداد اور اسلحہ میں پہلے سے بھی زیادہ طاقتور دشمن کی مزاحمت کو کچل کر اس شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب ہماری فوجیں اس محاذ پر برابر آگے بڑھتی جا رہی ہیں"۔

(امروز لاہور: ۸ دسمبر ۱۹۷۱ء)

## میجر جنرل افتخار جنجوعہ کی وفات

۱۹۷۱ء کی جنگ کے دوران پاکستانی فوجیں برابر پیش قدمی کر رہی تھیں کہ پاکستان کا یہ مایہ ناز سپوت جنگ کے دوران محاذ کے اگلے مورچوں پر پہنچ کر پاکستانیوں فوجیوں سے ملاقات کر کے ان کے حوصلے بڑھاتا تھا۔ اسی طرح ایک دن میجر جنرل افتخار جنجوعہ ہیلی کاپٹر پر محاذ جنگ کا جائزہ لے رہے تھے کہ ان کا ہیلی کاپٹر بھارتی فوجیوں کی زد میں آگیا۔ جس کے نتیجہ میں میجر جنرل افتخار نے ارض پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔

## دیگر احمدی مجاہد جنہوں نے اپنے اپنے محاذ پر کارنامے سرانجام دیئے

ونگ کمانڈر (ریٹائرڈ) سید محمد احمد حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ ۱۸ سال کی عمر میں مارچ ۱۹۴۴ء کو ایئرفورس میں آپ کو کمیشن مل گیا۔ ٹریننگ مکمل کر کے آپ کی تعیناتی ۸ سکواڈرن برما فرنٹ میں ہو گئی۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں آپ سرگودھا کی بیس پر متعین تھے اور بطور بیس کمانڈر سٹاف آفیسر آپریشن ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ آپ ہی کی منصوبہ بندی اور حکمت عملی کی وجہ سے بھارتی طیاروں کا بھاری نقصان ہوا جو پاکستانی نقصان سے تین گنا زیادہ تھا۔

بریگیڈئر وقیع الزمان خان ۲ جنوری ۱۹۲۲ء کو رائے پور تحصیل قائم گنج ضلع فرخ آباد یوپی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق وہاں کے ایک پٹھان خاندان سے ہے۔ تقسیم پاکستان سے پہلے آپ جی۔ایچ۔کیو انڈیا میں متعین تھے اور تقسیم کے بعد آپ کو جی۔ایچ۔کیو پاکستان راولپنڈی میں منتقل کر دیا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں مری میں آپ کو فوجی سیل میں جس کی نگرانی جنرل اختر حسین ملک کے سپرد تھی منتقل کر دیا گیا۔ جہاں آپ کی نگرانی میں انٹیلی جنس اور فوجی آپریشنز کا شعبہ دیا گیا۔ اس کے تحت کشمیر میں جو کاروائیاں کی گئیں وہ تاریخ کا ایک اہم باب ہیں اور ایک احمدی جرنیل کی خدمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ (آپ ۱۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو ریٹائر ہوئے۔)

میجر قاضی بشیر مردان کے رہنے والے تھے۔ آپ نے جوڑیاں کے محاذ پر داد شجاعت دیتے ہوئے جان قربان کی۔ آپ نے تحریک پاکستان میں سرگرم حصہ لیا تھا اور آپ مسلم لیگ کے سرگرم کارکن تھے۔ بی۔اے کے بعد آپ نے فوج میں کمیشن لے لیا۔ فوج میں

Digitized By Khilafat Library Rabwah

آنے کے بعد آپ کا ایک ہی نصب العین تھا کہ اپنے وطن کی ہر وقت خدمت کی جائے۔

جب آپ رخصت پر گھر آئے ہوئے تھے کہ آپ کو محاذ جنگ پر پہنچنے کا حکم ملا۔ حکم ملتے ہی آپ فوراً وطن کی حفاظت کے لئے محاذ پر حاضر ہوگئے۔ وہاں سے آپ نے خط میں لکھا:

"محاذ جنگ پر میری موجودگی میرے لئے فخر کا باعث ہے اور آپ کے لئے موجب مسرت۔ خدا کے فضل سے ہم ہندوؤں کو وہ سبق سکھائیں گے کہ ان کی آنے والی نسلیں بھی اسے یاد رکھیں گی"۔

چنانچہ آپ نے یہ بات پوری کر دکھائی۔ آپ نے جوڑیاں کے محاذ پر جس جوانمردی اور شجاعت سے ہندوستانی فوج کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دی وہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ آپ نے اپنے جانباز ساتھیوں کی قیادت کرتے ہوئے ہندوستانی فوج کو شکست دے کر جوڑیاں فتح کر لیا اور جب آگے کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے کہ شیل لگنے سے وطن پر قربان ہوگئے۔

جناب نسیم کاشمیری اپنی کتاب "حق کے پرستار" میں لکھتے ہیں:-

"میجر مرحوم نے زندگی کے آخری تین دن اس طرح گزارے کہ کھانے پینے اور آرام کرنے کی مہلت بھی ان کو نہ ملی۔ وہ مسلسل لڑتے رہے۔ جب ان کی نعش محاذ سے گاڑی پر لائی گئی تو سپاہی اور افسر دھاڑیں مار مار کر روتے تھے...... شہادت کے وقت وہ دشمن کی گولہ باری کی زد سے نکل آئے تھے اور تیزی سے آگے ہی بڑھتے جا رہے تھے کہ ایک شیل ان کو آلگا"۔

(حق کے پرستار: صفحہ ۳۹۶)

خلیفہ منیر الدین ستارہ جرأت پاکستان کے ناقابل تقلید ہوا باز تھے۔ ہوا بازی کے دوران ہی ہندوستانی فوج کا گولہ لگنے سے آپ نے پاکستان پر جان قربان کر دی۔ ۱۱ ستمبر کو لڑاکا بمبار ونگ کے کمانڈر محمد انور شمیم (بعد میں چیف آف ائر سٹاف آپریشن) نے چار ہوا بازوں کو امرتسر میں نصب شدہ راڈار اسٹیشن کے نشانے کا حکم دیا۔ ان میں ایک خوش مزاج اور تنومند ونگ آپریشن آفیسر سکواڈرن لیڈر منیر الدین تھے۔ جب ان کے سیبر جیٹ طیارے نیچی اڑان کرتے ہوئے امرتسر شہر کے

## ہم ہندوؤں کو جنگ کا مزہ چکھائیں گے

## میجر قاضی بشیر احمد شہید کی تمنا پوری ہوگئی

احسان طالب نمائندہ خصوصی مشرق

میجر قاضی بشیر احمد شہید، جو مردان کے رہنے والے تھے، جو [illegible] کے محاذ پر داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان کے چھوٹے بھائی قاضی مسعود احمد نے جو میڈیکل کالج پشاور کے طالب علم ہیں۔ اپنے شہید برادر اکبر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ "ان کی شہادت پر ان کے خاندان، دوست واحباب، باشندگانِ مردان، بلکہ ہر پاکستانی فخر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ موت دی ہے، جس کی تمنا ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے"۔

میجر قاضی بشیر احمد شہید نے محاذ پر روانہ ہوتے وقت گھر والوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا تھا کہ موت کا ایک دن معین ہے اور پھر میں تو جہاد پر جا رہا ہوں۔ اگر مجھے موت آگئی تو یہ شہادت کی موت ہوگی اور اس سے اچھی موت اور کیا ہو سکتی ہے؟

قاضی بشیر احمد شہید نے جنگ کے دوران جو خطوط بہت گھر والوں کو لکھے، ان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے سینے میں ایک سچے مسلمان سپاہی کا دل دھڑک رہا تھا۔ ان کے سامنے دو ہی مقاصد تھے۔ دشمن پر کامل فتح یا شہادت کی موت۔ ان کے خلوص کا کرشمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں تمنائیں پوری کر دیں۔ انہوں نے اپنے [illegible] قیادت کرتے ہوئے ہندوستانی فوج [illegible] جوڑیاں فتح کر لیا اور پھر آگے کی طرف پیش قدمی [illegible] شیل لگنے سے شہید ہو گئے۔ ایک خط میں وہ لکھتے ہیں۔

"یہاں سوال زندگی یا موت کا نہیں بلکہ شجاعت و پامردی کے ساتھ لڑنے اور فتح حاصل کرنے کا ہے۔ خدا مجھے اور میرے ساتھیوں کو کامران و سرفرو رکھے تاکہ میں فخر کے ساتھ سر اونچا کر کے چل سکوں"۔

قاضی مسعود احمد صاحب نے کہا کہ ان کے شہید بھائی فطرتاً بہادر اور مثالی سپاہی تھے اور وطن عزیز پر نثار کرنے کو ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اس کی تصدیق مرحوم

"میجر قاضی بشیر احمد شہید
خدا کی قسم ہم ہندوؤں کو وہ سبق سکھائیں گے کہ ان کی آنے والی نسلیں بھی یاد رکھیں گی"۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قاضی بشیر احمد شہید نے تحریک پاکستان میں سرگرم حصہ لیا تھا۔ مسلم لیگ نیشنل گارڈز کے پرجوش رکن تھے۔ قائد اعظم کے ساتھ ان کو حد درجہ عقیدت تھی۔ جب بھی ان کا ذکر آتا۔ جذبات کی شدت سے ان کی آنکھیں نم ہو جاتیں اور آواز رندھ جاتی۔ فوج میں بھرتی ہونے کے بعد وطن عزیز پاکستان کی سالمیت و آزادی کا تحفظ ان کا واحد نصب العین بن گیا تھا۔ جب انہیں محاذ پر جانے کا حکم ملا تو وہ یوں مسرور نظر آتے تھے جیسے ان کی ایک دیرینہ آرزو پوری ہو گئی ہے۔ ایک خط میں انہوں نے لکھا۔

"محاذ جنگ پر میری موجودگی میرے لئے فخر کا باعث ہے اور آپ کے لئے موجب مسرت۔ خدا کے فضل سے ہم ہندوؤں کو وہ سبق سکھائیں گے کہ ان کی آنے والی نسلیں بھی اسے یاد رکھیں گی"۔

اور انہوں نے اپنا کہا پورا کر کے دکھا دیا۔ جوڑیاں کے محاذ کی تفصیلات و ہندوستانی فوج کی ذلت آمیز پسپائی کا حال اخباروں میں چھپ چکا ہے۔ واقعی بشیر شہید اور ان کے فدا کار ساتھیوں نے ہندوؤں کو وہ

"مشرق" [illegible]

Digitized By Khilafat Library Rabwah

قریب پہنچے تو اچانک ہندوستانی توپوں نے آگ اگلنا شروع کردی۔ چاروں طرف سے ان پر گولیاں اور گولے برسنے شروع ہوگئے۔ مگر چاروں ہوا باز بے دھڑک آگے بڑھتے جارہے تھے۔ منیرالدین جب راڈار کو نشانہ بنارہے تھے تو ایک گولہ ان کے جہاز کو آلگا۔ اس طرح یہ بہادر پائیلٹ وطن پر قربان ہوگیا۔

آغا اشرف نے اپنی کتاب "ہمارے غازی ہمارے شہید" میں "خلیفہ منیرالدین کے حالات زندگی اور کارنامے" ناقابلِ تقلید ہواباز کے عنوان سے شائع کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

"گورداسپور کا ۳۶ سالہ منیر بڑا ذہین اور نڈر ہواباز تھا۔ ہماری ائرفورس میں وہ بڑی مقبول اور ہر دلعزیز شخصیت کا مالک تھا.... اس کے جوہر فضائے آسمانی پر کھلتے اور یوں لگتا گویا وہ صرف ہوابازی اور فضائی جنگ کے سہارے زندہ ہے۔ اس کی ساری زندگی کا محور یہی ہے۔ ہوابازی کے بغیر اس کی زندگی کا کوئی مفہوم نہ تھا۔ ۴ ستمبر کو اس نے چھمب سیکٹر میں دشمن کے متعدد ٹینک اور گاڑیاں تباہ کرنے کے مشن میں حصہ لیا۔ اس کے بعد اس نے تقریباً ہر روز جنگی کاروائی میں حصہ لیا۔ ۱۱ ستمبر کو اس نے سب سے بڑی قربانی دی"۔

سکواڈرن لیڈر منیرالدین کو انتہائی کٹھن مرحلہ پر عزم و حوصلہ کا مظاہرہ کرنے اور فرائض کو جانفشانی سے سرانجام دینے پر ستارہ جرات کا اعزاز دیا گیا۔

ایک اور جانباز احمدی فلائنگ آفیسر محمد شمس الحق دسمبر ۱۹۷۱ء کو ڈھاکہ مشرقی پاکستان میں بھارتی حملہ آور طیاروں کا مقابلہ کرتے ہوئے وطن پر قربان ہوگئے۔ آپ اپنے سکواڈرن کے سب سے کم عمر اور کم تجربہ رکھنے والے ہواباز تھے۔ اس کے باوجود آپ نے پاک بھارت جنگ میں پاک فضائیہ کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے دشمن کے طیاروں کا مقابلہ کیا اور ڈھاکہ ائرپورٹ پر بھارتی طیاروں کو بمباری کرنے کا موقع نہ دیا۔ آپ نے اس موقع پر بے مثال مہارت جذبے اور جرات کا مظاہرہ کیا۔ پاک فضائیہ کی تاریخ میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:-

"سکواڈرن کے سب سے نوخیز اور کم تجربہ کار ہواباز ہونے کے باوجود فلائنگ آفیسر محمد شمس الحق نے دوران جنگ مثالی جرات اور مہارت پرواز کا مظاہرہ کیا۔ ۴ دسمبر ۱۹۷۱ء کو انہیں ڈھاکہ مستقر پر حملہ آور ۴ ایس یو ۷ طیاروں کے خلاف مزاحمتی کاروائی کے احکامات ملے۔ جونہی وہ فضا میں بلند ہوئے بھارتی فارمیشن پر میزائلوں کی بوچھاڑ کردی۔ مگر وہ انتہائی تحمل کے ساتھ کم رفتاری سے حملہ آور طیاروں پر جالپکے...... بعد میں ایک اور جھڑپ کے دوران انہوں نے ایک ایس یو ۷ کو مار گرایا۔ اسی اثناء میں چار ہنٹر بھی لڑائی میں شریک ہوگئے۔ فلائنگ آفیسر شمس الحق بلا تامل ہنٹر طیاروں پر پل پڑے اور ان میں سے دو کا کام تمام کردیا۔ اس کے بعد دشمن کے چار مگ طیاروں نے ان پر ہلہ بول دیا۔ تاہم اپنی منصوبہ بندی اور طیارے کے بہتر استعمال کے ذریعے انہوں نے دشمن کے اس حملے کو بھی ناکام بنادیا۔ چنانچہ انتہائی نامساعد حالات میں مثالی جرات اور شاندار مہارت کے مظاہرے پر فلائنگ آفیسر محمد شمس الحق کو ستارہ جرات عطا کیا گیا"۔

(پاک فضائیہ کی تاریخ: صفحہ ۲۸۲)

لیفٹیننٹ ممتاز انور ستارہ جرات ۱۴ سال کی عمر میں نیوی میں تربیت کے لئے منتخب ہوئے تھے۔ انہیں ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بہادری اور جرات کے جوہر دکھانے کا موقع ملا۔ جب مارچ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں بغاوت ہوئی تو وطن کی سرحدوں کے دفاع کے لئے اپنی رخصت ختم کرکے حاضر ہوگئے۔ آپ کو ملک کے دفاع کے لئے مشرقی پاکستان بھجوایا گیا۔ جہاں دشمن نے بحری ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ لیفٹیننٹ ممتاز انور نے انتہائی جرات اور جانفشانی سے خدمات سرانجام دیں جو سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

۴ اگست ۱۹۷۱ء کو پاکستان نیوی کا جہاز "بدر" سمندری طوفان میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے کی وجہ سے تیز چلنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اس پر ہندوستانی حملے کا خطرہ بہت بڑھ گیا تھا۔ اس نازک اور اہم مرحلہ پر ممتاز انور نے بے مثال جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہاز کے انجن کا کنٹرول خود سنبھال لیا اور پانچ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بحری جہاز کو انتہائی خفیہ طور پر منزل مقصود کی طرف بڑھانا شروع کردیا اور تین دن اور تین رات تک مسلسل کھڑے رہ کر جہاز کو اس خطرے سے نکال لائے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

۱۹۷۱ء کی جنگ میں آپ خیبر جہاز پر بطور چیف انجنیئر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران سب میرین کو ڈھونڈتے ہوئے خیبر جہاز کو میزائلوں کا نشانہ بنالیا گیا۔ انجن روم میں آگ لگنے کی وجہ سے کیپٹن نے جہاز خالی کرنے کا حکم دیا لیکن آپ آخر دم تک اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے اور اپنی جان قربان کردی۔ آپ بے مثال بہادری اور شجاعت کے نتیجہ میں آپ کو ستارہ جرات کے اعزاز سے نوازا گیا۔

لیفٹیننٹ کرنل بشارت احمد تمغہ امتیاز دسمبر ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ۱۳ آزاد کشمیر بٹالین کی کمانڈ کر رہے تھے۔ پاکستانی فوج تیزی سے چھمب کی طرف بڑھ رہی تھی اور بڑی بے جگری سے مقابلہ کر رہی تھی۔ کرنل بشارت اور ان کے طوفانی دستے اس تیزی سے آگے بڑھے کہ ان کا اپنے ہیڈکوارٹر سے رابطہ منقطع ہوگیا۔ بھارتی فوجیوں نے انہیں پوری طرح نرغے میں لے لیا اور گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔ ان میں سے اکثر وطن پر نثار ہوگئے اور کچھ زخمی ہوگئے۔ میجر عباس، کیپٹن شریف، کرنل بشارت اور دوسرے سپاہیوں کو ہندوستانی فوجیوں نے قیدی بنالیا اور انہیں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔

یہ بہادر فوجی اپنے پیارے وطن کا دفاع کرتے ہوئے دشمن کے قبضے میں چلا گیا تھا۔ زخمی قیدیوں کے تبادلے میں ۲۲ فروری ۱۹۷۲ء کو واپس پاکستان آگیا۔ ان کی بہادری اور جرات کے صلے میں انہیں تمغہ امتیاز سے نوازا گیا۔

امروز
لاہور اور ملتان سے بیک وقت شائع ہونے والا اردو روزنامہ
بدھ ۲۲ دسمبر ۱۹۷۱ء ۳ ذیقعد ۱۳۹۱ھ، ۱۰ پوہ ۲۰۲۸ب، جلد ۲۴ نمبر ۲۵۴ ٹیلیفون نمبر ۴۱ قیمت ۲۵ پیسے

## میجر جنرل افتخار شہید کے لیے ہلال جرأت

### وہ چھمب کے محاذ پر حملے میں ہراول کی قیادت کرتے رہے

راولپنڈی ۲۱ دسمبر (پ پ ا) صدر بھٹو نے میجر جنرل افتخار خان شہید کو چھمب کے محاذ پر حالیہ جنگ میں بے مثال جرأت و شجاعت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے پر ہلال جرأت کا اعزاز دیا ہے اس سے پہلے بھی وہ نمایاں خدمت کے عوض ہلال جرأت ستارہ پاکستان اور ستارہ قائد اعظم حاصل کر چکے ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں رن کچھ کی لڑائی کے دوران انہوں نے بہادرانہ کارنامے انجام دیئے۔ ایک بریگیڈ کمانڈر کی حیثیت سے انہوں نے بیار بیٹ پر قبضہ کرلیا جہاں بھارتی فوج نے بڑے مضبوط مورچے بنا رکھے تھے بیار بیٹ کی جنگ میں انہوں نے جس اعلیٰ قیادت جرأت اور شاندار جنگی منصوبہ بندی کا مظاہرہ کیا اس پر انہیں ہلال جرأت کا اعزاز دیا گیا۔

چھمب کی لڑائی میں انہوں نے اپنے ڈویژن کی قیادت کی جہاں بھارتی فوجیوں نے مضبوط ترین مورچے اور ٹینکوں کو چھپانے کے لئے خاص پناہ گاہیں بنا رکھی تھیں میجر جنرل افتخار نے دشمن کے مضبوط مورچوں کی پرواہ کرتے ہوئے اپنے فوجیوں کے ہراول دستوں کی قیادت کی اور میدان جنگ میں اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے بے مثال عزم اور جرأت کا مظاہرہ کیا اور چھمب کو فتح کرلیا۔ دس دسمبر ۱۹۷۱ء کو وہ ایک ہیلی کاپٹر میں اگلے مورچوں پر پرواز کر رہے تھے کہ ان کا طیارہ گر کر تباہ ہوگیا اور وہ شہید ہوگئے۔

امروز ۲۲ دسمبر ۱۹۷۱ء

راولپنڈی ۷ ستمبر۔ پاکستانی فوج کے بارہویں ڈویژن کے کمانڈر میجر جنرل اختر حسین ملک کو ہندوستانی جارحیت کے مقابلہ میں ان کی شاندار خدمات کے عوض ہلال جرأت دیا گیا ہے۔ یہ میدان جنگ میں نمایاں بہادری دکھانے کے سلسلہ میں پاکستان کا دوسرا سب سے بڑا اعزاز ہے۔

کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ نے میجر جنرل اختر حسین ملک کو اس اعزاز پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا ہے کہ میں آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے بڑی مسرت محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے آزاد کشمیر کی فوجوں کی حمایت اور پاکستان کی علاقائی سالمیت کے تحفظ کے لیے جو شاندار خدمات انجام دی ہیں ان پر صدر پاکستان نے آپ کو ہلال جرأت عطا کیا ہے۔ میری طرف سے اس اعزاز پر مبارکباد قبول فرمائیں۔

امروز لاہور 8 ستمبر 1965

## شاندار خدمات پر میجر جنرل اختر حسین ملک کو ہلال جرأت

Digitized By Khilafat Library Rabwah

**Qudrat-Ullah Chaudhry**

&

**Muzaffar Ahmad Chaudhry**

QUALITY YARN & GREY CLOTH TRADERS

# NAIMAT CORPORATION

2-Al Hamd Centre,
Yarn Market, Montgomery Bazar,
Faisalabad - Pakistan

Ph: 041-616642, 636642
Fax: 92-41-636643
Mobile: 0341-362629
0341-362429

خریداران و ایجنٹ حضرات مطلع رہیں کہ ماہنامہ "خالد" ربوہ کا "گولڈن جوبلی پاکستان نمبر" ماہ جولائی و اگست کے شمارہ پر مشتمل ہے

رابطہ آفس : دفتر ماہنامہ "خالد" دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

قیمت پرچہ ہذا : ۱۲ روپے ❖ سالانہ : -/۶۰ روپے ❖ مینجر : مبارک احمد خالد

پبلشر : مبارک احمد خالد ❖ پرنٹر : قاضی منیر احمد ❖ مطبع : ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

## سابق چیف آف ائیر سٹاف ۔ ائیر مارشل (ر)

# مکرم و محترم ظفر چوہدری صاحب

# سے ایک انٹرویو

(مکرم شمشاد احمد قمر صاحب ۔ مکرم مبشر مجید باجوہ صاحب)

1945ء کے موسم خزاں میں جب میں پشاور میں متعین تھا تو خبر ملی کہ قائد اعظم پشاور آ رہے ہیں۔ اس خبر نے ہندوستانی افسروں میں کچھ ہلچل مچادی اور ہندو اور مسلم افسروں کے درمیان بحث مباحثہ ہونے لگا جس میں کبھی ترشی کا رنگ بھی آ جاتا۔ قائد اعظم کی آمد سے ایک دن قبل ایسی ہی بحث کے دوران ایک بنگالی ہندو پائلٹ بنام بھاسکرن دت نے انتہائی غصے میں کہا کہ کل اس کا جہاز اسلحہ سے لیس ہو گا اور وہ قائد اعظم کے جہاز کو مار گرائے گا۔ قائد اعظم انڈین نیشنل ائرویز کے جہاز میں دہلی سے آ رہے تھے اور اس جہاز کو دوپہر سے کچھ قبل لینڈ کرنا تھا۔ (اس جہاز میں کوئی چودہ' پندرہ مسافروں کی جگہ ہوتی تھی) دت کی بات سنکر مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے فوراً جواب دیا کہ کل پرواز کے دوران میں تمہارے ساتھ چمٹا رہوں گا اور جونہی تم نے قائد اعظم کے جہاز کا رخ کیا پیشتر اس کے کہ تم اسے چھو سکو' میں تمہیں مار گراؤں گا۔ ہم ان دنوں Spitfire جہاز اڑاتے تھے جس میں صرف پائلٹ بیٹھتا ہے اور ہمارے جہازوں کی بندوقیں گولیوں سے بھری رہتی تھیں۔

اگلے دن میں نے دت کے پیچھے پیچھے ٹیک آف کیا اور تمام وقت اس کے ساتھ ساتھ رہا کہ دیکھوں کہ اس کی کیا نیت ہے۔ قائد اعظم کا جہاز ہمیں دور سے نظر آیا لیکن دت نے اس کی طرف رخ نہ کیا۔ اس طرح اس کی دھمکی ایک خالی تعلی ثابت ہوئی اور شکر ہے کہ قائد اعظم کا جہاز حفاظت سے لینڈ کر گیا۔ اس واقعہ سے بھی اس نظریئے کو تقویت ملتی ہے کہ پاکستان بننے کا اصل محرک ہندو لیڈروں اور کچھ دوسرے عناصر کا شدید متعصبانہ رویہ اور ان کی ہٹ دھرمی تھی۔

اسی روز شام کو قائد اعظم نے اسلامیہ کالج میں ایک جلسہ سے خطاب کیا۔ اکثر مسلمان افسروں نے بھی اس جلسہ میں شرکت کی' اس لئے نہیں کہ وہ سیاست میں حصہ لینے کے خواہشمند تھے بلکہ صرف ایک عظیم قومی لیڈر کے احترام اور عقیدت کے نشان کے طور پر۔ قائد اعظم کی تقریر کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ انہوں نے انگریزوں سے یہ منوالیا ہے کہ صرف اس وقت ہندوستان چھوڑ کر جائیں گے جب کوئی ایسا حل تلاش کر لیا جائے گا جو کہ مسلم لیگ کو بھی قبول ہو گا۔

سوال:۔ سب سے پہلے تو اپنے مختصر حالات زندگی بیان فرمادیجئے؟ جواب:۔ جی میں سیالکوٹ میں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوا۔ میرے والد

Digitized By Khilafat Library Rabwah

صاحب سرکاری ملازم (جج) تھے۔ میٹرک کا امتحان میں نے دلی سے پاس کیا۔ اس کے جلد بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور یہاں سے بی۔ اے کیا۔ ۱۹۴۴ء میں میں انڈین ایئرفورس میں شامل ہو گیا۔ اور تقسیم کے وقت پاکستان آگیا۔ (تقسیم کے بعد جب فوجی اساسوں کی تقسیم ہوئی) اور پھر مختلف جگہوں پر رہا۔ اور بالآخر ۱۹۷۴ء میں میں حکومت سے کچھ اختلافات کے باعث ریٹائر ہو گیا اس وقت میں ائرفورس کا چیف تھا۔ تو مختصر حالات زندگی تو یہ ہیں۔

سوال:۔ آپ نے فرمایا کہ آپ نے ۱۹۴۴ء میں ائرفورس کو جائن کیا اور ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا۔ تو قیام پاکستان کے وقت پاکستان کی جو فوجی پوزیشن تھی وہ کیسی تھی اور اس کے بعد ہم نے کس حد تک ترقی کی اور اس میں احمدیوں کا کیا کردار رہا ہے؟

جواب:۔ تبدیلی جو بری فوج میں' ائرفورس میں اور نیوی میں آئی ہے اس میں تو یہ ہے کہ تعداد کے لحاظ سے اور Equipment کے لحاظ سے' جنگی سامان کے لحاظ سے بہت ترقی ہوئی ہے اس میں تو کوئی شک نہیں۔ اور یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ جو ہم خرچ کرتے ہیں افواج پر وہ جو ہم پارٹیشن کے وقت کرتے تھے اس سے سو گنا سے بھی زیادہ ہے۔ اس بات پر مزید غور ہونا چاہئے لیکن اصل میں جو ٹریجڈی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان ادھر اپنی فوج بڑھاتا ہے تو ہم بھی بڑھا لیتے ہیں۔ پھر وہ اور بڑھاتا ہے تو ہم بھی اور بڑھا لیتے ہیں اور یہ رسہ کشی جاری ہے۔ ان کی فوج بھی بہت بڑی ہو گئی اور انکی Equipment بھی بہت زیادہ مہنگی ہو گئی۔ لیکن ہماری اور انکی طاقت کا تناسب جو ہے وہ وہی ہے جو تقسیم ہند کے وقت میں تھا۔ تو یہ غلطی ہے ہماری بھی اور ان کی بھی۔ اگر ہم کہتے کہ بھئی فوج اتنی رکھو جتنی اس وقت ہے تو تناسب وہی رہتا۔ اس طرح آپ کو ہندوستان کا زیادہ ڈر نہ ہوتا کیونکہ تناسب تو وہی رہتا اور نہ ان کو ہم سے کوئی خوف ہوتا تو کوئی ایسا معاہدہ ہو جاتا Understanding ہو جاتی تو اس سے فوج کا خرچ کم ہو جاتا لیکن ہم یہ نہیں کر پائے۔ اگر ہم ماضی میں یہ نہیں کر پائے تو آئندہ میری نظر میں ضرور کرنا چاہئے۔ کیونکہ پاکستان کی جو معاشی حالت ہے جو غربت ہے خاص طور پر جو تعلیم کی حالت ہے اور جو صحت کی سہولتوں کی کمی ہے ان کو دور کرنا بہت لازم ہے کیونکہ کوئی ملک تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا۔ تو اگر ہمارا اتنا ہی خرچ رہا جو قرضوں کی ادائیگی پہ صرف ہو رہا ہے اور جو فوج پہ خرچ ہو رہا ہے یہ اتنا ہی رہا تو آئندہ ہماری ترقی کی راہیں مسدود ہوتی چلی جائیں گی۔ اس لئے ہندوستان سے بیٹھ کر بات کرنی چاہئے کہ بھئی جو ہمارے تنازعے ہیں وہ اپنی جگہ ہیں۔ ان کا بھی تصفیہ ہونا چاہئے ان کو بھی Settle کرنا چاہئے۔ خاص طور پر کشمیر کا معاملہ۔ لیکن یہ کہاں کی عقل کی بات ہے کہ آپ بھی خرچ بڑھاتے جائیں اور ہم بھی بڑھاتے جائیں اور اس کا نتیجہ صفر ہے۔ تناسب وہی ہے جو شروع میں تھا تو یہ بات غور طلب ہے۔

پھر آپ نے احمدیوں کی Participation کے متعلق پوچھا تو جس طرح باقی شہری اور باقی لوگ فوج میں شامل ہوتے ہیں اور ائرفورس میں شامل ہوتے ہیں اسی طرح احمدی بھی شامل ہوتے رہے لیکن ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ ۷۴ء کے بعد ہم نے احمدیوں کے ساتھ زیادتی کرنی شروع کر دی۔ فوج میں بھی اور دوسری سروسز میں بھی اور تعلیمی اداروں میں بھی اور باقی آپ کو سب پتہ ہی ہے۔ اور یہ ظلم جو ہے جنرل ضیاء الحق صاحب کے عہد میں انتہاء تک پہنچ گیا۔ Written تحریری آرڈرز تو نہیں دیئے گئے لیکن زبانی کہہ دیا گیا کہ احمدیوں کو ایک خاص حد سے زیادہ ترقی نہیں دینی اور جو اچھی جگہیں ہیں کمانڈ کی خاص طور پر پوسٹیں جو ہیں وہ ان کو نہیں دینی۔ یعنی کہ وہ بددل ہو جائیں اور پھر خود ہی چھوڑ جائیں اور ایسا ہوا بھی۔ ہمارے بہت سے لوگ تنگ آ کے فوج اور ائرفورس چھوڑ گئے۔ حالانکہ دیکھئے کہ ہماری ہندوستان سے ۶۵ء میں جنگ ہوئی اس میں رن آف کچھ میں جو ہمیں فتح حاصل ہوئی اور اس میں International Observers ہیں انہوں نے بھی کہا کہ
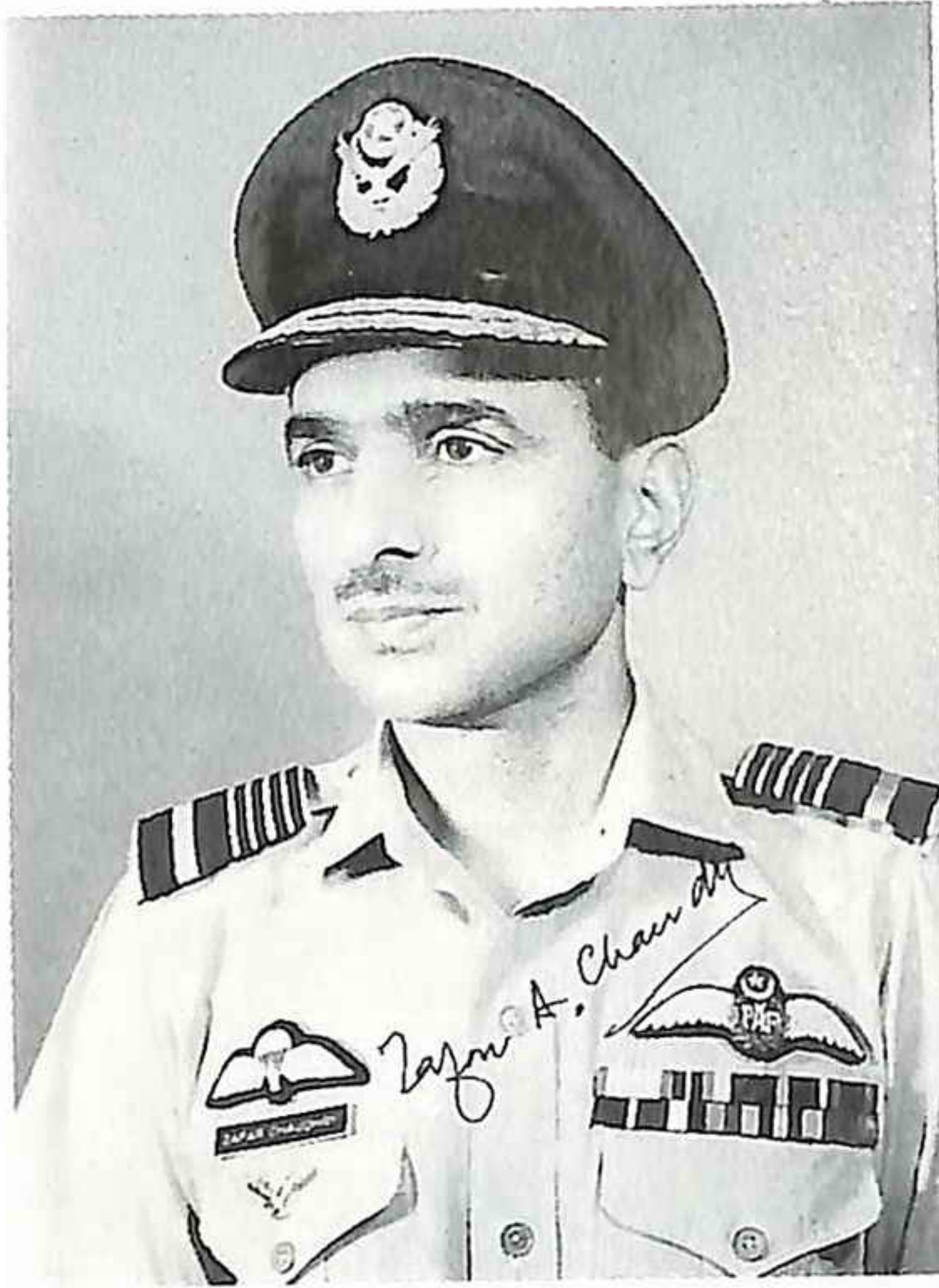
Digitized By Khilafat Library Rabwah

محترم پروفیسر ڈاکٹر عبد السّلام صاحب

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب دَرد

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

Digitized By Khilafat Library Rabwah

پاکستان نے ہندوستان کو defeat کیا اس لڑائی میں۔ اگرچہ وہ ایک وسیع جنگ نہیں تھی لیکن بہرحال جنگ تھی۔ تو اس کی فتح کا سہرا ایک احمدی کے سر ہے یعنی بریگیڈئر افتخار جنجوعہ صاحب۔ اس وقت وہ بریگیڈئر تھے۔ ان کی بریگیڈ نے ہندوستان کو شکست دی۔ احمدیوں کا کردار تو شروع سے ہی چلا آیا ہے اور اس کے بعد جنجوعہ صاحب جنرل ہو گئے اور پھر ۷۱ء کی جنگ میں ایک واحد جنرل تھے جنہوں نے ملک کی خاطر جان قربان کی وہ جنرل افتخار جنجوعہ صاحب تھے۔ ان کو دو مرتبہ دوسرا سب سے بڑا اعزاز "ہلال جرات" دیا گیا۔ پہلے ۶۵ء میں بھی دیا گیا تھا اور پھر ۷۱ء میں بھی دیا گیا۔ ۶۵ء کی جنگ میں سب سے بڑی فتح تو چھمب جوڑیاں میں ہوئی۔ اس محاذ کے کمانڈر معلوم ہی ہے ہمارے جنرل اختر حسین ملک صاحب تھے۔ بہت ہی اعلیٰ کمانڈر سمجھے جاتے تھے۔ میں فوج میں کبھی کسی آدمی کو نہیں ملا جس نے ان کے ساتھ کام کیا ہو یا ان کے ماتحت کام کیا ہو اور وہ ان کی بے حد تعریف نہ کرتا ہو۔ باوجود تعصب کے۔ وہ واقعی بہت بڑے جرنیل تھے اس میں کوئی شک نہیں اور پھر ان کے بھائی جنرل عبدالعلی ملک صاحب پہلے وہ بریگیڈیر تھے۔ ۶۵ء میں، ۷۱ء میں پھر وہ جنرل ہو گئے اور دونوں جنگوں میں انہوں نے بہت بہادری کا مظاہرہ کیا اور "ہلال جرات" بھی ملا دونوں بھائیوں کو۔ اس طرح اور بہت سے احمدی ہیں۔ بری فوج میں بھی تھے اور ائرفورس میں بھی تھے مثلاً خلیفہ منیر الدین نے ۶۵ء کی جنگ میں ملک پہ جان قربان کی۔ احمدی کسی سے پیچھے نہیں تھے دوسروں سے آگے ہی تھے۔ ہمارے خلاف صرف پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ احمدی اتنے ہی وفادار اتنے ہی Loyal اور اتنے ہی قربانی دینے والے تھے جتنے کہ دوسرے لوگ بلکہ دوسروں سے زیادہ ہی تھے کم نہیں تھے۔

**سوال:۔** اس ساری پروفیشنل لائف میں آپ کا کوئی ایسا واقعہ جو آپ قابل ذکر سمجھتے ہوں۔

**جواب:۔** واقعات تو بہت سے ہیں جنگ کے دوران کے بھی واقعات ہیں۔ میں کچھ عرصہ .P.I.A میں بھی رہا ہوں۔ جب ۷۱ء کی جنگ ہوئی ہے تو اس وقت میں ائرفورس کی ڈیوٹی پر نہیں تھا۔ اس وقت مجھے پی آئی اے میں بھیجا گیا تھا۔ جون ۷۱ء میں میں PIA میں چلا گیا اور مارچ ۷۲ء تک PIA میں رہا۔ تو ۷۱ء کی جنگ میں میں ائرفورس میں نہیں تھا لیکن بہرحال میرا رابطہ تو ائرفورس سے رہتا تھا۔ مجھے علم ہے کہ جنگ میں کیا ہوا لیکن اس کے بجائے میں یہ بتانا چاہوں گا کہ تقسیم کے بعد سے اب تک کیا تبدیلی آئی۔ جیسا کہ آپ نے پہلے سوال کیا ہے۔ تو ایک بات تو یہ ہے کہ اس وقت جذبہ بہت تھا جو کئی سال برقرار رہا۔ ایک تو قدرتی بات تھی کہ نیا ملک تھا۔ لیکن ایک بڑی وجہ یہ تھی خاص طور پر ائرفورس میں اور فوج میں بھی کہ ہماری لیڈر شپ بہت اچھی تھی۔ لوگ بالکل صاف ستھرے تھے ان کا کردار بلند تھا وہ کسی سے زیادتی نہیں کرتے تھے اور پروفیشنل لوگ تھے۔ انہوں نے بہت اچھی روایات قائم کیں اور ہمارے لئے نمونہ قائم کیا اور اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ ۶۵ء تک ہمارا کردار بھی بہت اچھا رہا۔ آہستہ آہستہ وہ جذبہ کمزور ہوتا چلا گیا۔ ہمارا سازو سامان تو بڑھ گیا اور طاقت (کم از کم مفروضی طاقت) تو زیادہ ہو گئی۔ لیکن اسلحہ خود بخود تو نہیں کام کر سکتا اس کیلئے بہرحال انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کو پوری ٹریننگ ملے اور جن میں پورا جذبہ ہو وہی کام کر سکتے ہیں۔ صرف جذبہ بھی کافی نہیں اور صرف ٹریننگ بھی کافی نہیں دونوں چیزیں ہونی چاہئیں اور پھر ٹھیک قسم کی لیڈر شپ ہونی چاہئے۔ تو اس وقت یہ چیز زیادہ تھی اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ یہ چیز کم ہو گئی ہے جو ہمارے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے ملک میں آپ دیکھتے ہی ہیں کہ تقسیم کی طرف رجحان ہے اور خاص طور پر جنرل ضیاء الحق کے دور سے ہم ہر شعبے میں تقسیم ہی ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ لسانی تقسیم ہے، فرقہ وارانہ تقسیم ہے، پھر یہ جسے ہماری Ethnic تقسیم کہا جاتا ہے۔ جغرافیائی تقسیم ہے اس کیطرف زیادہ زور ہے اور یکجہتی کی طرف توجہ کم ہے۔ منہ سے باتیں تو ہم بہت کرتے ہیں لیکن

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اس پہ عمل نہیں ہے۔

**سوال:۔** آپ کی ریٹائرمنٹ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ حکومت سے اختلاف کیوجہ سے ہوئی تھی۔ اس پر آپ کچھ روشنی ڈالیں گے کہ اختلاف کیا تھا؟

**جواب:۔** جی میں کچھ مختصراً بتا دیتا ہوں آپ کو یاد ہو گا کہ بھٹو صاحب کے دور میں ایک Consipiracy (سازش) ہوئی تھی۔ جس کے نتیجے میں فوج میں کورٹ مارشل ہوئے تھے۔ کچھ لوگوں کو اس میں سزا ہوئی تھی اور کچھ لوگوں کے بارے میں گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کو ریٹائر کر دیا جائے۔ یہ سفارش تو ائرفورس نے کی تھی لیکن فیصلہ گورنمنٹ نے کیا۔ ائرفورس کو خود اختیار نہیں ہے اس طرح ریٹائر کرنے کا تو حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کو ریٹائر کر دیا جائے جس سے مجھے مکمل اتفاق تھا۔ اور یوں اس فیصلے پر عملدرآمد ہو گیا۔ پھر اسلامک سمٹ (کانفرنس) ہوا لاہور میں ۱۹۷۴ء میں اور اس کے فوراً بعد گورنمنٹ نے کہا کہ ہم اس فیصلہ پر نظر ثانی کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت تو مجھے علم نہیں تھا کہ کیا بات ہے۔ مجھے یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی کیونکہ اس کیس کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد حکومت نے یہ فیصلہ کیا اور اب یہ اس پہ نظر ثانی کر رہے ہیں۔ بھٹو صاحب نے مجھے کہا کہ ان میں سے کچھ آدمیوں کو ہم واپس لینا چاہتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ یہ تو بہت عجیب بات ہے۔ اگر تو وہ فیصلہ جو ہم نے کیا تھا وہ غلط تھا تو پھر سب کو واپس لینا چاہئے۔ اگرچہ مجھے اس سے (بھی) اتفاق نہیں تھا کہ ان کو واپس لینا چاہئے۔ لیکن اصول کی بات تو یہ ہے اور اگر وہ فیصلہ صحیح تھا تو پھر کسی کو بھی واپس نہیں لیا جانا چاہئے۔ تو انہوں نے کہا کہ بھئی میں سیاسی آدمی ہوں۔ دیکھئے ناں! کوئی سیاسی دباؤ بھی ہوتا ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے آپ سیاسی آدمی ہیں۔ لیکن میں سیاسی آدمی نہیں ہوں۔ میرے نزدیک بات صحیح ہے یا غلط اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ صریحاً غلط ہے اور میں اس میں شامل نہیں ہو سکتا آپ کے ساتھ۔ تو اگر آپ یہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ آپ حاکم ہیں لیکن یہ کرنے سے پہلے مجھے فارغ کر دیں کیونکہ میں اس میں شامل نہیں ہو سکتا۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا آپ کو واقعی اس پر اتنا اصرار ہے اور آپ اتنا Seriously (سنجیدگی سے) اس بات کو لیتے ہیں؟

Do you feel so strongly about it? میں نے کہا جی بالکل۔ کیونکہ یہ اصول کی بات ہے اور اگر میں اس غلط کام میں شامل ہو گیا تو میرا نفس مجھے ملامت کرے گا۔ اس لئے میں اس میں آپ کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ تو میں اس پر ریٹائر ہو گیا۔ لیکن بعد کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہانہ بنایا گیا تھا۔ اصل میں اسلامک سمٹ (کانفرنس) کے دوران کچھ اور فیصلہ ہو چکا تھا اس لئے ان کو یہ سوٹ (Suit) کرتا تھا کہ لوگوں میں احمدیوں اور جماعت احمدیہ کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے میں اس بات سے مدد ملے گی کہ میری ریٹائرمنٹ کے بعد میرے خلاف کچھ الزامات لگائے جائیں کہ اس نے یہ کام غلط کیا وہ غلط کیا کیونکہ اگر میں ائرفورس میں رہتا تو پھر تو میرے خلاف الزام لگانے مشکل ہوتے۔ یعنی یہ حالات پیدا کر کے مجھے کونے میں دھکیل دیا جائے جہاں میں خود کہوں کہ مجھے ریٹائر کر دیا جائے یہ تو ان کی مہربانی تھی ورنہ وہ چاہتے تو مجھے ڈس مس (Dismiss) بھی کر سکتے تھے۔ میں نے کہا خیر۔ پھر انہوں نے مجھ پر الزام لگائے کہ ان لوگوں کو بغیر اتھارٹی کے ریٹائر کر دیا گیا تھا۔ یہ تو بالکل جھوٹ اور فریب تھا۔ بات ہی بالکل غلط تھی لیکن اس سے لوگوں کے ذہنوں میں اس بات کو راسخ کرنے میں مدد ملی کہ احمدی لوگ گڑبڑ بھی کرتے ہیں جو بالکل غلط اور فریب تھا۔ اس وقت تو ہمیں معلوم نہیں تھا یہ تو بعد میں پتہ چلا کہ یہ ساری سکیم بنائی گئی تھی اور دراصل احمدیوں کے خلاف ایک موومنٹ چلانی تھی تاکہ جو کچھ انہوں نے ستمبر ۱۹۷۴ء میں جا کے کیا اس کیلئے راستہ ہموار کرنا تھا تو اس میں غالباً یہ بھی ایک شق تھی کہ شائد اس سے بھی کچھ مدد ملے گی۔ اس وقت تو مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔ لیکن میں خوش ہوں کہ میں نے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

خود ان سے کہا کہ میں جانا چاہتا ہوں۔

**سوال:۔** کشمیر تقسیم ہندوستان سے اب تک ایک بہت ہی اہم مسئلہ رہا ہے۔ اس مسئلہ کی اہمیت اور اس کے حل کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

**جواب:۔** کشمیر ضرور اہم ہے اور کشمیر کے مہاراجہ کو ہرگز یہ اختیار حاصل نہیں تھا کہ وہ ہندوستان سے الحاق کرتا۔ کیونکہ تقسیم ہندوستان کے وقت صاف طور پر یہ کہا گیا تھا کہ ریاستوں کے فرمانروا اپنے عوام سے رائے معلوم کر کے پھر فیصلہ کریں کہ انہوں نے ہندوستان میں شامل ہونا ہے یا پاکستان میں یہ معاملہ صرف پاکستان یا ہندوستان کا ہی نہیں ہے بلکہ معاملہ کشمیریوں کا ہے ان کا جو حق خود ارادیت ہے وہ ان سے چھینا نہیں جا سکتا یہ فیصلہ انہیں کرنا ہے اگر شروع میں تقسیم ہند کے فوراً بعد رائے شماری ہوتی تو سو فیصدی لوگ پاکستان کے حق میں ووٹ دیتے۔ اگر سو فیصدی نہیں تو اس کے قریب قریب۔ لیکن اب ہم نے جو پچھلے پچاس سال میں پاکستان کی گت بنا دی ہے اور بہت سے غلط باتیں جو اسلام کے نام پر یہاں رائج کر دی ہیں ان کو دیکھتے ہوئے اگر کشمیری آج یہ کہیں کہ اب ہم پاکستان کے ساتھ نہیں ملنا چاہتے ہم اپنا الگ ملک بنانا چاہتے ہیں تو آپ انہیں کیسے روک سکتے ہیں یہ میں نہیں کہتا کہ وہ یہ کہیں گے لیکن ممکن ہے کچھ عناصر ایسے ہیں جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ یہ تو قدرتی بات ہے کہ اگر ہمارا ملک ترقی کرے تو یقیناً وہ ہمارے ساتھ شامل ہونا پسند کریں گے۔ ہندوستان کے ساتھ تو بہرحال وہ شامل ہونا نہیں چاہتے۔ یہ بات تو ظاہر و باہر ہے ہندوستان نے تو پچھلے کئی سالوں میں انہیں مار مار کے ان کا برا حال کر دیا ہے پھر بھی وہ ان سے منوا نہیں سکے کہ وہ ہندوستان میں شامل ہونا چاہیں گے تو دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں یا تو وہ ہمارے ساتھ شامل ہوں اور اکثر حصہ کشمیر کا یہی چاہے گا۔ ممکن ہے کچھ چھوٹا موٹا حصہ ایسا بھی ہو (جہاں ہندو زیادہ ہیں) جو ہندوستان میں شامل ہونا چاہے لیکن اگر وہ اس بات پر مصر ہوں کہ صاحب ہم آپ کے ساتھ بھی شامل نہیں ہونا چاہتے اور ہندوستان کے ساتھ بھی نہیں تو پھر آپ ان کو کیسے روک سکتے ہیں۔ جہاں تک خود ارادیت کے حق کا تعلق ہے وہ تو بہرحال انہیں میسر ہونا چاہئے۔ اس کے بعد وہ جو فیصلہ کریں ہمیں تسلیم کرنا چاہئے۔ میرا خیال تو یہی ہے اور اگر ہمارے ملک کے حالات ٹھیک ہوں تو جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے یہ قدرتی بات ہے کہ وہ ہمارے ساتھ شامل ہونا پسند کریں گے۔ یہاں دیکھ لیجئے پاکستان میں کتنے کشمیری ہیں ان میں کوئی تفرقہ نہیں ہے وہ بالکل ہمارے بھائی ہیں پنجاب میں بھی ہیں اور دوسرے صوبوں میں بھی ہیں۔

**سوال:۔** کشمیر کی بات چلی ہے تو اسی حوالے سے ایک بات اور پوچھنا چاہوں گا۔ ایک بات تو واضح ہے اور مخالفین بھی جانتے ہیں کہ ہم نے ملکی قواعد و ضوابط کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھایا لیکن پھر بھی بعض لوگ محض تعصب سے یہ الزام لگاتے ہیں کہ احمدیوں نے جان بوجھ کر کشمیر کے مسئلے کو الجھایا ہے۔ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

**جواب:۔** اس سے بڑا جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ ہم تو پارٹیشن سے پہلے بھی کشمیر کی آزادی کیلئے کام کرتے رہے۔ میں ابھی بچہ تھا تو اس وقت (جماعت کیطرف سے) کشمیر فنڈ شروع کیا گیا اور پھر حضرت مصلح موعود کشمیر کمیٹی کے صدر رہے اور خود علامہ اقبال نے آپ کا نام تجویز کیا تھا۔ یہ سب باتیں تو تاریخ میں محفوظ ہیں۔ پھر چوہدری سر ظفراللہ خان صاحب نے کشمیر کیلئے جو United Nations میں خدمات انجام دی ہیں ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تو یہ تو جھوٹ اور فریب ہے۔ جتنا کام ہمارے سرکردہ لوگوں نے کشمیر کیلئے کیا دوسروں نے اتنا نہیں کیا۔ احمدیوں نے ہرگز کوئی مسئلہ نہیں الجھایا۔ احمدیوں سے مراد پوری جماعت نہیں بلکہ مراد وہی لوگ ہیں جن کو کوئی خاص ذمہ داری سونپی جائے۔ تو انہوں نے ہرگز ایسا کوئی کام نہیں کیا بلکہ ہمیشہ یہی کوشش کی کہ کشمیری پاکستان میں شامل ہوں وہ ہمارے بھائی ہیں شروع سے یہی صورت رہی۔ وہاں کی اکثر رعایا مسلمان ہے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہندو مہاراجہ وہاں ظلم کرتا تھا ہماری جماعت کی ان کے ساتھ شروع سے ہمدردی رہی ہے اس میں تو کوئی کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تو بالکل غلط اور جھوٹا الزام ہے۔ یہ تو ویسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ اتنے سو احمدی پائلٹ اسرائیل میں چلے گئے اور وہاں اسرائیل کیطرف سے لڑ رہے ہیں۔ جب میں ائرفورس میں تھا اس وقت بھی ایسی احمقانہ اور غلط باتیں کی جاتیں تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ احمدی اسرائیل سے ساتھ ملے ہوئے ہیں ان کے وہاں مشن قائم ہیں۔ حالانکہ یہ مشن اسرائیل کے قائم ہونے سے پہلے سے تھا۔ تو وہ مسلمان جو فلسطین میں رہتے تھے کیا وہ اسرائیل کے قیام کے بعد اسرائیل کو چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں؟۔ وہاں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان ہیں ان کا کوئی نام نہیں لیتا ہمارے جو چار آدمی ہیں ان کا نام لیتے ہیں کہ وہاں کیوں بیٹھے ہیں یہ تو بالکل فریب دینے والی بات ہے۔

**سوال:۔** ایک سوال میں آپ سے اور کرنا چاہوں گا کہ آپ نے ائرفورس سے ریٹائرمنٹ کے بعد Human Rights کو Join کیا۔ یہ دونوں پروفیشنز مختلف ہیں۔ اس شعبے میں آپ نے اپنے آپ کو کیسے ایڈجسٹ کیا ہے؟

**جواب:۔** جی ہاں بہت سے لوگ اس بات کو عجیب خیال کرتے ہیں میرے نزدیک تو یہ کوئی اتنی عجیب بات نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ دونوں شعبوں کے میزاج میں ذرا فرق ہے۔ دیکھئے! فوج میں بھی ایک قانون اور ضابطہ ہوتا ہے۔ آپ اس کی پوری پابندی کرتے ہیں۔ جنگ ہوتی ہے ٹھیک ہے اس میں آپ کو پوری اجازت ہوتی ہے کہ آپ دشمن کو ماریں۔ لیکن آپ کو یہ اجازت نہیں ہے کہ دشمن کے قیدیوں کو آپ قتل کردیں اس میں بھی ایک قانون اور ضابطہ ہوتا ہے جو کہ Internationaly accepted ہے اور آپ اس میں رہتے ہیں اور Peace time (امن کے زمانے) میں ہر فوج کا اپنا اپنا دستور اور ضابطہ ہوتا ہے اور آپ ضابطے کے مطابق رہتے ہیں۔ ٹھیک ہے عام شہری ضابطوں سے یہ ذرا سخت ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ ان کا ماحول اور ہے اور ان کا کام اور ہے انکو اپنی جان کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے اس لئے ان کا ڈسپلن جو ہے وہ عام لوگوں سے بہت بلند ہونا چاہئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے جو انسانی حقوق ہیں وہ بالکل نظرانداز ہو جاتے ہیں ہرگز نہیں۔ ان کے بال بچے بھی ویسے ہی بڑے ہوتے ہیں اور ان کو بھی وہی سہولتیں میسر ہوتی ہیں بلکہ ان کو خود کو بھی زندگی کی تمام سہولتیں مہیا ہوتی ہیں بلکہ ہمارے فوجیوں کے بچوں کو تو تعلیم کی زیادہ بہتر سہولتیں مہیا ہیں علاج معالجے کی بہتر سہولتیں مہیا ہیں اس طرح ان کے بھی بنیادی انسانی حقوق کی اپنے حلقے میں اور اپنے قوانین کے مطابق نگہداشت ہوتی ہے۔ دیکھئے انسانی حقوق کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں میں کوئی تفریق نہیں ہونی چاہئے۔ ہر آدمی ہر لحاظ سے برابر ہے بنیادی بات یہ ہے اب اس کی آگے بہت سی تشریحات ہیں اور شقیں ہیں لیکن اصل بنیادی بات یہ ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ سب انسان ہیں قطع نظر اس کے کہ ہمارا رنگ کیسا ہے، ہم کہاں پیدا ہوئے، ہمارا دین کیا ہے، مذہب کیا ہے عورت ہے یا مرد ہر ایک کے بنیادی انسانی حقوق برابر ہیں۔ اور اس میں کوئی تنگ نظری موجود نہیں۔ خاص طور پر اقلیتوں کا جہاں پہ سوال پیدا ہو جائے اور یہ تو ہمارے دین اور مذہب کا بھی حصہ ہے کہ ان کا خاص طور پہ خیال رکھنا چاہئے ان کو یہ احساس نہ ہو کہ ہم سے کوئی ناروا سلوک ہوتا ہے یا ہم اس معاشرے کے برابر کے فرد نہیں ہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے میں نے کسی کتاب میں پڑھا اور مجھے یہ بات بہت اچھی لگی کہ اصل میں تہذیب کا جو Touch Stone (اصلی معیار) ہے وہ یہ ہے کہ کوئی معاشرہ کمزور طبقوں کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو کہ Handicapped یعنی معذور ہیں کسی بھی لحاظ سے خواہ دماغی لحاظ سے یا جسمانی لحاظ سے ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے۔ اصل Touch Stone تہذیب کا یہ ہے۔ جس معاشرے میں ان لوگوں کا خاص طور پہ خیال رکھا جاتا ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ تہذیب یافتہ معاشرہ کہلائے گا ہمارے ہاں یہ کام

Digitized By Khilafat Library Rabwah

نہیں کیا جاتا۔ الاماشاء اللہ عام طور پر ہم سمجھتے ہیں کہ (اس میں استثنا بھی ہے) کہ اقلیتوں کو تو دبا ہی دینا چاہئے۔ یہ کیوں بولتے ہیں ملک تو ہمارا ہے۔ یہ کون ہوتے ہیں اور اگر ان کو ہماری بات پسند نہیں تو کہیں اور چلے جائیں۔ اس طرح کا Attitude بعض لوگوں میں ہے جو کہ بالکل غلط بات ہے اور دوسری بات آپ نے دیکھی ہوگی کہ جو معذور لوگ ہیں جن کی ذہنی یا جسمانی استعداد کسی لحاظ سے کم ہے۔ ہمارے معاشرے میں ان کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ مثلاً اب ہم یہاں تھرڈ فلور پہ بیٹھے ہیں (مکرم چوہدری صاحب کا دفتر بلڈنگ کی تیسری منزل پہ ہے) فرض کیجئے اگر آپ چل پھر نہ سکتے اور اور اگر آپ ویل چیئر پر ہوتے تو آپ یہاں نہیں آسکتے تھے۔ یہاں کوئی لفٹ کا انتظام نہیں ہے تو اتنی سیڑھیاں چڑھ کے آپ کیسے آتے؟ کون اٹھا کر لاتا۔ آپ بس میں سوار نہ ہو سکتے۔ اگر کوئی لنگڑا لولا ہے تو یہ کام نہیں کر سکتا۔ تو ایسا کیوں ہے؟ اس میں اس بیچارے کا کیا قصور ہے۔ ہمارا معاشرہ اس طرف توجہ کیوں نہیں دیتا۔ دنیا میں بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں غسلخانے تک ایسے ڈیزائن کے بنائے گئے ہیں کہ معذور لوگ بھی وہاں جاسکتے ہیں۔ بسیں ایسے ڈیزائن کی ہیں جن میں وہیل چیئر اندر جاسکتی ہے۔ بلڈنگز ایسے تیار کی گئی ہیں کہ اوپر کی منزل تک لوگ جاسکتے ہیں۔ تو معذروں کیلئے یہ خاص مراعات ہونی چاہئیں اور ایک حد تک اقلیتوں کی بھی یہی حیثیت ہے ان کے لئے بھی خاص مراعات ہونی چاہئیں۔ لیکن ہمارے ہاں اس طرف توجہ نہیں ہے جیسے میں نے کہا کہ تہذیب کی ایک بہت بڑی نشانی یہ ہے کہ کوئی قوم یا ملک اپنے ایسے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔

**سوال:۔** نوجوانوں کیلئے آپ کیا پیغام دیں گے؟

**جواب:۔** میرا مقام کوئی ایسا تو نہیں کہ میں کوئی پیغام دوں۔ میں صرف یہی کہوں گا کہ اگرچہ ہمیں فوری طور پہ تو نظر نہیں آتا کہ یہ جو ظلم ہو رہا ہے یہ بند ہو جائے گا۔ لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ کوئی ظلم بہت زیادہ لمبا عرصہ نہیں چلتا۔ کچھ واقعات تاریخ میں ایسے بھی ہوئے ہیں کہ ظلم کافی دیر تک چلا لیکن بالآخر ظلم کو شکست ہوتی ہے اور جو راستی اور سچائی ہے اسی کی فتح ہوتی ہے۔ ہمیں بددل نہیں ہونا چاہئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مشکلات بہت ہیں۔ لیکن اگر آپ اصرار کرتے ہیں کہ میں نوجوانوں کیلئے کچھ کہوں تو میں یہ کہوں گا کہ ہمیں تعلیم کی طرف بہت زیادہ زور دینا چاہئے۔ کیونکہ تعلیم کا کوئی بدل نہیں ہے۔ تعلیم بہت ضروری ہے اور خاص طور پر آج کے دور میں دنیا جس تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ نئی نئی چیزیں آرہی ہیں۔ ہمیں ہر شعبے میں بالکل صف اول میں ہونا چاہئے کیونکہ تعلیم ایک بنیاد ہے پھر آدمی عملی زندگی میں جس شعبے میں بھی جائے اس سے فائدہ ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب تو فوت ہوگئے۔ ہمیں فخر ہے کہ وہ احمدی تھے اور انہوں نے نوبل پرائز لیا اور وہ ملک کے سب سے بڑے سائنس دان تھے بلکہ اس صدی کے سب سے بڑے سائنس دانوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں بہت سے عبدالسلام پیدا کرنے چاہئیں سو میں سمجھتا ہوں ہمیں تعلیم پر بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀❀❀
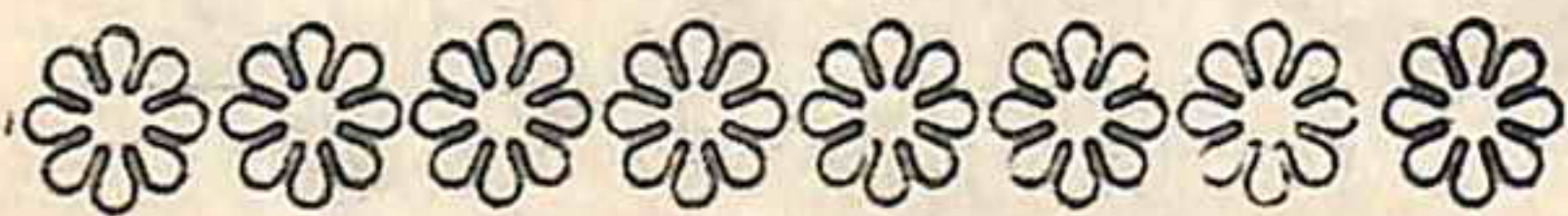

# Rehman Clinic

Lt. Col. (R)

**ALTAF-UR-REHMAN OMAR**

M.C.P.S. (Pak)

Ex-Medical Specialist :
CMH Jhelum.

Timings :
Morning : 9:30 to 01:30
Evening : 4:30 to 06:30

B-1-238, Jada Road, Near Jada Chongi
Ph. Clinic : 620047

Digitized By Khilafat Library Rabwah

پیارے وطن پاکستان کی
پچاسویں سالگرہ مبارک

## سٹرانگ مین

### آئیڈیل فرنیچر

ہسپتال کا فرنیچر بنانے والا پاکستان کا ۱ ادارہ

پروپرائٹر:- چوہدری نواز احمد فیصل آباد

فون:- ۴۲۶۰۳

---

آپ کی دعاؤں کے طالب

## رحیم شال ہاؤس

مراد کلاتھ مارکیٹ۔ دکان ۱۱

ریل بازار فیصل آباد

پروپرائٹر:- مولوی عبداللطیف

فون:- ۶۳۳۵۹۰

---

## مون میڈیکل سٹور

نشاط آباد فیصل آباد

ہر قسم کی انگریزی ودیسی ادویات
خرید فرمائیں

فون:- ۷۵۱۱۸۳

---

معیاری چاول کی خرید وفروخت کے لئے
ہمیں خدمت کا موقع دیں

## میاں یعقوب سنز

### رائس مرچنٹ

منٹگمری بازار نزد مسجد اہلحدیث فیصل آباد

پروپرائٹرز:- رفیق احمد۔ لئیق احمد

فون:- ۶۱۰۱۴۲

Digitized By Khilafat Library Rabwah

## بین الاقوامی شہرت کے حامل۔ قوم و ملک کے درخشندہ ستارے

# پاکستان کے ہونہار احمدی فرزند

★ پاکستان کے پہلے وزیرِ خارجہ اور قائدِ اعظم کے دستِ راست، عالمی عدالتِ انصاف کے صدر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب۔

★ دُنیائے اِسلام کا نیوٹن، نوبل انعام یافتہ محترم پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب

★ ماہرِ اقتصادیات، صدرِ مملکت کے اقتصادی مشیر، عالمی بینک کے ڈائریکٹر جنابِ ایم۔ ایم۔ احمد صاحب۔

★ ماہر وکیل، علمِ لسانیات کے چوٹی کے سکالر حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر

★ تمغۂ حُسنِ کارکردگی حاصل کرنیوالے — محترم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی

★ جنرل ڈاکٹر محمود الحسن صاحب، خان بہادر ڈاکٹر قاضی محمد بشیر صاحب، میجر جنرل نسیم احمد صاحب۔

★ سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور معروف ماہرِ علمِ فلسفہ پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب، پنجاب ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس شیخ بشیر احمد صاحب، ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب (ستارۂ خدمت)، پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب اور قمر اجنالوی۔

(مقالہ نگار: مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جماعت احمدیہ نے بحیثیت جماعت قیام پاکستان میں بھرپور حصہ لیا ہے اور تحریک پاکستان کے ہر اہم اور نازک مرحلے پر مسلمانان ہند کے حقوق کے سلسلہ میں دامے درمے سخنے مدد دی وہاں قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے استحکام اور ترقی و بہبود کیلئے ہر دم کوشاں رہی ہے۔ احمدی سپوتوں نے ملک کے استحکام و ترقی کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دیں۔ اگر آپ پچھلے پچاس سال کی تاریخ پاکستان کی ورق گردانی کریں تو احمدی سپوتوں کے کارنامے جگہ جگہ آپ کو بکھرے نظر آئیں گے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں احمدیوں نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ چوہدری محمد ظفراللہ خان جیسا قانون دان' بین الاقوامی امور کا ماہر اور پروفیسر عبدالسلام صاحب جیسا عظیم سائنسدان جسے دنیائے اسلام کا نیوٹن کہا جاتا ہے۔ جس کا نام آتے ہی دنیا کے سائنسدان تعظیم سے سر جھکا لیتے ہیں۔ دفاع پاکستان کے سلسلہ میں جنرل اختر حسین فاتح چھمب جوڑیاں' جنرل عبدالعلی ملک فاتح چونڈہ' جنرل افتخار جنجوعہ شہید ہیرو آف رن کچھ۔ اقتصادیات میں جناب ایم ایم احمد۔ ادب میں جناب قلندر مرمند شیخ محمد اسماعیل پانی پتی' شاعری میں روشن دین تنویر' قیس مینائی' چوہدری محمد علی' ثاقب زیروی' پیام شاہجہانپوری' اکبر حمیدی' صابر ظفر' عبید اللہ علیم' تعلیم و فلسفہ میں قاضی محمد اسلم جیسا استاد اور میاں محمد افضل جیسے ماہر تعلیم' صحت کے شعبہ میں قاضی محمد بشیر اور میجر جنرل محمود الحسن اور جنرل نوری جیسا سرجن' جنرل نسیم احمد اور عقیل بن عبدالقادر صاحب جیسا ماہر امراض چشم' قانون و انصاف کے شعبہ میں شیخ بشیر احمد صاحب جج پنجاب ہائی کورٹ' چوہدری عزیز احمد باجوہ' قاضی عبدالحمید ماہر قانون دان' اور اپنے شعبہ میں واحد بلکہ اپنے وقت میں دنیا بھر میں اکیلا ماہر لسانیات حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر جس نے ثابت کر دیا کہ عربی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ پاکستان کا پہلا کوہ پیما جس نے K-2 چوٹی سر کرنے کی کوشش کی کرنل عطاء اللہ' صحافت میں روشن دین تنویر' قمر اجنالوی' ثاقب زیروی کے نام نظر آتے ہیں۔

غرضیکہ جس طرف نظر دوڑائیں آپ کو اپنے اپنے شعبہ میں نمایاں کام کرنے والے احمدیوں کی خاصی تعداد ملے گی۔ ان سب کا ذکر کرنا مقصود نہیں ہے۔ آغاز میں جب اس موضوع پر لکھنے کا ارادہ کیا تھا تو ذہن میں چار پانچ نام آئے تھے۔ جوں جوں تاریخ کی ورق گردانی کرتا رہا۔ نئے نئے نام سامنے آتے رہے۔ پھر یہ فیصلہ کرنا خاصا مشکل تھا کہ کس کا ذکر کیا جائے کس کو چھوڑ دیا جائے۔ بہرحال چند نام کا اختصار کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

## احمدیت کا بطل جلیل اور قائد اعظم کا معتمد ترین ساتھی حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب

آسمان احمدیت کا درخشندہ ستارہ تحریک پاکستان کا نامور راہنما پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کا دست راست اور معتمد ترین ساتھی' جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل جیسے معزز ایوان کا بے مثل مقرر' جنرل اسمبلی کا صدر' عالمی عدالت انصاف کا صدر' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رفیق اور خلفاء احمدیت کا عاشق صادق اور سلسلہ احمدیہ کا فدائی ان تمام خوبیوں کی جامع شخصیت ذہن میں آئے تو لامحالہ حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کا نام گرامی سامنے آ جاتا ہے۔ جس کا سینہ مسیح محمدی کے نور سے منور اور ملکی اور بین الاقوامی رازوں کا امین تھا۔

حضرت چوہدری صاحب ۶ فروری ۱۸۹۳ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں ہی حاصل کی۔ میٹرک کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور بی اے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اعلیٰ تعلیم کنگز کالج لندن اور لنکنز ان سے قانون کی اعلیٰ ڈگری بار ایٹ لاء حاصل کی۔ ایل ایل بی کے امتحان میں یونیورسٹی میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ آپ پہلے ہندوستانی تھے جنہوں نے یہ اعزاز حاصل کیا۔ ۱۹۱۵ء میں قانون کی پریکٹس سیالکوٹ میں شروع کی۔ ۱۹۱۶ء میں لاہور آ گئے اور قانونی رسالے انڈین کیسز کے اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں پنجاب کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ تینوں گول میز کانفرنس میں مسلمان نمائندہ کے طور پر شرکت کی۔ دسمبر ۱۹۳۱ء میں آپ کو مسلم لیگ کا صدر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۳۲ء میں وائسرائے کی کونسل میں عارضی تقرر ہوا۔ ہندوستان کی آزادی کے سلسلہ میں گول میز کانفرنسوں کے اختتام پر جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی

کچھ ایسے بھی اُٹھ جائیں گے اِس بزم سے جن کو ٭ تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کس کا لکھا ہے نام نامی
وہ اِک مفکّر
وہ اِک مدبّر
وہ ایک آئین
وہ ایک ہستی
کہ جس کے سینے پہ درجنوں ہی
وہ عالمی اعزاز و تمغے
سجے ہوئے تھے
جو ایک سینے پہ آج تک نہ سجے تھے پہلے

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ۔ صدر عالمی عدالت انصاف

# اقوامِ متحدہ کی عمارت کی ایک سعادت

Digitized By Khilafat Library Rabwah

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب

Part of the wall at U.N. with photos of all the Presidents of United Nation.
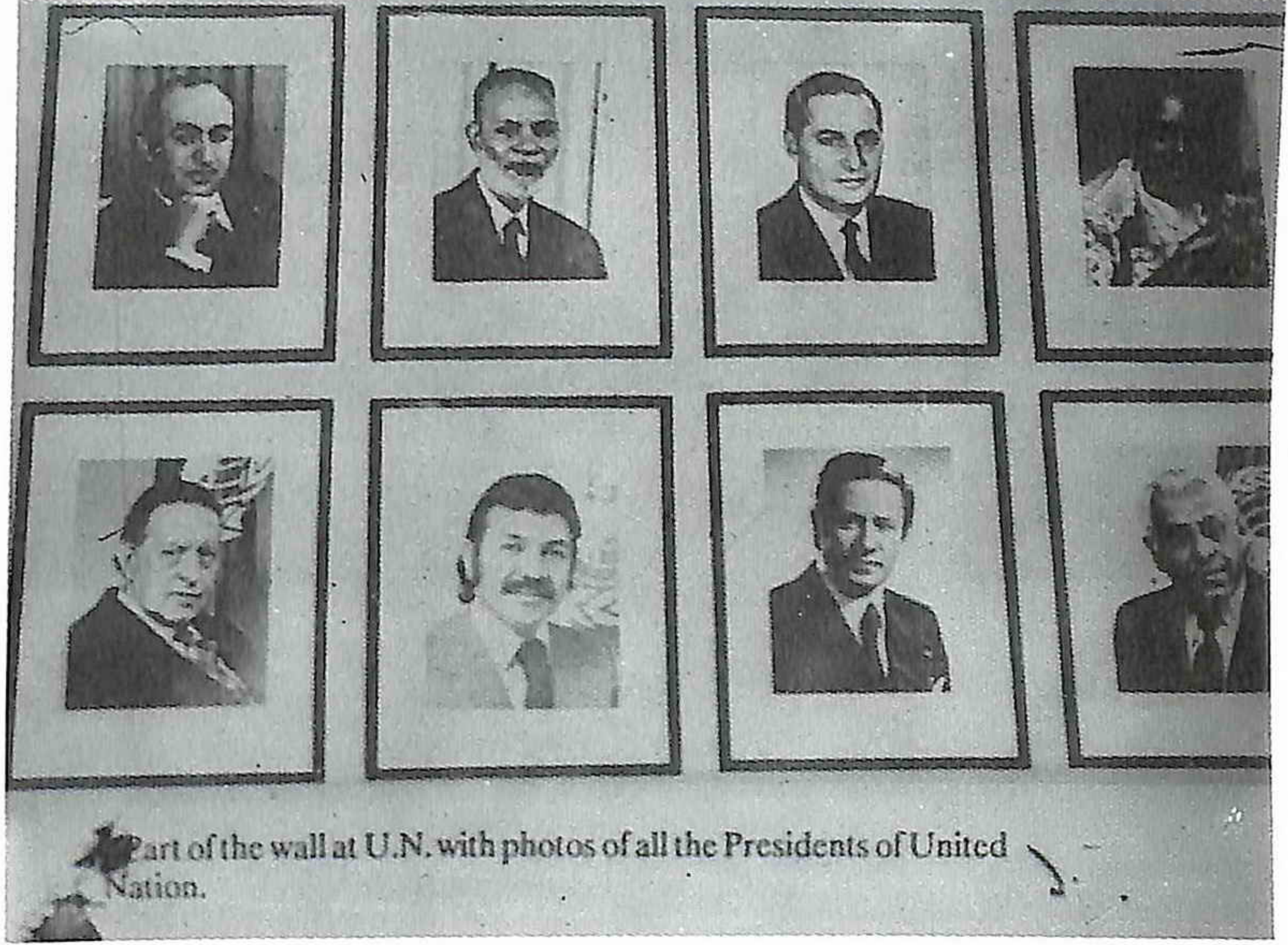
اس کی دیوار پر لگی ہوئی صدرانِ اقوامِ متحدہ کی تصاویر، جن میں سے ایک تصویر رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب۔

## اقوامِ متحدہ کا اعزاز کہ حضرت چوہدری صاحب جنرل اسمبلی کے صدر مقرر ہوئے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

چوہدری صاحب اس میں شامل تھے۔ ۱۹۳۵ء میں وائسرائے ہند کی کونسل میں مستقل تقرر ہوا۔ ۱۹۴۰ء میں دوسری بار تقرر ہوا۔ اس دوران آپ نے تقسیم ہندوستان کی ایک تجویز وائسرائے کو ارسال کی۔ ۱۹۳۳ء میں دہلی کشمیر کی امداد و اعانت کیلئے عدالتوں میں پیش ہوئے۔ ۱۹۴۱ء میں کچھ عرصہ چین میں سفیر رہے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ نے رائل انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیر میں ہندوستان کی آزادی کے حق میں زبردست تقریر کی جس کی صدائے بازگشت سارے ہندوستان میں سنی گئی۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے وقت خضر وزارت کو مستعفی ہونے پر آمادہ کیا اور مسلم لیگ کی طرف سے ریڈ کلف ایوارڈ کے سامنے پیش ہوئے اور مفت خدمات سرانجام دیں۔ مسئلہ فلسطین کے سلسلہ میں اقوام متحدہ میں تاریخی خدمات سرانجام دیں اور عربوں نے اپنے بچوں کے نام "ظفر اللہ" رکھنے شروع کر دیئے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کو تین بڑے عہدوں کی پیشکش کی گئی تھی۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کا عہدہ، پنجاب کے وزیر اعلیٰ کا عہدہ اور وزیر دفاع اور خارجہ کا منصب۔ بالآخر آپ نے قائد اعظم کی ہدایت پر ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء کو وزیر خارجہ کا قلمدان سنبھال لیا۔

جنوری ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ میں بھارت نے کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان کے خلاف شکایت درج کرادی۔ چوہدری صاحب نے پاکستان کا موقف ایسی ذہانت اور جرات و دلیری سے پیش کیا کہ بھارت جو شکایت لیکر آیا تھا۔ اقوام متحدہ میں ملزم قرار دیا گیا۔ آج کل پاکستان کے سرکردہ راہنما استصواب رائے اور خود اختیاری کی جن قراردادوں کی باتیں کرتے ہیں یہ چوہدری صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہی ہیں۔

## مسلم ممالک کی خدمات

۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۴ء چوہدری صاحب خود اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے سربراہ کے طور پر پیش ہوتے رہے۔ اس دوران آپ نے عالم اسلام کی انتہائی اہم اور گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس میں شمالی افریقہ کے مسلم ممالک، لیبیا، تیونس، الجزائر، مراکش کی آزادی، اس کے علاوہ صومالیہ سوڈان کے ممالک کے مسائل اور مصر سے نہر سویز پر قبضے کے دوران برطانوی فوج کی واپسی کے مسئلہ پر عالم عرب اور عالم اسلام کی زبردست حمایت کی بلکہ آپ کو عرب ممالک کا ترجمان کہا جانے لگا۔

۱۹۴۵ء میں آپ کا تقرر عالمی عدالت انصاف میں بطور جج ہوا۔ ۱۹۵۸ء میں اس عدالت کے نائب صدر رہے۔ ۱۲ اگست ۱۹۶۱ء کو صدر پاکستان محمد ایوب خان نے آپ کو اقوام متحدہ میں پاکستان کا مستقل نمائندہ مقرر کر دیا اور ایک بار پھر آپ نے کشمیر کے مسئلے پر ہندوستانی عزائم کو پوری طرح بے نقاب کیا۔ آپ جنرل اسمبلی کے سترھویں اجلاس ۱۹۶۲ء۔ ۱۹۶۳ء کے صدر منتخب ہوئے۔ مراکش کے شاہ حسن نے مراکش کا اعلیٰ ترین اعزاز آپ کو پیش کیا۔ ۱۹۷۰ء میں آپ عالمی عدالت انصاف کے سربراہ چنے گئے۔ آپ اس عدالت کے پہلے ایشائی صدر تھے۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ آپ جنرل اسمبلی کے سترھویں اجلاس کے صدر بنے اور عالمی عدالت انصاف کے صدر بھی۔

## دینی خدمات

یوں تو آپ نے جب سے ہوش سنبھالا آپ حضرت مصلح موعود کی تربیت میں دینی خدمات بجا لاتے رہے۔ کبھی آپ وفود کی سربراہی کرتے۔ کہیں حضرت مصلح موعود کی ترجمانی کے فرائض سرانجام دیتے کبھی کتب کا ترجمہ کرتے اور کتب تصنیف فرماتے۔ مگر ۱۹۷۲ء میں آپ نے ایک خواب کی بناء پر اپنی باقی زندگی خدمت دین کیلئے وقف کر دی۔ آپ کی تصنیف کردہ کتب کی تعداد ۳۲ کے قریب ہے۔ تراجم اس کے علاوہ ہیں۔ آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا جو ۱۹۷۱ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ یہ دس سال کا عرصہ آپ کے بھرپور دینی مساعی کا ایک روشن اور جگمگاتا باب ہے۔

آپ ۱۹۸۳ء میں پاکستان تشریف لے آئے تھے۔ یہاں زیادہ عرصہ آپ علیل رہے۔ آخر یکم ستمبر ۱۹۸۵ء کو اپنے مولی کے حضور حاضر ہو گئے۔ حضرت چوہدری صاحب کی خدمات کا انتہائی مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔ ورنہ حضرت چوہدری صاحب کی خدمات پر کئی کتب لکھی جاسکتی ہیں۔ ماہنامہ انصار اللہ اور ماہنامہ خالد نے دو ضخیم نمبر شائع کئے اس کے علاوہ مورخ پاکستان عاشق حسین بٹالوی اور چوہدری محمد انور کاہلوں نے انگریزی میں کتب لکھی ہیں۔ اردو میں جناب بشیر احمد رفیق

Digitized By Khilafat Library Rabwah

نے کتاب لکھی ہے۔

حضرت چوہدری صاحب ۱۹۸۳ء میں اپنے وطن پاکستان تشریف لے آئے تھے۔ یہاں آکر آپ زیادہ عرصہ علیل رہے اور آخر کار یکم ستمبر ۱۹۸۵ء کو وفات پا گئے۔ اور یوں اپنے ملک پاکستان کا سچا مخلص اور فدائی محب وطن سلسلہ احمدیہ کا ایک بزرگ خادم' خلفائے احمدیت کا عاشق اور مطیع و فرمانبردار فرزند' حضرت مسیح موعود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سچا عاشق صادق زندگی کے ہر پہلو میں نیکی تقویٰ اور پاکیزگی کے رنگ بھر کے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گیا۔

اے خدا بر تربت او ابر رحمتها ببار

## دنیائے اسلام کا نیوٹن نوبل انعام یافتہ

## پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام

دنیائے سائنس کے آسمان کا درخشندہ ستارہ جس نے اپنے علم اور تحقیق سے دنیائے فزکس میں انقلاب کی بنیاد رکھ دی۔ جس نے مغرب میں ایسے ادارے قائم کئے جن سے تیسری دنیا کے سائنسدانوں کو تربیت دی گئی۔

آپ ۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء کو سنتوکھ داس ضلع ساہیوال میں پیدا ہوئے۔ سکول تا یونیورسٹی ہر امتحان میں اول پوزیشن حاصل کرنے کی وجہ سے کیمبرج یونیورسٹی میں سکالر شپ ملا اور ریاضی کی اعلیٰ ترین سند ٹرائی پاس میں اول پوزیشن لیکر رینگلر کہلائے۔ کیمبرج سے ہی آپ نے طبیعات میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ کیمبرج یونیورسٹی سے انہیں پی ایچ ڈی سے پہلے سمتھ پرائز بھی دیا گیا۔ جو انہیں ڈاکٹریٹ سے پہلے غیر معمولی کارگزاری پر دیا گیا تھا۔ ۱۹۷۹ء میں آپ نے نوبل پرائز حاصل کیا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے طبیعات کے میدان میں دنیا کے دس اور بڑے اعزاز اور انعام حاصل کئے تھے۔ میکس ویل میڈل حاصل کرنے والے وہ پہلے سائنسدان تھے انہوں نے سینکڑوں سائنسی مقالے لکھے جن میں سے دو سو سے زیادہ شائع ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر سلام کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائنسز او تھرڈ ورلڈ نیٹ ورک سائنٹفک آرگنائزیشن کا قیام ہے ان اداروں میں دو سو سے زائد دنیا کے عظیم سائنسدان شامل ہیں۔ جن میں دس نوبل انعام یافتہ بھی ہیں۔ پروفیسر صاحب نے بنیادی طور پر فزکس میں ریسرچ کی۔ جس میں نئی نئی جہتیں تلاش کیں۔ ان کی ریسرچ سے فزکس میں انقلابی تبدیلی ہوئی۔ اس کا تعلق فزکس کے بنیادی قوانین سے ہے۔ وہ پوری دنیا میں فزکس کے غیر متنازعہ سکالر سمجھے جاتے تھے۔ ڈاکٹر پروفیسر عبد السلام صاحب کو بے شمار اہم ایوارڈ و اعزازات سے نوازا گیا۔ ماہنامہ عملی سائنس کے اس اقتباس پر یہ ذکر ختم کرتا ہوں۔

"عبد السلام ایک فرد نہیں ایک تحریک کا نام ہے۔ یہ تحریک ہے علم و دانش کی عمل و جفاکشی اور اپنے تہذیبی ورثہ میں جائز فخر کی۔ یہ تحریک ہے دنیا سے غربت اور جہالت مٹانے کی۔ اور طاقتور ممالک کے ظلم و استحصال کے خلاف جہاد کی۔

ڈاکٹر صاحب کی سائنس اور پاکستان سے محبت ان کے اس جملے سے ظاہر ہوتی ہے۔ میری زندگی میں فقط دو دکھ ہیں ایک تو یہ کہ پاکستان میں سائنسدانوں کی اتنی توقیر نہیں کی جاتی۔ جتنی ہونی چاہئے۔ دوسرے یہ کہ عالم اسلام میں سائنس کی قدر نہیں۔"

آنے والی نسلیں یقیناً ڈاکٹر سلام کا نام اسی پیار و محبت وارفتگی اور فخر سے لینگی۔ جس طرح آج ہم بو علی سینا' فارابی' رازی' الہیثم جیسے نامور سائنسدانوں کے نام فخر سے لیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی شہرت و اہمیت صرف پاکستان کیلئے ناز و افتخار نہیں...... تیسری دنیا سب کیلئے ایک روشن جگمگاتے ستارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ...... تاریخ کے پہلے اور واحد سائنسدان ہیں جنہیں مہذب دنیا کے سب سے بڑے اعزاز نوبل انعام کا حقدار سمجھا گیا اور مستقبل قریب........ میں کوئی فرد ایسا کارنامہ انجام دینا نظر نہیں آ رہا۔"

(عملی سائنس کراچی جولائی ۱۹۹۷ء)

## ماہر اقتصادیات جناب ایم ایم احمد

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب جو کہ ایم ایم احمد کے نام سے معروف ہیں۔ آپ قیام پاکستان کے وقت ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے عہدہ پر فائز تھے۔ ایوب خان کے عہد میں آپ وزارت خزانہ میں سیکرٹری مقرر ہوئے۔ آپ نے معاشیات و مالیات کے امور میں اتنی دسترس اور مہارت حاصل کرلی کہ صدر پاکستان محمد ایوب خان نے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

منصوبہ بندی کمیشن کا ڈپٹی چیئرمین مقرر کر دیا۔ چیئرمین صدر پاکستان خود تھے۔ ایوب خان کے دور میں صنعتی انقلاب آیا۔ شہروں کے اطراف میں دور دور تک صنعتیں لگنی شروع ہو گئیں۔ بے روزگاری کا خاتمہ ہوا۔ شیخوپورہ' لاہور' گوجرانوالہ' فیصل آباد' کراچی کے گرد و نواح میں آپ کو جو صنعتوں کا جال بچھا نظر آتا ہے وہ ایوب خان کے دور کی یاد دلاتا ہے۔ جس منصوبہ سے صنعتوں کا جال بچھایا جا رہا تھا پاکستان بہت جلد ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل ہونے والا تھا۔ چنانچہ جب ایوب خان بیمار ہوئے تو عالمی بینک کے صدر نے بذریعہ تار اپنی تشویش کا اظہار کیا کہ

"اگر پانچ سال مزید اس نظام کو چلا سکتے تو پاکستان یقینی طور پر ترقی یافتہ ملک بن جاتا اور اپنے قرضے اتارنے کے قابل بن جاتا۔"

ایوب خان کے بعد یحیٰ خان کے دور میں آپ کو منصوبہ بندی کے ڈپٹی چیئرمین کے ساتھ صدر پاکستان کا اقتصادی مشیر مقرر کیا گیا۔ یہ عہدہ مرکزی وزیر کے برابر تھا۔ آپ نے پاکستان کی اقتصادی حالت کو سنبھالا دینے کی مقدور بھر کوشش جاری رکھی۔ جب ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان پر بھارت نے قبضہ کیا تو ملکی معیشت کو سنبھالنا بہت مشکل کام تھا۔ مگر ایم ایم احمد نے اپنے تجربے لیاقت فراست اور تعلقات کو بروئے کار لاتے ہوئے چھٹے پانچ سالہ منصوبہ پر عمل جاری رکھا۔ مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بننے سے پاکستان کو ایک بہت بڑا اقتصادی دھچکا لگنے والا تھا۔ جس کی منصوبہ بندی پاکستان کے دشمن بھارت نے کر رکھی تھی کہ مشرقی پاکستان کے بنکوں سے لوٹے ہوئے نوٹوں کو بذریعہ افغانستان پاکستان لا کر پاکستان کی اقتصادی حالت کو دگرگوں کر دیا جائے۔ پاکستان سے اشیاء خرید کر افراط زر کا بحران پیدا کر دیا جائے۔ اس اہم اور نازک صورت حال سے عہدہ برا ہونے کے لئے جناب ایم ایم احمد نے تمام بڑے نوٹ (پانچ سو اور ایک سو روپے کے نوٹ) منسوخ کر دیئے۔ ملکی معیشت اور اقتصادی حالت کو بچانے کیلئے یہ ایک انتہائی ضروری اور بروقت اور دانشمندانہ اقدام تھا۔ جس کو معاشی ماہرین اور قومی اخبارات نے بہت سراہا۔

ان ایام میں انتہائی خطرناک صورت حال تھی۔ مشرقی پاکستان میں خانہ جنگی جاری تھی۔ مغربی پاکستان کی سرحدوں پر دشمن کی فوجیں اکٹھی ہو رہی تھیں۔ فوجی اخراجات میں اضافہ ناگزیر تھا۔ بلکہ فوجی اخراجات پورے کرنے کیلئے دیگر شعبوں سے فنڈ کاٹ کر پورے کئے جا رہے تھے۔ ہڑتالوں اور سیاسی عدم استحکام سے صنعتی پیداوار بھی کم ہو گئی تھی۔ ان حالات میں جناب ایم ایم احمد نے اس قدر متوازن بجٹ پیش کیا جس کو ملکی ماہرین معاشیات اور اخبارات نے بہت سراہا۔ اور تفصیل سے اخبارات نے کالم لکھے۔ ۲۷ جون کے اخبارات میں بجٹ پر اظہار خیال شائع ہوا۔ پاکستان ٹائمز لاہور اور راولپنڈی نے تفصیل سے تجزیہ کیا اور اس کو حقیقت پسندانہ قرار دیا۔ روزنامہ نوائے وقت نے حقیقت پسندانہ بجٹ کے نام سے اداریہ لکھا۔ ملک کے نامور صحافی م۔ش نے اپنی ڈائری میں لکھا۔

"جناب ایم ایم احمد نے ایک غیرت مند محب الوطن پاکستانی کی حیثیت سے اس چیلنج کو بھی قبول کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے جو بیرونی ملکوں کی طرف سے مشروط مالی امداد کی شکل میں پاکستان کے سر پر تلوار کی طرح لٹک رہا تھا۔ ایم ایم احمد کا یہ اعلان پاکستان کے دشمنوں کے ناپاک منصوبوں پر بم بن کر گرے گا۔"

(روزنامہ نوائے وقت ۲۹ جون ۱۹۷۱ء)

نامور دانشور حکیم محمد سعید صاحب و چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن نے کہا "نیا بجٹ فی الواقعہ حقیقت پسندانہ ہے"

ملک کے ماہر معاشیات اور گورنمنٹ پاکستان کے سابق اقتصادی مشیر ڈاکٹر انور اقبال قریشی نے کہا

"یہ بجٹ زبردست تعمیری غور و فکر کا نتیجہ ہے یہ رسمی قسم کا بجٹ نہیں۔ انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ سب حالات کو پیش نظر رکھا جائے تو مسٹر ایم ایم احمد نے عمدہ کام کیا ہے۔"

(روزنامہ ڈان ۲۸ جون ۱۹۷۱ء)

مسٹر بھٹو کے عہد میں جب ملک کی معیشت کو مستحکم اور برآمدات کو بڑھانے کے لئے روپے کی قیمت کم کی گئی جس کے نتیجہ میں بہت سی مشکلات سامنے آنے لگیں تو مسٹر بھٹو نے آپ کو اس سلسلہ میں بلوایا کہ یہ صورت حال ہے۔ سٹیٹ بینک نے قیمت بہت زیادہ کم کر دی ہے آپ اس سلسلہ میں کوشش کریں۔ جب آپ نے عالمی مالیاتی اداروں سے رابطہ کیا تو انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ پاکستان نے خود یہ اقدام کیا ہے۔ اس مشکل صورت حال سے پاکستانی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کرنسی کے استحکام کے لئے آپ نے یہ مشورہ دیا کہ پاکستانی کرنسی کو ڈالر کے ساتھ منسلک کر دیا جائے کیونکہ ڈالر ایک بین الاقوامی اور مستحکم کرنسی ہے اس سے شرح مبادلہ میں پاکستان کو نقصان نہیں ہو گا۔

آپ عالمی بینک میں نائب صدر کے عہدہ پر فائز رہے اور مقدور بھر پاکستان کی امداد کرتے رہے۔ حال ہی میں جب امریکہ نے پاکستان کی اقتصادی اور فوجی امداد کو پریسلر ترمیم کے ذریعہ روک لیا تو حکومت پاکستان نے پریسلر ترمیم کے خلاف براؤن ترمیم کیلئے کوشش کرنے کو کہا کہ آپ اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں۔ جناب ایم ایم احمد نے ایک انٹرویو میں بتایا۔

اس وقت مجھے ایمبیسی نے کہا میں بھی اس سلسلہ میں کوشش کروں میں نے اس سلسلہ میں بڑی بھرپور کوشش کی تھی۔ یہاں تک کہ یہاں کے پاکستانی کمیونٹی اور تمام متعلقہ حلقوں میں دھاک بیٹھ گئی اور حیرت سے لوگوں نے کہا ہم تو سمجھتے تھے کہ یہ ملک کے خلاف ہیں لیکن انہوں نے تو ملک کیلئے بڑا کام کیا ہے اور جان کی بازی لگا کے جدوجہد کی ہے۔ (اس کی تفصیل ایم ایم احمد صاحب کے انٹرویو میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے جو اسی رسالہ میں شائع ہو رہا ہے۔ مدیر)

# پاکستان کا ایک اور روشن ستارہ

## حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر

حضرت شیخ صاحب کا وجود سراپا شفقت ایک اعلیٰ منتظم اور مدبر، آپ مستجاب الدعوات اور صاحب کشف و رویاء بزرگ تھے۔ ایک ممتاز قانون دان، دیانت و صداقت کا شعار، نہایت سادہ عجز و انکسار اور محبت و راحت کا پیکر۔ سب کا دل موہ لینے والا محسن زاہد شب زندہ دار، ایک عظیم ماہر لسانیات، محقق، متبحر عالم جس نے لسانیات کی دنیا میں ایک تہلکہ برپا کر دیا یہ ہیں مکرم و محترم حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر۔

آپ نے اہالیان کشمیر کی قانونی امداد کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تحریک پر کشمیریوں کے مقدمات کی بلا معاوضہ پیروی کی اور اس اعتبار سے نہایت محنت کے ساتھ اور محبت اور خلوص کے ساتھ یہ خدمت سرانجام دی۔ آپ ایک تجربہ کار اور قانونی موشگافیوں کے ماہر وکیل تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی راست گفتاری، تقویٰ شعاری اور پرہیزگاری دوسرے وکلاء سے نہ صرف آپ کو ممتاز کرتی تھی بلکہ ان کی نظر میں آپ کیلئے محبت اور احترام کے جذبات پیدا ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک خالص اور ٹھوس تحقیقی کام کیا جس سے آپ کو نہ صرف پاکستان میں ایک انفرادی اور امتیازی مقام بخشا بلکہ پوری دنیا میں آپ کی ریسرچ کو ایک احترام سے دیکھا جاتا تھا اور یوں پاکستان کا نام ایک عزت اور وقار کے ساتھ بلند ہوا۔ ریسرچ کا یہ میدان تھا، فلالوجی، یعنی علم الالسنہ، یا لسانیات، فلالوجی کی کوئی پرانی سائنس نہیں ہے اس کی عمر کوئی دو سو سال کے قریب ہے جب سفر آسان ہوئے تو قریہ قریہ بلاد و امصار کے باسیوں اور ان کی زبانوں کا علم حاصل ہوا۔ چنانچہ اہل یورپ نے زبانیں سیکھیں اور علم لسانیات پر تحقیق کی۔ جس کے نتیجہ میں سنسکرت زبان کو آرین زبانوں کا ماخذ قرار دیا گیا مگر جلد ہی اس نظریہ کو چھوڑ کر ڈچ، اطالوی اور عبرانی کو امہ الالسنہ سمجھا جانے لگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی مشہور کتاب منن الرحمن میں عربی زبان کو تمام زبانوں کی ماں ہونا ثابت کیا اور جو اصول بیان فرمائے۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے نصف صدی اس کی تحقیق میں لگا دی اور دنیا بھر کی ۵۱ زبانوں کے بارہ میں حضرت مسیح موعود کے اس نظریہ کو ثابت کر دیا کہ یہ عربی سے بگڑ کر منصہ شہود میں آئی ہیں۔ آپ نے متعدد کتب میں اپنی یہ ریسرچ پیش کر کے علمی دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا۔

جب حضرت شیخ صاحب کی کتاب
Arabic The Source of All Languages شائع ہوئی تو پاکستان ٹائمز نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"کتاب زیر نظر کا ہر صفحہ حیرت انگیز و دل آویز ہے مصنف کے دریافت کردہ فارمولے روشن مثالوں سے مزین کئے گئے ہیں اور جو بات بظاہر ممکن نظر آتی ہے وہ ایک حسابی صداقت کی طرح پایہ ثبوت کو پہنچ گئی۔"

(پاکستان ٹائمز ۲۸ مارچ ۱۹۶۵ء)

دوسری کتاب English Traced To Arabic۔ یہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کتاب نومبر ۶۷ء میں شائع ہوئی اس پر موقر ادبی رسالہ صحیفہ نے مصنف کی بیس سالہ محنت شاقہ کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا۔

"مصنف نے لسانیات کے شعبہ میں ایک ایسا صحیح اور محکم نظریہ پیش کیا ہے جس سے السنہ عالم کے ادبی ماخذ کے متعلق اختلافات ختم ہو جانے چاہئیں۔ کتاب Sanskrit Traced to Arabic نے بہت سے اہل علم اصحاب سے خراج تحسین حاصل کیا۔

حضرت شیخ صاحب ۱۸۹۶ء کو پیدا ہوئے اور ۲۳ مئی ۱۹۹۳ء کو وفات پائی۔

# تمغہ حسن کارکردگی حاصل کرنے والے

## شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی

ادب و تحقیق میں تمغہ حسن کارکردگی پانے والے پہلے احمدی اردو زبان کے نامور محقق اور کثیر کتب کے مصنف و مترجم تھے۔ آپ ۴ اپریل ۱۸۹۳ء میں دہلی کے قریب پانی پت کے مقام پر پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم وہاں سے حاصل کی۔

۱۹۱۴ء میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے انعامی مقابلہ میں سب سے پہلی کتاب بچوں کیلئے لوریاں اور پہیلیاں لکھی جو انعام کی حق دار پائی۔ اس دوران مختلف ادبی و تاریخی کتابیں لکھیں اخبارات و رسائل میں ہزاروں مضامین مختلف موضوعات پر ملک کے ممتاز جرائد و رسائل میں لکھے کوئی ۶۰ کے قریب کتب لکھیں۔ آٹھ نو اخبارات و جرائد کے ایڈیٹر بھی رہے۔ ان کی مشہور تصنیفات یہ ہیں۔

جواہرات حال، مولانا حالی کی غیر مطبوعہ نظمیں، سرسید (میری چالیس سالہ محنت کا نتیجہ)، سرسید کا سفرنامہ لندن، مقالات سرسید ۱۹ حصے، سیرت ابن ہشام (اردو ایڈیشن) ترجمہ، تاریخ اشاعت اسلام جو سب سے زیادہ اہم اور سب سے بہتر تصنیف ہے۔ مولانا حالی کی مفصل سوانح عمری، طبقات ابن سعد، ترجمہ کتاب الاصنام، مفصل تاریخ اسلام، مشاہیر اسلام، جغرافیہ تاریخ اسلام، سرسید کا سفرنامہ پنجاب، کلیات حالی وغیرہ وغیرہ

حکومت پاکستان نے ان کی علمی تصنیف و تالیف و تحقیق پر ۱۹۷۰ء میں تمغہ حسن کارکردگی کے صدارتی ایوارڈ سے نوازا۔ آپ پہلے احمدی ہیں جن کو ادب میں تمغہ حسن کارکردگی کا اعزاز دیا گیا۔

## قلندر مومند (ستارہ پاکستان)

اصل نام صاحبزادہ حبیب الرحمن ہے۔ پشتو زبان کا ماہر، ایک پشتو کی لغات کا مصنف پشتو زبان کا تفصیلی شاعر، افسانہ نگار اور نامور صحافی صاحبزادہ حبیب الرحمن جو قلندر مومند کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جولائی ۱۹۷۰ء میں پشاور کے نزدیک بازید خیل میں صاحبزادہ سیف الرحمن صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ صرف و نحو اور ترجمہ قرآن اپنے والد صاحب سے پڑھا۔ میٹرک خالصہ سکول پشاور سے کیا اور فرسٹ آئے۔ اسلامیہ کالج میں داخل ہوئے اور مسلم سٹوڈنٹ یونین کے سرگرم رکن بن گئے۔ چنانچہ جب قائد اعظم پشاور تشریف لے گئے۔ ان سے ملاقات کی قیام پاکستان کے وقت صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کے سلسلہ میں نمایاں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ ایم اے انگلش میں فرسٹ آئے بعد میں بطور انگریزی کے استاد کے پڑھاتے رہے۔ بعد میں قانون کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ گومل یونیورسٹی جب قائم ہوئی تو آپ لاء ڈیپارٹمنٹ کے چیئرمین بنائے گئے۔ پھر پشتو ڈکشنری پراجیکٹ کے ڈائریکٹر بنائے گئے۔ آغاز میں بطور شاعر سوز تخلص استعمال کرتے تھے۔ آپ کے افسانوں کا مجموعہ "گجرے" کے نام سے شائع ہوا۔ جس کا بعد میں روسی زبان میں ترجمہ ہوا۔ پشتو زبان میں تنقید کی کتاب لکھی جو ایم اے پشتو کے کورس میں شامل ہے۔ آپ بہت سے ادبی پرچوں میں لکھتے رہے۔ کئی ایک رسائل کی ادارت کی۔ صوبہ سرحد کے مشہور اخبار نیشنل عوامی پارٹی کے نامور ترجمان روزنامہ شہباز کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ ماہر تعلیم، ماہر قانون اور پشتو زبان کے نامور شاعر ادیب اور صحافی ہیں۔ آپ کو ۱۹۷۹ء میں تمغہ حسن کارکردگی پرائڈ آف پرفارمنس سے نوازا گیا۔ اور ۱۹۹۱ء میں صدر پاکستان فاروق احمد خان لغاری نے آپ کو ستارہ پاکستان کا اعزاز عطا فرمایا۔

## دفاع پاکستان

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جب بھی ملک کی حفاظت کا مسئلہ پیش آیا۔ احمدیوں نے اپنے وطن پر اپنا تن من دھن سب قربان کر دیا۔ جنرل اختر حسین ملک نے چھمب کے محاذ پر دشمن کو ناکوں چنے چبوائے۔ اور جنرل عبدالعلی نے چونڈہ کے تاریخی محاذ پر دنیا کی سب سے بڑی ٹینکوں کی لڑائی لڑی اور اپنے ملک پاکستان کو فتح سے ہمکنار کیا۔ ۱۹۶۵ء میں رن کچھ کے محاذ پر بریگیڈئر افتخار جنجوعہ نے دشمن کے دانت کھٹے کر دئے اور دسمبر ۷۱ء میں میجر جنرل کے عہد پر ترقی پانے کے بعد کشمیر کے محاذ پر جام شہادت نوش کیا۔ میجر قاضی بشیر احمد، میجر منیر احمد، سکواڈرن لیڈر خلیفہ منیرالدین، فضائی ریکارڈ قائم کرنے والے فلائٹ آفیسر شمس الحق، لیفٹیننٹ ممتاز انور، لیفٹیننٹ خالد کڑک وغیرہ نے خون دے کر جذبہ حب الوطنی کی داستانیں رقم کیں۔ راجھستان سکیٹر میں میجر جنرل ناصر احمد نے دشمن کے حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ وطن کا دفاع کرتے ہوئے شدید زخمی ہو گئے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ۱۹۴۸ء سے دسمبر ۱۹۷۱ء کی جنگ تک پاکستان کی افواج کے اعلیٰ ترین رینک یعنی جنرل کے عہدے کے صرف دو افراد نے جان کا نذرانہ پیش کیا یا زخمی ہوئے۔ یہ دونوں ہی خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی تھے۔

## جنرل ڈاکٹر محمود الحسن صاحب

## ہلال امتیاز، ستارہ امتیاز، تمغہ امتیاز (ملٹری)

دفاع وطن کے سلسلے میں جہاں احمدی سپوتوں نے محاذ جنگ پر جرات و بہادری اور شجاعت کے انمٹ کارنامے ثبت کئے ہیں وہاں دفاع وطن کے سلسلہ میں زخمی ہونے والے بہادروں کی مرہم پٹی اور علاج معالجہ اور آپریشن کے سلسلہ میں بھی اپنی فنی مہارت کا ثبوت دیا۔ پاک فوج کے شعبہ سرجری کے نامور سپوت جنرل محمود الحسن نے ان دونوں جنگوں میں زخمی فوجیوں کی جس مہارت اور جانفشانی سے دن رات خدمت کی ہے اس کی ایک ہلکی سی جھلک STN کے ۶ ستمبر ۱۹۹۴ء کے پروگرام میں بریگیڈئر (ریٹائرڈ) نصرت جہاں نے جنگ ستمبر کی یادیں دہراتے ہوئے جنرل محمود الحسن صاحب کی خدمت کو ان الفاظ میں بیان کیا کہ

"کرنل محمود الحسن صاحب جو بعد میں جنرل ہو گئے تھے ان کی ڈیوٹی بھی ہمارے ساتھ تھی انہوں نے بہت محنت سے زخمی فوجیوں کی مرہم پٹی اور اپریشن کئے۔ تین دن اور تین راتیں ہم مسلسل ڈیوٹی پر رہے اس دوران ہم دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کچھ آرام کر لیتے تھے۔ جب تین دن کے بعد میو ہسپتال سے کچھ ڈاکٹر اور نرسیں آئیں تو ہم کو آرام کا موقع ملا۔ ہم نے کمر کو تختہ ہونے کا سنا تھا۔ اس دن تختہ بنے محسوس بھی کیا۔ اور ہم دیوار کا سہارا لیکر بیٹھتے تھے کمر اس حد تک اکڑ چکی تھی۔"

روزنامہ جنگ ۶ ستمبر ۱۹۹۴ء کے دفاع ایڈیشن میں بھی بریگیڈئر نصرت جہاں صاحبہ نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔

آپ صدر پاکستان کے مشیر سرجری بھی رہے اور آخر پر ڈائریکٹر سرجری پاکستان آرمی ریٹائر ہوئے۔

## خان بہادر ڈاکٹر قاضی محمد بشیر صاحب

## ستارہ امتیاز

ولادت ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۳ء وفات ۲۸ دسمبر ۱۹۸۰ء

خان بہادر ڈاکٹر قاضی محمد بشیر کا شمار برصغیر پاک وہند کے ان مایہ ناز ڈاکٹروں میں ہوتا ہے جنہیں Professional Excellence یعنی ڈاکٹری کے اپنے شعبہ میں کمال حاصل تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کی ذہنی صلاحیتوں اور اخلاقی قدروں سے مالا مال تھے۔ ان کی وفات کے ساتھ ہی ایک نہایت شاندار اور فیضان پہنچانے والے باب کا اختتام ہو گیا۔

ابتدائی تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ بی ایس سی ایف سی کالج لاہور سے کرنے کے بعد ۱۹۱۹ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی۔ برصغیر کے مختلف شہروں میں خدمات سرانجام دینے کے بعد ۱۹۲۶ء میں سول ہسپتال دہلی کے انچارج مقرر ہوئے جہاں ان کی شہرت کا آغاز ہوا۔ ۱۹۳۰ء میں ان کی قابلیت اور انسانی ہمدردی کے اوصاف کو سراہتے ہوئے "خان" کے خطاب سے نوازا گیا۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء تک لندن میں رہے۔ جہاں آپ نے ناک کان گلا کی بیماریوں میں سپیشلائزشن کی۔ اسکے بعد مشہور زمانہ گلے کے ماہر پروفیسر ہیلنگر کے ساتھ ویانا میں کام کیا۔ ۱۹۳۲ء میں

Digitized By Khilafat Library Rabwah

انگلستان سے واپسی پر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں آنکھ ناک کان گلا کے شعبوں میں اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔ اس شعبہ کی خدمات کو دیکھتے ہوئے حکومت نے ۱۹۳۶ء میں "خان بہادر" کا خطاب عطا کیا۔

۱۹۴۶ء ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۸ء اس شعبہ کے انچارج اور پروفیسر بنا دیئے گئے۔ پاکستان بنتے وقت قاضی صاحب ان چند مسلمان ڈاکٹروں (جماعت احمدیہ کے تمام افراد ۷۴ء کے اسمبلی فیصلہ سے پہلے مسلمان ہی سمجھے جاتے تھے۔ مدیر) میں سے تھے جو کنگ ایڈورڈ کالج میں پروفیسر کے عہدہ پر تھے۔ ۱۹۵۱ء میں ان کو اعزازی کرنل کا عہدہ دیا گیا۔ ۱۹۶۱ء میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے آپ کی میڈیکل پروفیشن میں نمایاں خدمات کو سراہتے ہوئے ستارہ امتیاز کے اعزاز سے نوازا۔ برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن پنجاب کے پریذیڈنٹ اور ۱۹۵۸ء میں روٹری انٹرنیشنل کلب لاہور چیپٹر کے پریذیڈنٹ چنے گئے اور میڈیکل کیریئر کے دوران مختلف یونیورسٹیوں میں بطور ممتحن رہے۔ ۱۹۴۷ء میں پنسلین کو علاج کے سلسلہ میں استعمال میں لائے جب کہ پنسلین ابھی تجرباتی سطح پر ہی تھی۔ اس کے کامیاب استعمال پر دنیا بھر سے انکو تہنیتی پیغامات وصول ہوئے۔ تقسیم ملک سے قبل قائداعظم سے سوال کیا۔ جناب مسلمان کی حالت تو انتہائی ناگفتہ بہ ہے حکومتی اداروں پر ہندو چھائے ہوئے۔ قائداعظم نے ڈاکٹر صاحب سے قدر خوش طبعی سے فرمایا۔

If a patient is very ill would not you like to treat him

ڈاکٹر صاحب اگر مریض بہت بیمار ہو تو کیا آپ اس کا علاج کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

ڈاکٹر صاحب کے مریضوں میں متحدہ ہندوستان کے بڑے بڑے صنعت کار اور سرمایہ دار جیسے سر شنکر لال، کنور مہندر سنگھ بیدی، کنور لاجندر سنگھ بیدل، مہاراجہ کپور تھلہ، نواب آف بہاولپور، والیٔ سوات، سر شفاعت احمد، سردار عبدالرشید چیف جسٹس آف سپریم کورٹ آف پاکستان، راجے مہاراجے اور والیان ریاست کے علاوہ فنکار اور تخلیق کار بھی ان کے مریض تھے۔ کندل لال سہگل، مشہور ستار نواز پنڈت روی شنکر، وغیرہ وغیرہ

ایک دفعہ لاہور ہائی کورٹ کے صد سالہ جشن کے سلسلہ میں صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان صدارت کے لئے ایک جلوس کی صورت میں صدارتی چبوترہ کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ان کی نظر سامعین میں ڈاکٹر صاحب پر پڑی۔ وہیں جلوس کو نظرانداز کر کے فوراً ڈاکٹر صاحب کی طرف بڑھے حال احوال پوچھا اس سارے وقت میں جج صاحبان کا جلوس چپ چاپ کھڑا رہا۔ جب تک کہ ایوب خان واپس اپنی پوزیشن میں نہ آگئے۔ اسی طرح ذوالفقار علی بھٹو جب پاکستان کے صدر تھے۔ میڈیکل ایجوکیشن پر ایک سیمینار کے سلسلے میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں آئے۔ کالج کے ہال میں بھٹو صاحب نے جب ڈاکٹر صاحب کو ہال کے ایک طرف کرسی پر تشریف فرما دیکھا تو خود ان کے پاس چل کر گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کرسی سے اٹھنے کی کوشش کی تو بھٹو صاحب نے کہا ڈاکٹر صاحب آپ بیٹھے رہیں میں تو اپنے Distinguished آدمی کی خیریت پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

(از "کرم الٰہی" مصنفہ ڈاکٹر منور علی صاحب صفحہ ۲۱۶)

آپ کی وفات پاکستان ٹائمز نے ان الفاظ میں شائع کی۔

The chapter of sergery is closed

## ملک کے نامور ماہر امراض چشم

## میجر جنرل نسیم احمد صاحب

ملک کے چوٹی کے آئی سرجن تھے۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ پاک آرمی میں **میجر جنرل کے عہدے پر ترقی پانے والے آپ پہلے ماہر امراض چشم** تھے۔ آپ پاک آرمی میڈیکل کالج کے پروفیسر بھی رہے۔ وفات کے وقت امراض چشم کے مشہور ترین ادارے الشفا آئی ٹرسٹ ہسپتال راولپنڈی میں چیف کنسلٹنٹ کے عہدے پر فائز تھے۔

۱۲ مارچ ۱۹۹۶ء کو بین الاقوامی ماہرین امراض چشم کی کانفرنس میں ان کو ڈاکٹر رمضان علی سید گولڈ میڈل دیا گیا۔ یہ ایوارڈ اور گولڈ میڈل صدر پاکستان کی طرف سے ہر سال کسی ایک نمایاں ترین ماہر چشم کو دیا جاتا ہے۔ محترم جنرل نسیم صاحب نے دوران ملازمت سری لنکا اور نیپال میں کئی میڈیکل ٹیموں کی قیادت کی اور ان ممالک کے لوگوں کی طبی خدمت میں نمایاں حصہ لیا۔ جماعتی طور پر ۹۴-۹۵ء میں گھانا میں دو دفعہ میڈیکل کیمپ لگا کر آنکھوں کے سینکڑوں آپریشن

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کئے۔ آپ کی مہارت اور نیک نامی کا اس قدر چرچا تھا کہ دوسرے ممالک سے بھی مریض آنکھوں کا معائنہ کروانے آتے تھے۔ چنانچہ سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فیصل نے آپ سے اپریشن کروایا اور آپ کا ایک لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔

## قاضی محمد اسلم ایم اے کینٹب

محترم قاضی محمد اسلم صاحب کا شمار پاکستان کے سینئر ترین ماہرین تعلیم میں ہوتا ہے۔ تعلیم کے محکمے میں آپ کو قریباً پچاس سال نہایت اہم عہدوں پر فائز رہنے کا موقع ملا۔ آپ کے شاگرد پاکستان اور بھارت میں تعلیم کے اہم میدانوں میں نمایاں عہدوں پر فائز ہیں۔ محترم قاضی صاحب یکے از رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ ۲ فروری ۱۹۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ ۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۱ء علی گڑھ میں پڑھتے رہے۔ ایم اے فلسفہ گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا اور فرسٹ آئے۔ پھر کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔

۱۹۲۳ء میں تعلیم و تدریس کے شعبہ سے منسلک ہوئے۔ ۱۹۲۴ء تا ۱۹۵۵ء گورنمنٹ کالج لاہور سے منسلک رہے۔ اس دوران آپ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل بھی رہے۔ اس دوران ۱۹۵۱ء میں بطور ڈی پی آئی اور سیکرٹری تعلیم پنجاب میں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۰ء تک تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل رہے۔

۱۹۳۹ء سے ۱۹۵۴ء کے عرصہ میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ فلاسفی اور سائکلوجی میں بورڈ آف سٹڈیز اور بورڈ آف ایگزیمینرز کے کنوینر اور چیرمین رہے مختلف اوقات میں سنڈیکیٹ کے رکن، تقرری بورڈ کے رکن، پنجاب یونیورسٹی لائبریری کمیٹی کے چیئرمین فیکلٹی آف ایجوکیشن کے سیکرٹری اور پنجاب یونیورسٹی کی سی ایس ایس تیاری کلاس کے ڈائریکٹر رہے۔

۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۲ء کے آٹھ سال کے عرصے کے دوران کراچی یونیورسٹی سے منسلک رہے۔ جہاں پر آپ نے شعبہ نفسیات کا اجراء کیا اور اس کے چیئرمین رہے۔ ایک سال تک پروفیسر اور رجسٹرار کراچی یونیورسٹی رہے۔ کراچی میں قیام کے دوران آپ نے یونیورسٹی کانفرنس میں پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے شرکت کی۔ قومی تعمیر نو کے سلسلہ میں منعقد کروائے گئے سائکولجسٹ سوٹ کی میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔ کراچی میں واپسی پر پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ اپلائڈ سکالوجی کا اجرا کیا۔ اور اس کے بانی چیئرمین رہے۔ اس کے علاوہ آپ مختلف اوقات میں پاکستان اکیڈمی آف سائنسز کے فیلو اور نیشنل سائنس پالیسی (ہیلتھ اینڈ میڈیسن) کے پینل کے رکن رہے۔ آل پاکستان فلاسفیکل کانگریس کے سیکرٹری اور صدر رہے اس کے علاوہ سائیکولوجی کانگریس کے بانی صدر رہے۔ ۱۹۶۵ء میں صدر پاکستان محمد ایوب خان کو مشورے دینے کیلئے سائیکولوجی وار افیئر (نفسیاتی جنگ) کی ایک کمیٹی بنائی گئی اس کے رکن رہے۔

۱۹۴۳ء میں آپ نے مشہور مدراس لیکچرز دیئے۔ مدراس یونیورسٹی نے ان لیکچرز کیلئے برصغیر کے تین چوٹی کے اہل علم حضرات کو مدعو کیا تھا۔ ان میں محترم قاضی صاحب کے علاوہ دو اور احباب میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، مولانا سید سلیمان احمد ندوی شامل تھے۔

قاضی صاحب کے لیکچرز کا موضوع The Meaning of History تھا۔

۱۹۶۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ میں جس کے آپ بانی چیئرمین بھی رہ چکے تھے ایک خصوصی عہدہ اقبال چیئر کے نام سے قائم کیا۔ محترم قاضی صاحب تین سال تک پنجاب یونیورسٹی کے پہلے اقبال پروفیسر رہے۔ جس پر شورش کاشمیری اس کے خلاف طوفان اور کہا "مسند اقبال بھی ایک قادیانی سے گیا" اس پر قاضی صاحب کہنے لگے ان کے جو جی میں آتا ہے کہتے رہیں مگر پنجاب یونیورسٹی کی فلسفہ کی اقبال چیئر پر لکھا ہوا میرا نام تو اب نہیں مٹا سکتے۔

جرمن زبان میں شائع ہونے والے ایک مشہور انسائیکلوپیڈیا کے مضمون نگاروں میں آپ واحد مشرقی فرد تھے جنہوں نے سائیکولوجی اینڈ اسلام کے موضوع پر مقالہ لکھا۔ آل انڈیا اور ریڈیو پاکستان پر آپ کی سینکڑوں تقاریر مختلف موضوعات پر نشر ہوئیں۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفہ المسیح الثالثؒ، پاکستان کے واحد نوبل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام صاحب اور پاکستان کے مشہور پروفیسر فلسفہ چیئرمین فلسفہ ڈیپارٹمنٹ سی اے قادر صاحب، ڈاکٹر اجمل نیازی صاحب، پروفیسر نذر حسین صاحب اور

# ملک وقوم کے درخشندہ ستارے

Digitized By Khilafat Library Rabwah
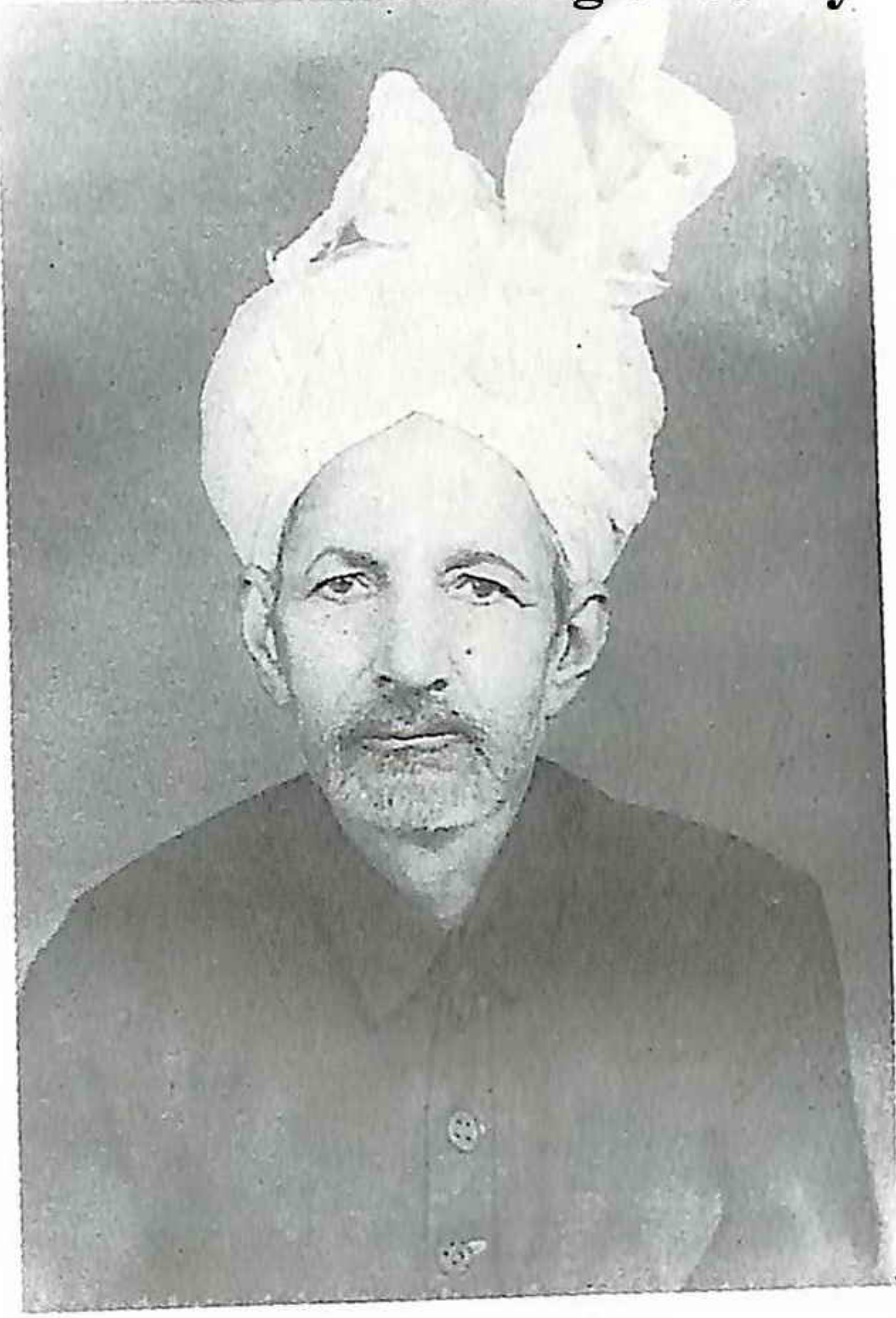
حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر

محترم آفتاب احمد خان صاحب
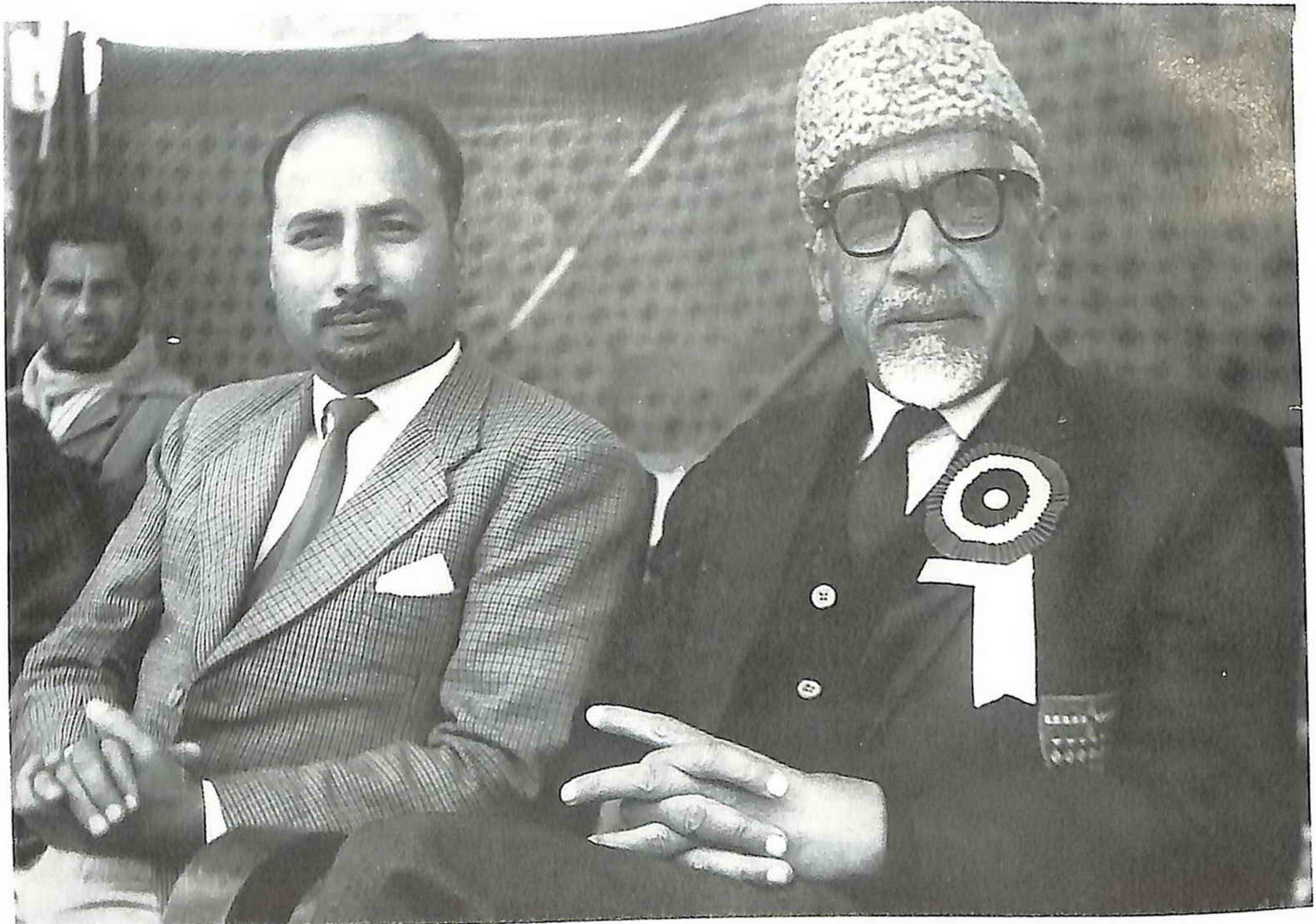
محترم پروفیسر نصیر احمد خان صاحب

محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ADJUTANT GENERAL · PAKISTAN ARMY

From: Brig Khurshid Rubbani, SJ,SK

General Headquarters
RAWALPINDI - PAKISTAN
No. 4845/3723/PS-2(b)
Dated the 16 Sep 1970.

Dear Sub M Mirza Khan Sahib

*As you are now leaving the service on retirement, I wish to take this opportunity to thank you on behalf of the Government and on behalf of the Commander-in-Chief for the contribution that you made towards the security of the Country.*

*I also thank you for all the work that you put in while in service and for your share of effort in building up the Army.*

*I wish you all happiness and good fortune in your future life.*

*Yours sincerely,*

Brigadier
*A/ Adjutant General,*
*Pakistan Army.*

PJO-32860 Sub Mohd Mirza Khan, AMC

## تعارف تصویر

محترم صوبیدار ریٹائرڈ راجہ محمد مرزا خان صاحب آپ کو پاک آرمی میں خدمات بجا لانے کے علاوہ فرقان بٹالین میں بھی شمولیت کی توفیق ملی۔ موصوف نے دوسری جنگِ عظیم کے عرصہ میں اٹلی میں احمدیت قبول کی۔ آپکو اپنے وسیع خاندان میں پہلا احمدی ہونے کا شرف حاصل ہے اور باثمر داعی الی اللہ ہیں۔ محترم راجہ صاحب کا آبائی مسکن موضع ادووال تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم ہے موصوف محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے والد محترم ہیں۔ آپ کو ریٹائرمنٹ پر پاک آرمی کی طرف سے تعریفی کلمات پر مشتمل جو سرٹیفکیٹ دیا گیا وہ اور اُس کا ترجمہ پیش ہے:-

## ترجمہ سرٹیفکیٹ

از بریگیڈیئر خورشید ربّانی۔ ایس جے۔ ایس کے۔
جنرل ہیڈ کوارٹرز
راولپنڈی۔ پاکستان

تاریخ ۱۶ ستمبر ۱۹۷۰ء
ڈیئر صوبیدار محمد مرزا خان صاحب

اب آپ جبکہ ریٹائر ہو کر نوکری سے علیحدہ ہو رہے ہیں مَیں اِس موقع پر حکومت اور کمانڈر اِن چیف کی طرف سے آپ کی اُن خدمات پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے وطن کی حفاظت کے سلسلے میں انجام دی ہیں۔

نیز نوکری کے دَوران جو امور آپ نے سرانجام دئے اور فوج کو مضبوط بنانے میں جو آپ کا حصّہ ہے اس کے لئے بھی مَیں آپ کا ممنون ہوں۔

مَیں دعا گو ہوں کہ مستقبل میں آپ کو خوشی اور خوش قسمتی نصیب ہو۔

بریگیڈیئر
دستخط
پاکستان آرمی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جماعت کے معروف شاعر چوہدری محمد علی صاحب (سابق پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ اور حال وکیل وقف نو صدر شعبہ انگریزی ڈیپارٹمنٹ جامعہ احمدیہ ربوہ) شامل ہیں۔

ملک سے باہر فلسفہ اور نفسیات کے اہم علمی جرنلز میں آپ کے مضامین چھپتے رہے۔ ملک اور بیرون ملک یورپین ممالک کے فلاسفر سے ان کے ذاتی مراسم تھے اور خط وکتابت جاری رہتی تھی۔ مشہور زمانہ برطانوی فلاسفر برٹنڈ رسل سے ان کی خاصی خط وکتاب تھی۔ محترم قاضی صاحب نہایت نرم خو مرنجاں مرنج شخصیت کے حامل تھے۔ بطور استاد طلبہ سے انتہائی شفقت کرنا ان کا خاصہ تھا۔ عمر کے آخری وقت کوئی بھی نوجوان محض حصول علم کی غرض سے چلا جاتا تو اسے اپنے قیمتی وقت میں سے خاصہ حصہ نکال کر دیتے اور ان سے مل کر آنے والا شخص زندگی کی ایک نئی لہر اپنے اندر محسوس کرتا۔ ایک بہت وسیع مطالعہ کے حامل اور منطقی تجزیہ کرنے والے تھے اور اپنے شعبہ میں حرف آخر تھے۔

آپ کو بہت سے جماعتی عہدوں پر خدمت کا موقع بھی ملا۔ وفات کے وقت آپ فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر تھے۔ آپ نے تفسیر القرآن اور حضرت خلیفہ المسیح الثانی کی بہت سی تصانیف کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا۔ مثلاً "انقلاب حقیقی" "دعوت الامیر" وغیرہ۔ "ہستی باری تعالیٰ" کے وسیع مضمون پر سالہاسال جلسہ سالانہ میں تقریر کرتے رہے۔ آپ نے ۶ دسمبر ۱۹۸۱ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کی۔

## پنجاب ہائی کورٹ کے جج

### مسٹر جسٹس شیخ بشیر احمد صاحب

محترم شیخ بشیر احمد صاحب سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان سابق جج پنجاب ہائی کورٹ، ملک کے نامور ماہر قانون دان تھے۔ محترم شیخ صاحب ۲۳ اپریل ۱۹۰۲ء کو پیدا ہوئے آپ کے والد محترم حضرت شیخ مشتاق حسین صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقاء میں سے تھے۔ آپ نے اسلامیہ کالج، گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پائی۔ لاہور لا کالج سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کر لیا۔ پھر پریکٹس شروع کر دی۔ اپنی خداداد ذہانت و محنت اور غیر معمولی قابلیت کی وجہ سے جلد ہی ممتاز وکلاء میں شمار ہونے لگے۔ بالخصوص دیوانی مقدمات میں آپ ملک کے چوٹی کے وکلاء میں سے ایک تھے۔ چار سال تک آپ پنجاب ہائی کورٹ لاہور کے جج رہے۔ بعد میں آپ نے پھر پریکٹس شروع کر دی۔ ۱۹۶۰ء میں سیرالیون کی ایک کانفرنس میں پاکستان کے نمائندہ کے طور پر شریک ہوئے۔ واپسی پر آپ کو حج بیت اللہ کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ ایک ممتاز ماہر قانون دان ہونے کے لحاظ سے بطور جسٹس آپ نے جو فیصلے کئے وہ ایک نظیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اکثر لوگ آپ کو وکیل کر کے مطمئن ہو جاتے۔ اس کے علاوہ محترم شیخ صاحب اوائل عمر سے ہی بہت دیندار تھے۔ عبادات اور دینی خدمت میں خاص شغف رکھتے تھے ایک لمبے عرصے تک آپ کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اہم دینی خدمات سرانجام دینے کا خصوصی شرف حاصل رہا۔ آپ سال ہا سال تک صدر انجمن احمدیہ کے ممبر رہے۔ ۱۸ سال تک امیر جماعت احمدیہ لاہور رہے۔ دار القضاء بورڈ کے قاضی اور پھر صدر بھی رہے۔ آپ آل انڈیا نیشنل لیگ کے پہلے صدر تھے۔ کشمیر کمیٹی کے زیر اہتمام کشمیریوں کے مقدمات کی مفت پیروی کرتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کے فسادات پنجاب کے بعد ممبر انکوائری کورٹ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے بلا معاوضہ پیروی کی۔ اس سلسلے میں بہت قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ انگریزی کے علاوہ اردو کے بھی اعلیٰ پایہ کے مقرر تھے۔ آپ کو حضرت مصلح موعود کا اعتماد حاصل تھا اور آپ حضرت مصلح موعود کے ہم زلف بھی تھے۔

## ستارہ خدمت کا اعزاز حاصل کرنے والے

### ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب

صدر پاکستان جناب فاروق احمد خان لغاری نے مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۹۴ء کو پاکستان انجینئرنگ کانگریس کے ۶۵ ویں سالانہ اجلاس کی افتتاحی تقریب منعقدہ پرل کانٹی نینٹل لاہور میں مکرم ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب کو بعد از وفات مبشر حسن گولڈ میڈل عطا فرمایا۔ یہ میڈل ان کے بیٹے میر حبیب احمد صاحب نے وصول کیا۔ اس موقع پر محترم

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب کے بارے میں ذیل کا بیان پڑھا گیا۔

"ڈاکٹر مبشر حسن جو کہ ایک مشہور انجنیئر اور پاکستان انجنیئرنگ کانگریس کے سابق صدر تھے انہوں نے ایک فنڈ قائم کیا تھا جس کا مقصد پاکستان انجنیئرنگ کانگریس کے مستقبل میں ہونے والے عام سالانہ سمپوزیم میں پیش کئے جانے والے بہترین ٹیکنیکل پیپر کے لئے میڈل دینا تھا۔ پاکستان انجنیئرنگ کانگریس کی ایگزیکٹو کونسل کی طرف سے مقالہ جات کی جانچ پڑتال کیلئے قائم شدہ سب کمیٹی نے فروری ۱۹۹۴ء میں ہونے والے ۶۴ ویں سمپوزیم کیلئے

Operation and maintenance of completed projects

موضوع پر پیش کئے جانے والے مقالہ جات میں معروف سائنسدان ڈاکٹر مشتاق احمد کے پیش کردہ مقالے کو تمام ٹیکنیکل پیپرز میں سب سے بہتر قرار دیا گیا۔ اس مقالے کا عنوان تھا۔

Historical review of develpment in design operation and maintenance of brrages in relation to surface flow.

ڈاکٹر صاحب اس سے قبل پانچ گولڈ میڈل بہترین مقالہ جات لکھنے پر حاصل کرچکے ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں پاکستان اکیڈمی آف سائنس نے واٹر مینجمنٹ کے موضوع پر ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں گولڈ میڈل دیا۔ ۱۹۶۵ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے آپ کو ستارہ خدمت کا ایوارڈ دیا گیا تھا۔

## پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب

محترم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب صدر شعبہ فزکس تعلیم الاسلام کالج ربوہ انتہائی مخلص خادم سلسلہ ممتاز ماہر تعلیم اور معروف شاعر تھے۔ مرحوم یکم جنوری ۱۹۲۵ء کو ویروو ال ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم السلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک' ایف سی کالج لاہور سے بی ایس سی کی اور ۱۹۴۷ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم ایس سی فزکس کیا۔ مئی ۱۹۵۱ء سے تعلیم السلام کالج سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۶۴ء تا ۱۹۶۵ء تک ڈریم یونیورسٹی انگلستان سے نیوکلیر فزکس کے مضمون میں پی ایچ ڈی کی۔ ۱۹۶۵ء میں آپ کو تعلیم الاسلام کالج کے شعبہ فزکس کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ جہاں آپ تادم آخر خدمات بجالاتے رہے۔

۱۹۶۷ء میں پنجاب یونیورسٹی کے بورڈ آف سٹڈیز فزکس کے رکن مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۹ء میں نئی تعلیمی پالیسی کے بارے میں حکومتی تجاویز پر نظرثانی کمیٹی کے سیکرٹری رہے اور اس میں کام کرتے ہوئے مرکزی حکومت کو ایک جامع رپورٹ پیش کی۔ ۱۹۶۵ء میں پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے فزکس کے سنیئر اساتذہ کے ریفریشر کورس میں لیکچر دیئے۔

ڈریم یونیورسٹی آکسفورڈ برک شائر اور دیگر کالجز اور یونیورسٹی میں تحقیقی کام کیا۔ ۱۹۷۱ء میں برٹش کونسل نے انہیں ڈریم یونیورسٹی کی کامن ویلتھ اکیڈیمک سٹاف فیلو شپ پیش کی۔ ۱۹۷۳ء میں انٹرنیشنل سنٹر برائے تھیورٹیکل فزکس ٹریسٹے اٹلی نے انہیں فیلو شپ پیش کی۔ اس کے بعد تاوفات اس ادارے کے ایوسی ایٹ ممبر رہے۔ خان صاحب کو متعدد بار بیرونی ملکوں کے دورے کرنے اور عالمی کانفرنسوں میں شرکت کا موقع ملا۔ اسی طرح سے انہوں نے ۷۳' ۷۷' ۷۸' ۸۱' ۸۳ میں یورپ' امریکہ' انگلینڈ اور کینیڈا وغیرہ کے دورے کئے۔ فزکس کے مختلف موضوعات پر کئی ریسرچ پیپرز لکھے جو عالمی معیار کے سائنسی جریدوں میں شائع ہوئے۔ فزکس کے سمسٹر سسٹم کے سلسلہ میں ابتدائی تجربہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں کیا گیا۔ اس سلسلہ میں ٹیلی ویژن پر ان کا انٹرویو بھی نشر ہوا تھا۔ مرحوم فزکس کے میدان میں ملک بھر کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے ماہرین تعلیم میں ایک ممتاز فرد تھے اور ملک کے ادبی حلقوں میں بھی معروف تھے۔ ان کا ایک شعری مجموعہ "رود چناب" کے نام سے شائع شدہ ہے۔

## بلند پایہ صحافی اور نامور ادیب وناول نگار

## قمر اجنالوی

برصغیر کے منفرد اور ممتاز شاعر صاحب طرز اور نامور ادیب ناول نگار بلند پایہ صحافی جناب عبدالستار المعروف قمر اجنالوی جولائی ۱۹۱۹ء میں بمقام اجنالہ پیدا ہوئے۔ ۳۰ مئی ۱۹۹۳ء کو جرمنی میں وفات پائی۔

قمر اجنالوی نے صاحب اسلوب قلمکار کے طور پر نصف صدی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

سے زائد عرصہ علم و ادب کی تخلیق میں گزارہ۔ ۳۰ سے زائد ضخیم اور معرکہ الآراء ناول تخلیق کئے۔ تاریخی ناول نگاری میں ممتاز مقام پایا۔ شہرہ آفاق ناولوں میں چاہ بابل، مقدس مورتی، دھرتی کا سفر، سلطان، جنگ مقدس اور ولی عہد شامل ہیں متعدد کتب پر ایوارڈ ملے۔

روزنامہ مسلم، روزنامہ ملت، روزنامہ مغربی پاکستان، ہفت روزہ صدائے وطن، کے ایڈیٹر رہے۔ نوائے وقت میں بھی ایک لمبے عرصہ تک منسلک رہے۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ میں بھی کام کیا۔

۱۹۸۰ء میں ان کے نعتیہ قصیدے بنام "خیر الانام" نے بے حد شہرت حاصل کی۔ روزنامہ جنگ نے اس کو اپنے ایڈیشن میں شائع کیا۔ ناقدین نے مولانا الطاف حسین حالی کی مسدس اور علامہ اقبال کے شکوہ کے بعد اس قصیدہ کا مرتبہ قائم کیا ہے۔ جرمنی میں ان کا قیام ایک کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں تھا۔ جس کا موضوع روس کی ٹوٹ پھوٹ کے بعد یورپ کی سیاسی صورتحال تھا۔ یہ کتاب آپ نے اپنے قیام کے دوران مکمل کرلی تھی۔ قیام پاکستان سے قبل آپ مسلم لیگ کی حمایت میں پیش پیش رہے۔ اور آپ قیام پاکستان سے قبل "ہندوستان کی دستوری کہانی اور پاکستان" کے نام سے ایک مدلل اور تاریخی انداز میں مسلم لیگ کا ہندو کانگریس کی آئینی جنگ کی تفصیل بیان کی ہے۔

(مضمون نگار کا یہ مضمون دراصل ایک جھلک ہے بے شمار میں سے چند ایک نمایاں احمدی محبان وطن کی جنہوں نے محنت اور خدمت کے اعتبار سے دنیا بھر میں پاکستان کا نام روشن کیا۔ ملک کے یہ فرزند آسمان کے ستاروں کی طرح دنیا کے افق پر چمکتے رہیں گے۔ مدیر)

ایم ایم احمد صدر کے اقتصادی مشیر مقرر کر دیے گئے

راولپنڈی ۴ ستمبر (اپ پ) صدر نے منصوبہ بندی کمیشن کے چیئرمین جناب ایم۔ ایم۔ احمد کو اقتصادی امور کے لیے صدر کا مشیر مقرر کیا ہے وہ بیرونی امداد کے اقتصادی رابطے شعبہ کے انچارج ہوں گے ان کا عہدہ وزیر کے برابر ہوگا اقتصادی رابطہ کا شعبہ نیا قائم کیا گیا ہے ایک پریس نوٹ میں کہا گیا ہے کہ اقتصادی امور کے شعبہ میں توسیع کر دی گئی ہے اس شعبہ کے مختلف ادارے بیرونی امداد کے حصول فنی امداد اور اقتصادی سرگرمیوں میں رابطے کے ذمہ دار ہوں گے جناب ایم۔ ایم۔ احمد منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین کے عہدے سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔ ڈپٹی چیئرمین کی حیثیت سے انہوں نے تیسرے پنجسالہ منصوبہ کا مسودہ اپنی نگرانی میں تیار کرایا انہوں نے قرضوں اور امداد کے حصول کے سلسلے میں دوسرے ملکوں کے ساتھ بات چیت کرنے والے وفدوں کی قیادت کی اور امدادی کنسورشیم اور امداد دینے والے دوسرے اداروں کے جلسوں میں پاکستان کی نمائندگی کرتے رہے۔ (امروز ۵ ستمبر ۱۹۷۰ء)

بقیہ از صفحہ ۱۲۶

ہوں۔ ہمارا دل پاکستان کیلئے دھڑکتا ہے۔ ہم جہاں بھی ہوں اپنے وطن کی خدمت کرتے رہیں گے۔ غلط فہمیاں بالآخر دور ہو جائیں گی۔

(بشکریہ ہفت روزہ حرمت اسلام آباد ۲۷ دسمبر تا ۲ جنوری ۱۹۹۷ء : الفضل ۲۸ فروری ۱۹۹۷ء)

(انٹرویو: زاہد ملک ایڈیٹر انچیف ہفت روزہ حرمت اسلام آباد)

Digitized By Khilafat Library Rabwah



گولڈن جوبلی پاکستان مبارک

# اکمل کمیشن شاپ

نیو غلہ منڈی۔ ڈجکوٹ روڈ۔ فیصل آباد

پروپرائٹر: شیخ حبیب

فون نمبر:۔ ۶۲۲۷۴۴، ۶۴۲۷۴۴

# چوہدری گیس سینٹر

۱۔ اپنی گاڑی گیس پر کرائیں۔ ۵۰ فیصدی بچت پائیں۔
۲۔ ہمارے ہاں ہر قسم کی پیٹرول گاڑیوں کو گیس پر کرنے کا بہترین، مکمل اور معیاری انتظام ہے۔
۳۔ L.P.G گیس دستیاب ہے۔
۴۔ ہر قسم کے گیس سلنڈروں کی خرید و فروخت بھی کی جاتی ہے۔

مکمل اعتماد کے ساتھ تشریف لائیں

G-43 نانھا خان گوٹھ نزد A-1 ہسپتال
شاہ فیصل کالونی۔ کراچی ۲۵

پروپرائٹر:۔ چوہدری مقصود احمد۔ چوہدری ناصر احمد

فون:۔ ۴۸۷۹ ۴۵

گولڈن جوبلی پاکستان مبارک

# نصرت آباد ماڈل اگریکلچر فارم

فضل بھمبھر وضلع میرپور خاص سندھ

منجانب:۔ تنویر احمد اکاؤنٹنٹ
نصرت آباد فارم

فون نمبر:۔ ۲۳۴۵-۲۳۸-۰

اپنے پیارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ

بنصرہ العزیز اور جماعت احمدیہ

عالمگیر کی خدمت میں دل کی

گہرائیوں کے ساتھ پُرخلوص

محبت بھرا اسلام عرض کرتے ہیں

ممبران مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ
راجن پور شہر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# ہم جہاں بھی ہوں ہمارا دل پاکستان کے لئے دھڑکتا ہے

## صدر کے اقتصادی مشیر۔ ایگزیکٹو ڈائریکٹر عالمی بنک

## محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم۔ایم۔احمد)

## ــــــــ سے ایک انٹرویو

- صدر ایوب کے دل میں وطن کی محبت اور گہرا درد اور انسانی ہمدردی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔
- پاکستان کی صنعتی اور معاشی صورتِ حال کا تجزیہ اور مفید راہنمائی۔
- آئی۔ایم۔ایف اور پاکستان کی ترقی کے لئے راہنما اصول
- پریسلر ترمیم کے خاتمہ اور اپنے وطن پاکستان کے لئے کامیاب جدّوجہد۔
- صدر ایوب نے کہا کوئی شخص چیخ چیخ کر سو دفعہ کہے کہ احمدی ملک کے خلاف ہیں تو میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی یقین نہ کروں گا۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

سوال :- پاکستان کے سابق صدر جنرل محمد ایوب خان کا دور حکومت کا سنہری دور تصور ہوتا ہے۔ ان کے عہد حکومت میں پاکستان میں تعمیرو ترقی کا غیر معمولی کام ہوا۔ آپ بھی اس نظام کا حصہ تھے اور سابق صدر کے اعلیٰ صلاح کاروں میں شامل تھے۔ میں آپ سے یہ جاننا چاہوں گا کہ یہ صدر ایوب کی ذاتی اور شخصی خوبیاں تھیں، ان کی ٹیم کی خوبیاں تھیں یا اس نظام کی خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے ان کے دور میں اس قدر قابل تعریف کام ہوا۔ غرض یہ کہ اس عہد میں ترقی کا اتنا زیادہ کام ہونے کے پس پردہ کیا عوامل کار فرما تھے؟

جواب :- ابتداء میں تو میں صوبائی حکومت میں شامل تھا۔ مجھے انہیں قریب سے دیکھنے کا موقع اس وقت ملا۔ جب میں ۱۹۶۲ء میں پہلی مرتبہ مرکزی حکومت میں بحیثیت فنانس سیکرٹری شامل ہوا۔ اس وقت حکومت کراچی سے اسلام آباد منتقل ہو چکی تھی۔ مجھے ان کی جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ **ان کا ملک و قوم کیلئے گہرا درد تھا۔ وہ بڑے محب وطن تھے۔** وہ ملک کی ترقی اور تعمیر کیلئے مستقل طور پر کوشاں رہتے اور قوم کو ترقی یافتہ قوموں کے شانہ بشانہ لا کھڑا کرنے کیلئے ہمیشہ سوچتے رہتے۔ وہ پاکستان کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لانا چاہتے تھے۔ ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ اپنے سرہانے کے نیچے ایک کاپی اور پنسل رکھتے اور اگر کوئی مفید بات ذہن میں آ جاتی تو اسے کاپی میں لکھ لیتے اور کابینہ کی میٹنگ میں زیر بحث لے آتے۔ بے شک وہ ایجنڈے میں شامل ہو یا نہ ہو۔

وہ بہت سادہ زندگی گزارتے اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ وطن کیلئے وقف تھا۔ جب تک بیماری نے ان پر حملہ نہیں کیا وہ بہت توانائی کے ساتھ ملک و قوم کیلئے کام کرتے رہے۔ البتہ بیماری کے بعد انہیں کمزوری نے آ لیا۔ اوپر سے مشرقی پاکستان کے حالات نے بڑی خرابی پیدا کی۔ پھر کچھ وزرا کے باہمی اختلافات نے بھی حالات پر اثر ڈالا۔ بھٹو صاحب اور نواب آف کالا باغ کے مابین کچھ اختلافات تھے اس سے بھی وہ پریشان تھے مگر اصل کمزوری ان کی بیماری کی وجہ سے آئی۔ ورنہ بیماری سے پہلے وہ ہر چیز پر مکمل طور پر حاوی تھے اور حالات پر ان کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ دوسرے مسائل بھی اسی لئے پیدا ہوئے کہ بیماری کی وجہ سے ان کا کنٹرول کمزور ہو گیا۔ مجھے کبھی کبھی بیرون ملک ہونے والی پرائم منسٹر کانفرنس میں ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن پرائم منسٹر کانفرنس میں کشمیر کے موضوع پر بحث ہو رہی تھی۔ دو گھنٹے تک بحث ہوتی رہی۔ بھارتی وفد کی قیادت مرار جی ڈیسائی کر رہے تھے۔ وہ کانفرنس کی کارروائی میں سے کشمیر کے ذکر کو گول کر جانا چاہتے تھے لیکن صدر پاکستان نے پورا دباؤ ڈال کر کارروائی میں اسے شامل کرایا۔ ان کا موقف تھا کہ جب اس موضوع پر دو گھنٹے تک بحث ہوتی رہی ہے تو پھر اسے کارروائی میں شامل نہ کرنے کا کیا جواز ہے؟ صدر مملکت نے کہا ہم یہ نہیں چاہتے کہ صرف ہمارا موقف دیا جائے۔ آپ نہ ہمارا موقف دیں نہ بھارت کا بلکہ اسے اس طرح شامل کریں کہ پرائم منسٹر کانفرنس میں کشمیر کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ اس پر دو گھنٹے تک بحث ہوتی رہی۔ اور کانفرنس نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ دونوں ممالک اس مسئلے کو باہمی افہام و تفہیم کے ساتھ خوش اسلوبی سے طے کر لیں۔ آخر میں کانفرنس کے صدر نے کہا کہ بہت بحث ہو گئی اور ایک چھوٹا سا ڈرافٹ بنا کر صدر (ایوب) کو پیش کیا۔ میں ان کے پیچھے بیٹھا تھا وہ انہوں نے مجھے دیا کہ میں بھٹو صاحب کو دکھاؤں۔ اس ڈرافٹ کا پہلا فقرہ تھا۔

Disputes between India and Pakistan came under discussion.

بھٹو صاحب نے "S" کاٹا اور Disputes کی بجائے Dispute The کر دیا۔

## انسانی ہمدردی

صدر صاحب کہا کرتے تھے کہ ہمیں پروگریسیو انڈسٹری لگانے کی ضرورت ہے جس میں مزدوروں کا استحصال نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ زراعت کو بھی ترقی یافتہ بنانا چاہتے تھے۔ انسانی ہمدردی کا جذبہ بھی ان میں بہت زیادہ تھا۔ سکندر مرزا ملک سے باہر تھے جب انہیں ہارٹ اٹیک ہوا۔ صدر صاحب کو پتہ چلا تو شعیب صاحب سے کہا کہ انہیں پانچ ہزار ڈالر بیماری کے اخراجات کے لئے بھیج دیں۔ شعیب صاحب نے کہا کہ ان کی بیگم یہاں پاکستان میں موجود ہیں میں انہیں کہتا ہوں کہ وہ روپے جمع کرا دیں تاکہ ان کے عوض سکندر مرزا صاحب کو ڈالر بھیجے جا سکیں۔ یہ بات صدر صاحب کو کچھ ناگوار سی گزری وہ کہنے لگے میرا مطلب یہ نہیں کہ آپ ان سے روپے لیکر ڈالر بھیجیں بلکہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اپنی طرف سے بھیج دیں کیونکہ بیماری کے دوران انہیں اخراجات کی شدید ضرورہوگی۔

اسی طرح جنرل نذیر تھے جو فیض صاحب والے سازش کیس میں ملوث رہے تھے ان کے بارے میں جب انہیں پتہ چلا کہ ان کے مالی حالات خراب ہو چکے ہیں تو انہوں نے پنجاب حکومت میں شیخ فضل الٰہی صاحب جن کے پاس زمینوں کے معاملات سے متعلقہ وزارت تھی سے کہا کہ انہیں آٹھ مربعے زمین الاٹ کر دی جائے۔ ان لوگوں کے ساتھ اختلافات بھی آئے اور لوگ بھی تھے لیکن انہوں نے ہرایک کے ساتھ بے حد انسانی ہمدردی کا سلوک کیا۔

سوال :- اس زمانے میں بہت سے بڑے بڑے لوگوں نے پرائیویٹ سیکٹر میں کارخانے لگائے اور سرمایہ کاری کی یہ فرمایئے کہ وہ کون سی وجوہات تھیں اور وہ کون سی بنیاد تھی جس کے حوالے سے ان لوگوں نے اس وقت کی حکومت کی پالیسیوں پر اعتماد کیا اور نجی شعبے میں بلا جھجک وسیع پیمانے پر سرمایہ کاری کی؟

جواب :- اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں یقین تھا کہ حکومت کی پالیساں مستقل بنیادوں پر استوار ہیں اس لئے وہ کتنی بھی سرمایہ کاری کریں ان کا سرمایہ محفوظ رہے گا۔ پالیسیوں میں تبدیلی یا تنزل کا تصور ہی کوئی موجود نہیں تھا۔ سیاسی استحکام کی وجہ سے سرمایہ کار حوصلے اور اعتماد کے ساتھ سرمایہ کاری کرتے تھے اور انہیں یقین ہوتا تھا کہ حکومت کی طرف سے انہیں ضروری تعاون ضرور حاصل ہوگا اور پھر انہوں نے منصوبوں پر یقینی عملدرآمد کے لئے "چیئرمین پلاننگ کمیشن" کا عہدہ قائم کیا۔ اس کے قیام کا مثبت نتیجہ یہ ہوا کہ منصوبہ بندی کا تمام تر عمل چونکہ صدر کے نام پر ہوتا اور تمام کام کے پیچھے ایک توانا قوت کار فرما رہتی اس لئے نتائج ہمیشہ غیر معمولی حاصل ہوتے اور حکومتی پالیسیوں پر اعتماد مضبوط سے مضبوط ہوتا رہتا۔

سوال :- کیا اس وقت کی حکومت کے پاس مستقبل کے بارے میں اس طرح کا کوئی تصور موجود تھا کہ آئندہ پانچ سال، دس سال، یا چند سال میں پاکستان کہاں پہنچے گا۔ آنے والے سالوں میں پاکستان کی کیا شکل و صورت ہوگی۔ کیا حکومت کے سامنے ایسا کوئی ٹارگٹ تھا کہ پاکستان کو کہاں پہنچانا ہے؟

جواب :- یقیناً تھا نہ صرف ان کے سامنے اس بارے میں ایک واضح تصور موجود تھا بلکہ ورلڈ بینک کے سامنے بھی تھا۔ جب انہیں ہارٹ اٹیک ہوا تو ورلڈ بینک کے صدر نے انہیں فوراً تار بھیجا اور تار میں لکھا کہ مجھے آپ کی بیماری کی بہت فکر لاحق ہوگیا ہے اگر آپ پانچ سال مزید اس نظام کو چلا سکتے تو پاکستان یقینی طور پر ترقی یافتہ ملک بن جاتا اور اپنے قرض اتارنے کے قابل بن جاتا۔ ان کی سمجھ میں یہ بات آتی تھی کہ اگر پاکستان کو اس نظام کو چلانے کیلئے صرف پانچ سال مزید مل جاتے تو پاکستان کی معاشی صورت حال بہت مضبوط ہو جاتی۔

**سوال :- میاں صاحب آپ صدر ایوب کے دور کی روشنی میں پاکستان کی موجودہ معاشی صورت حال کو کس طرح دیکھتے ہیں؟**

جواب :- پہلی بات تو یہ ہے کہ "احتساب" بالکل نہیں رہا۔ لوگ جو کچھ مرضی کرتے رہیں ان کا محاسبہ کوئی نہیں کرتا۔ دوسری بات یہ کہ ڈسپلن کی کمی ہے۔ کام کرنے کے جو قواعد ہیں ان کے مطابق کام کرنے کی اہلیت نہیں رہی۔ تیسری یہ کہ سروسز میں نظم و ضبط نہیں رہا۔ ہمارے وقت میں جو فیصلے ڈپٹی سیکرٹری کر لیتا تھا اب وہ سیکرٹری بھی نہیں کرتا۔ اسی طرح جو فیصلے سیکشن آفیسر کر لیتا تھا اب نہیں کرتا۔ اسی طرح کام کے کسی ایک جگہ مرکوز ہو جانے سے نتائج خاطر خواہ برآمد نہیں ہوتے۔ پھر کرپشن کی موجودہ صورت حال نے بھی بہت بگاڑ پیدا کیا ہے۔ المختصر کرپشن، احتساب کا فقدان اور امن و امان کی مایوس کن کیفیت وغیرہ کی وجہ سے موجودہ معاشی صورت تسلی بخش نہیں۔

سوال :- یہ تو ٹھیک ہے کہ اس وقت انفراسٹرکچر اور امن و امان کا مسئلہ تو ہے لیکن کچھ ایسا تاثر بھی محسوس ہوتا ہے جیسے ہمارے منصوبہ ساز ذہنوں کے پاس کوئی باقاعدہ منصوبہ ہی نہیں، کوئی پلاننگ نہیں، کوئی ٹارگٹ نہیں، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ آخر ہمارے ہاں بڑے پیمانے پر صنعت کیوں نہیں لگتی؟

جواب :- بھٹو صاحب نے جب صنعت کے بارے میں اپنی پالیسی مرتب کی تو ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسا آدمی دے دیں جو اس پالیسی کو اچھے طریقے سے چلا سکے، کامیاب کر سکے۔

سوال :- کہاں سے آدمی دیں؟

Digitized By Khilafat Library Rabwah

جواب :- ورلڈ بینک سے۔ تو میں نے کہا کہ محبوب الحق صاحب کو لے لیں۔

سوال :- آپ ان دنوں ورلڈ بینک میں تھے؟

جواب :- جی۔ میں وہاں ایگزیکٹو ڈائریکٹر تھا تو محبوب الحق یہاں سے چلے گئے۔ استعفیٰ دیکر۔ اس سے پہلے بھٹو صاحب یہاں آئے ہوئے تھے۔ ایران کے سفیر اردشیر نے کھانے پر بلایا ہوا تھا۔ وہ کھانے کے بعد ایمبیسی سے ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ وہاں بھی یہی بحث ہوتی رہی۔ پیرزادہ بھی ساتھ تھے۔ پیرزادہ نے ان سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسا آدمی نہ تجویز کریں جو ہماری فلاسفی سے ہم آہنگی نہ رکھتا ہو۔ وہ کہنے لگے کہ آپ مجھے اپنے معاشی نظریات کے حوالے سے اپنے معاشی ڈھانچے کے بارے میں آئیڈیا دیں۔ جب محبوب الحق آیا اور یہ تجویز آئی تو اس پر وزیر خزانہ مبشر حسن نے بہت بڑا تنقیدی نوعیت کا Critical نوٹ لکھا کہ

This is entry from back door into economic policy at the level of Deputy Chairman Planning Commission. This will not be acceptable.

تو بھٹو صاحب اس پر تھوڑے سے پیچھے ہٹے۔ میں جا کے ملا۔ میں نے کہا کہ جس Understaniding پر وہ آیا تھا اس کو بتا دیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں چیئرمین نہیں ہوں گا بلکہ فنانس منسٹر چیئرمین ہو گا۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ میں نہیں چاہتا کہ اگر میں چیئرمین ہوں اور کل کوئی خرابی ہو تو لوگ مجھے مورد الزام ٹھہرایں۔ میں نے کہا کہ آپ کو تو بہرحال مورد الزام ٹھہرایا جائے گا لیکن اگر آپ چیئرمین نہیں بننا چاہتے تو نہ بنیں لیکن اس کا فنانس منسٹری کے ماتحت کام کرنے کا خیال بھی درست نہیں۔ معیشت میں خاطر خواہ کامیابی کیلئے ان کا آزادانہ طور پر کام کرنا ضروری ہے۔ تو وہ کہنے لگے۔ اچھا۔ وقار سے کہو کہ وہ مجھ سے بات کریں۔ میں نے محبوب کے بارے میں پتہ کیا تو وہ لاہور سے جا چکا تھا۔ واپسی پر مجھے محبوب نے بتایا کہ مبشر مجھ سے کہتے تھے کہ آپ نے دو کام کرنے ہیں ایک تو ٹیکسٹائل کی صنعت کو قومیانہ ہے اور دوسرے یہ کہ میں مڈل کلاس کو ختم کر دینا چاہتا ہوں۔

سوال :- مڈل کلاس کو ختم کرنے سے ان کا کیا مقصد تھا؟

جواب :- مبشر کا خیال تھا کہ غریب طبقے کو آگے لایا جائے اور مڈل کلاس کو درمیان میں سے یکسر ختم کر دیا جائے۔ یہ صورت حال تھی۔

سوال :- **نیشنلائزیشن سے قومی معیشت پر کیا اثرات مرتب ہوئے۔**

جواب :- روپے کی قیمت میں کمی کر دی گئی اس سے پہلے ڈالر کے مقابلے میں ساڑھے سات تھی۔ انہوں نے گیارہ کر دی۔ تو جب گیارہ ہوئی تو صدر صاحب نے مجھے بلایا۔ آئی ایم ایف کے ساتھ اس سلسلے میں غلام اسحاق خان اور آفتاب قاضی نے بات کی تھی تو صدر صاحب نے مجھے بلایا اور کہا یہ بہت زیادہ ہے میں اس سلسلے میں بات کروں۔ میں نے آئی ایم ایف سے بات کی تو انہوں نے بتایا کہ یہ تو پاکستان کی جانب سے بذات خود کمی کی گئی ہے اور اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں نے غلام اسحق خان سے بات کی کہ یہ آپ نے کیوں کیا۔ اتنی زیادہ کمی کیوں کر دی یہ تو بہت زیادہ ہے۔ کہنے لگے ہاں میں مانتا ہوں کہ یہ بہت زیادہ ہے۔ لیکن یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ اگر ڈی ویلیوایشن کو کامیاب کرنا ہے تو اس میں ایک ڈسپلن اور مخصوص پالیسی کا اپنانا ضروری ہوتا ہے اور یہ گورنمنٹ نے نہیں کرنا تھا تو میں نے سمجھا کہ بہتری یہی ہے کہ ایک ہی جمپ میں ایسے لیول پر لے جاؤ کہ پھر دوبارہ مستقبل قریب میں جلد ہی روپے کی قیمت میں کمی نہ کر سکیں۔

سوال :- یعنی آپ سمجھتے ہیں کہ بھٹو صاحب کی نیشنلائزیشن سے ملکی معیشت کو دھچکا لگا؟

جواب :- یقیناً۔ کیونکہ اس سے نہ ڈسپلن رہا اور جو فرد کا مفاد ہوتا ہے وہ بھی غائب ہو گیا۔ پریشر یہ تھا کہ یہ کام کر لو، وہ کام کر لو، افرادی قوت کا جو صنعت کے لئے تناسب ہوتا ہے وہ بھی وجود برقرار نہ رہ سکا اور نہ ہی کسی قسم کے محاسبے کی کوئی شکل رہی۔

سوال :- **اب آپ کیا سمجھتے ہیں کہ پاکستان معاشی طور پر دوبارہ اپنے پاؤں پر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہے۔ نیز یہ کہ محبوب الحق صاحب نے جو زرعی اصلاحات تجویز کی تھیں ان کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟**

جواب :- پہلی زرعی اصلاحات غالباً ایوب خان کے دور میں ہوئیں۔ انہوں نے ایک کام یہ کیا تھا کہ انہوں نے ہر سیکٹر کا جائزہ لیا۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

انہوں نے لینڈ ریفارم کیلئے ایک کمیشن بٹھایا تاکہ جو جو نقائص اور خامیاں ہیں ان کا جائزہ لے کر انہیں دور کرنے کیلئے اقدام کیا جا سکے۔ اس میں تھوڑی سی گڑبڑ یہ تھی کہ زرعی اصلاحات کو جس حد تک جانا چاہئے تھا اس حد تک نہیں ہوئیں اور ہاریوں یا کسانوں کو ان سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ بڑے زمینداروں نے اپنی زمینوں کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر لیا اور ان اصلاحات سے وہ فائدہ نہ ہو سکا جس کے لئے وہ کی گئی تھیں۔

**سوال:۔ کیا آپ کوئی ایسا فارمولا پیش کرنا چاہئیں گے کہ پاکستان کس طرح ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔**

جواب:۔ میرا خیال ہے کہ فارمولا تو یہی ہو سکتا ہے کہ نمبر ایک ملک کے اندر سیاسی استحکام ہو پھر پالیسیوں میں تسلسل ہو اور اخراجات پر کنٹرول ہو جس طرح ہو محکمے میں ہر سطح پر قومی دولت کا ضیاع ہو رہا ہے وہ کم ہو کنٹرول میں لایا جائے۔ بے جا اخراجات ختم کئے جائیں اور سب سے اہم بات یہ کہ محاسبے کی کوئی شکل لازماً موجود ہو اگر یہ کچھ کر لیا جائے تو شاید کوئی بہتری کی صورت نکل آئے۔

سوال:۔ ہمارے ہاں سیاسی حکومتیں تو تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ کیا کوئی ایسی صورت ممکن نہیں کہ جو معاشی پالیسیاں مرتب ہوں ان کا تسلسل برقرار رکھنے کیلئے ان پالیسیوں کو آئینی تحفظ حاصل ہو جائے تا کہ بیرونی سرمایہ کاروں کا اعتماد بحال رہے۔

جواب:۔ یہ تو بہت ضروری ہے بیرونی سرمایہ کاروں کو یقیناً یقین دہانی ہونی چاہئے کہ وہ پر اعتماد ہو کر سرمایہ کاری کر سکتے ہیں۔ دیکھیے نا ورلڈ بینک نے بھی اس قسم کا یقین دہانی کا نظام قائم کر رکھا ہے کہ جو لوگ نجی سطح پر سرمایہ کاری کرتے ہیں انہیں تحفظ کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے۔ یہ بہت ضروری ہے اس کے بغیر نہ تو ملک کے اندر اعتماد پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی ملک کے باہر اعتماد ہو سکتا ہے۔

**سوال:۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ جس طرح ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے جال میں جکڑے گئے ہیں اس سے کیا ہمارا اقتدار اعلیٰ یرغمال بن کر نہیں رہ گیا؟**

جواب:۔ ایک حد تک تو یہ بات درست ہے کیونکہ جب ہم قرضہ لیتے ہیں تو اس سلسلے میں جو ان کے نظریات (concept) ہیں ان کو انہی اقدار اور اپنے نقطہ نظر کو آپ پر جبراً نافذ (Enforce) کرتے ہیں چاہے آپ کے حالات درست ہوں یا نہ ہوں۔ دوسرے ان کا اپنے مقاصد کے آپ پر نفاذ کا جو طریقہ کار ہوتا ہے وہ ایسا ہوتا ہے جس سے آپ کی سیاسی آزادی یقیناً متاثر ہوتی ہے **اس لئے اصل حل یہ ہے کہ قرضے حاصل نہ کئے جائیں۔ قرضوں کے بغیر بھی کئی ممالک نے ترقی کی چین نے بڑی حد تک** ترقی کی لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ خود پر ہم لوگ جبر کریں۔ قربانی دیں اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کریں۔ جب تک یہ نہیں کریں گے ہم ایک آزاد قوم کی حیثیت سے ترقی نہیں کر سکتے۔

سوال:۔ آپ کافی عرصہ سے امریکہ میں مقیم ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وطن عزیز کی تعمیر و ترقی کے سلسلہ میں آپ کوئی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ کیا آپ ایسا محسوس نہیں کرتے۔

جواب:۔ یقیناً محسوس کرتا ہوں اور اس بارے میں' میں تو کیا سبھی محسوس کرتے ہیں۔ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں۔ **ہم ملک سے باہر آ کر کچھ خوش نہیں ہیں۔ ہمارے دل اور ہماری تمام تر توجہ پاکستان میں مرتکز ہے۔** مگر ہمیں حالات نے ملک سے باہر آنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کم از کم ہماری کمیونٹی کی قیادت کیلئے ملک میں رہنا ناممکن بنا دیا گیا۔ جو آرڈیننس جاری ہوا اس کے مطابق ایک احمدی کی ہر حرکت جرم کے زمرے میں شامل ہو گئی۔ وہ معصوم بھی ہو اس نے کوئی قابل اعتراض حرکت نہ کی ہو مگر اسے دھر لیا جائے کہ تم غیر مسلم ہو کر مسلمانوں کی طرح کیوں رہتے ہو۔ اس بات کی چھ مہینے کیلئے سزا ہے۔ آپ کہیں "اسلام علیکم" یا آپ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

اپنے گھر یہ دفتر یا کہیں بھی "اللہ"، "محمد" یا اس نوعیت کی کوئی پلیٹ نہیں لگا سکتے۔ وہاں اذان پر پابندی ہے۔ میرے خیال میں یہ آرڈیننس نہ صرف غیر اسلامی ہے بلکہ آئین کی روح کے بھی خلاف ہے۔ جس میں تمام اقلیتوں کو مذہبی آزادی کا حق دیا گیا ہے۔ خود قائداعظم کا جو گیارہ ستمبر ۱۹۴۷ء کا فرمان ہے یہ اس کے بھی خلاف ہے۔ اس کا کوئی جواز نہیں اور پھر ملک میں ایک ایسی فضا قائم کی گئی ہے کہ بجائے اس کے لوگوں کو متحد کیا جائے لوگوں کو منتشر کرنے اور ایک دوسرے سے دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہماری قومی زندگی کے پچاس سال گزر گئے ہیں مگر ابھی تک ملک کے اندر نہ تو آئینی استحکام آیا ہے اور نہ ہی لوگوں کے درمیان اتحاد کی کوئی صورت بنی ہے۔ جہاں تک ہماری جماعت کا تعلق ہے اپنی خوشی سے باہر نہیں آئی اسے ملک چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود ہمیں جب بھی کوئی موقع ملتا ہے ہم پاکستان کیلئے ضرور کام کرتے ہیں اور جو کچھ ممکن ہوتا ہے وہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر تین چار مثالیں دیتا ہوں۔ ہماری تعلیم ہماری رگوں میں اور ہمارے خون میں سرایت کر چکی ہے وہ یہ کہ ملک کے ساتھ ہر صورت میں وفاداری کو نبھانا ہے تو ایک دفعہ لندن میں ایک کانفرنس ہوئی تھی اس کے بعد پریس کانفرنس ہوئی جس میں ایک امریکی ڈاکٹر تھے۔ ڈاکٹر مظفر احمد وہ (احمدی) ہو گئے تھے۔ (یہ ان کا احمدی ہونے کے بعد کا نام تھا) انہوں نے سوال کیا کہ اب جب کہ پاکستان میں اس کمیونٹی کے خلاف اقدام ہو چکا ہے تو کیا آپ یہ مناسب نہیں سمجھیں گے کہ اپنے ایم این اے اور سینیٹرز حضرات سے کہیں کہ وہ پاکستان کی ایڈ بند کرنے کیلئے تجویز دیں تو اس کا انہوں نے بڑا خوبصورت جواب دیا۔ اس نے کہا کہ ہم پاکستان کے خلاف نہیں ہیں۔ ہم پاکستان کے حق میں ہیں۔ ہم صرف اس پالیسی کے خلاف ہیں جو ہمارے نزدیک (دین) کے خلاف ہے۔ آئین کے خلاف ہے۔ ملک کے بانی کے خلاف ہے۔ ہم اس پالیسی کے خلاف کوشاں رہیں گے۔ لیکن ہم ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جو پاکستان یا پاکستان میں رہنے والوں کیلئے کسی طرح سے ذرا بھی نقصان کا باعث ہو۔ یا پھر حال ہی میں پریسلر ترمیم کے خلاف جو براؤن ترمیم کیلئے کوشش ہوئی تھی تو اس وقت مجھے بھی ایمبیسی نے کہا کہ میں بھی اس سلسلے میں کوشش کروں۔ تو میں نے اس وقت بڑی بھرپور کوشش کی تھی۔ یہاں تک کہ یہاں پاکستانی کمیونٹی اور تمام متعلق حلقوں میں خاصی دھاک بیٹھی اور حیرت سے لوگوں نے کہا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ یہ ملک کے خلاف ہیں لیکن انہوں نے تو ملک کے لئے بڑا کام کیا ہے اور جان کی بازی لگا کے جدوجہد کی ہے۔

**سوال:۔** آپ نے ذاتی طور پر اس میں کوئی کردار ادا کیا ہو؟

**جواب:۔** جی ہاں! ذاتی طور پر بھی کیا اور ہماری جماعت کی یہاں کوئی چالیس کے قریب کمیٹیاں ہیں۔ ان سب کو لکھا کہ اپنے اپنے ایم این اے حضرات اور سینیٹرز کو کہیں کہ وہ اس سلسلہ میں اپنا اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں اور کام کریں۔ خاص طور پر ۱۴ ممبرز کو جن کی کمیٹی بیٹھی تھی۔ ان پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اس سلسلے میں بھرپور کوشش کریں۔ میرے اپنے امریکن دوست تھے گورنر ریٹائرڈ۔ ان سے میں نے بات کی ان کی میں نے پریسلر سے بات کرائی۔ اس حوالے سے جو سب سے زیادہ موثر آدمی تھا وہ ری پبلکن تھا اور یہ بھی ری پبلکن تھے۔ میں نے ان سے بھی کہلوایا۔ تو اس نے کہا کہ تم فون

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کر کے آ جانا اور میں اس سلسلے میں بھرپور کوشش کا وعدہ کرتا ہوں۔
اسی طرح میرے ایک اور پروفیسر دوست تھے۔ مجھے کہنے لگے کہ تم کیوں کرتے ہو جب تمہارے خلاف اس قدر زہر اگلا جاتا ہے تو پھر تم کیوں اس قدر کوشش کر رہے ہو تو میں نے ان سے کہا ہماری مخالفت گورنمنٹ کی پالیسی سے ہے لیکن ہماری مخالفت کا کوئی بھی اور ذرا سا بھی حصہ پاکستان کے خلاف نہیں ہے۔ ہم ملک کے اتنے ہی وفادار ہیں جتنا کسی محب وطن کو ہونا چاہئے۔ ہم ملک کے مفاد میں ہمیشہ کام کرتے آئے ہیں اور جہاں بھی ضرورت پڑے گی ہم کام کریں گے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ فیلڈ مارشل ایوب خان مجھے کہنے لگے کہ اگر کوئی شخص چیخ چیخ کر سو دفعہ کہے کہ یہ جو احمدی ہیں یہ ملک کے خلاف ہیں تو میں اس پر ایک سیکنڈ کیلئے بھی یقین نہ کروں گا۔ کہنے لگے کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران میں نے ایک بہت ہی خطرناک مشن پر بھیجنے کیلئے دس آدمیوں کو بلایا اور کہا کہ جس مشن پر آپ کو بھیجا جا رہا ہے وہ اتنا خطرناک ہے کہ اس میں زندہ بچ کر واپس آنے کا امکان صرف دس فیصد ہے جب کہ ۹۰ فیصد امکان یہی ہے کہ وہ واپس نہیں آئیں گے تو پہلا آدمی جس نے اثبات میں فوراً ہاتھ اٹھایا وہ احمدی تھا۔

سوال :- کون صاحب تھے وہ؟

جواب :- منیب نام تھا اس شخص کا۔ وہ پائلٹ تھا۔ تو کہنے لگے کہ ایسی صورت حال میں میں کیسے یقین کر لوں کہ احمدی ملک کے دشمن ہیں۔ اسی طرح ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بہت سے احمدیوں نے اپنی جانیں دیں۔ الزامات کا کیا ہے وہ تو لوگ لگاتے ہی رہتے ہیں کبھی کسی کا ایجنٹ بنا دیتے ہیں کبھی کسی کا۔ لیکن احمدیوں نے ہمیشہ ملک کے لئے قربانیاں دیں۔ آپ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو لے لیجئے۔ انہیں جو اعزاز ملا انہوں نے وہ ملک کیلئے وقف کر دیا اور حکومت سے کہا کہ اسے تعلیم کی ترقی اور دوسرے مقاصد کیلئے استعمال کریں۔ مجھے ایک دن کہتے ہیں کہ مجھے اعزاز ملا ہے اور مجھے بھارت کی طرف سے بار بار پیغام آ رہے ہیں کہ تم یہاں آؤ ہم تمہیں ہر طرح سے نوازیں گے لیکن میں پاکستان میں جب تک نہ جاؤں گا یہ مجھے بڑا ناگوار گزرتا ہے کہ میں کسی اور ملک کی دعوت قبول کر لوں اور ساتھ ہی انہوں نے اپنی وفات تک پاکستانی شہریت قائم رکھی۔ انگریزوں نے بھی انہیں بار بار اس طرح کی شہریت دینے کی دعوتیں دیں لیکن انہوں نے ہمیشہ اپنے ہی ملک کا شہری رہنے کو ترجیح دی۔ ہمیشہ اپنے ملک کا مفاد عزیز رکھا۔ یہ ایک قومی جذبہ ہی تھا جس کا انہوں نے ہمیشہ پاس رکھا۔

سوال :- میاں صاحب ہمارے ہاں احمدی حضرات تقریباً ہر ادارے میں بہت اچھے معیار کے ساتھ نہایت آرام دہ زندگی گزار رہے ہیں حکومت میں بھی ہیں، فوج میں بھی ہیں اور کاروبار میں بھی بہت سے لوگ ہیں مگر ایسا کبھی دیکھنے میں نہیں آیا کہ ان کا دائرہ حیات تنگ ہوتا جا رہا ہو اور پاکستان میں ان کیلئے زندگی گزارنا مشکل کر دی جائے۔

جواب :- خیر ایسا بھی نہیں بہت سی کہانیاں ایسی موجود ہیں جیسے میں نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پڑھے لکھے لوگوں میں نہ ہو لیکن ان پڑھ لوگوں میں اور جو ملاؤں کے زیر اثر آتے ہیں ان میں شدید تعصب موجود ہے۔ ابھی پچھلے دنوں انہوں نے ایک احمدی کو قتل کر دیا ہے۔ یہ صوبہ سرحد میں واقعہ رونما ہوا۔ اس طرح تین چار ہزار کیس........ ہیں۔ کوئی ۲۱، ۲۲ احمدی شہید کئے گئے ہیں۔ ایک کیس اس طرح ہوا کہ ایک ڈاکٹر تھا حیدر آباد میں۔ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میرا بیٹا سخت بیمار ہے آپ اسے گھر جا کر دیکھ لیں۔ ڈاکٹر نے اپنے مریضوں سے معذرت کی کہ میں اس کے بیٹے کو دیکھ آؤں کیونکہ اس

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کی حالت زیادہ خراب ہے۔ واپس آکر آپ کو دیکھتا ہوں۔ اس طرح وہ بندہ ڈاکٹر کو اپنے ساتھ گھر لے گیا اور گھر جا کر اسے شوٹ کر دیا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات ہوئے ہیں۔ میں نے تو انہیں تجویز دی تھی کہ اس آرڈی نینس کو اگر ختم نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا ضرور کریں کہ پینل کوڈ میں جو پروویژن ہے اس قسم کے مقدمات کے اندارج کا جن کا تعلق مذہب سے ہو وہ براہ راست تھانے میں درج نہ کرائے جائیں بلکہ وہ ہوم سیکرٹری کے پاس درج کرائے جائیں۔ پھر ہوم سیکرٹری دیکھے کہ کیا درج کرائے گئے مقدمات میں اتنی قوت ہے کہ اسے عدالت میں سماعت کیلئے پیش کیا جائے۔ اس سے کم از کم یہ تسلی تو ہوگی کہ وہی مقدمات زیر سماعت آئیں گے جن میں واقعتاً حقیقت ہوگی۔ کچھ مقدمات ایسے ہیں جو دس دس سال سے پڑے ہوئے ہیں اور پیشیاں پڑتی رہتی ہیں۔ مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ ان کا صرف وقت اور پیسہ ضائع ہو۔ اس طرح کے مقدمات ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔

بھٹو صاحب سے میں ملا۔ انہوں نے مجھے ۷ جنوری کو بلایا میں پاکستان گیا ہوا تھا کہنے لگے کہ دیکھو میں نے الیکشن کا اعلان کر دیا ہے ہم سے یقیناً کچھ غلطیاں ہوئی ہیں لیکن اگر ہم ایسا نہ کرتے تو ملک میں بڑا ہنگامہ ہوتا۔

**سوال:-** یہ کب کی بات ہے؟

**جواب:-** ۱۹۷۷ء میں جنوری کی سات تاریخ تھی۔

**سوال:-** اسلام آباد میں ملے تھے؟

**جواب:-** جی ہاں! اسلام آباد میں۔ کہنے لگے کہ جب یہ ہوا تو اس وقت موقع ہی ایسا پیدا ہو گیا تھا کہ مجبوری تھی لیکن میں اب نہیں چاہتا کہ مزید اس قسم کا کوئی قدم اٹھایا جائے۔

**سوال:-** کیا انہوں نے پچھتاوے کا اظہار کیا؟

**جواب:-** ان کا معذرت خواہانہ انداز تھا کہ یہ جو کچھ ہوا در اصل نہیں ہونا چاہئے تھا۔ یہ غلطی ہو گئی بلکہ انہوں نے مجھ سے باقاعدہ معذرت چاہی اور آئندہ انتخابات میں ان کی مدد کرنے کی اپیل کی۔ ایک شخص رفیع رضا تھے کراچی کے۔ انہوں نے بھٹو صاحب سے کہا کہ دیکھئے انہوں نے آپ کے الیکشن کیلئے اتنا کام کیا ہے اگر آپ نے اب بھی ان کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو آپ سے بڑا احسان فراموش اور کوئی نہیں ہوگا۔

**سوال:-** میں سمجھتا ہوں کہ ریکارڈ کے مطابق دو تین حوالوں سے آپ کی جماعت نے انہیں سپورٹ تو کیا۔

**جواب:-** لیکن ہم نے ووٹ نہیں دیئے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلے اپنے آپ کو غیر مسلم کہو پھر تم سے ووٹ لیں گے۔

**سوال:-** آپ کا عالمی ہیڈ کوارٹر جو ہے وہ برطانیہ میں ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ پاکستان آنے کے بعد کام کرنے کے حوالے سے برطانیہ کی فضا آپ کیلئے موزوں اور موافق ہے یا نہیں؟

**جواب:-** یہ درست ہے کہ برطانیہ میں عارضی ہیڈ کوارٹرز ہونے کی وجہ سے جو رابطے کی سہولتیں ہیں وہ فائدہ مند ثابت ہو رہی ہیں اور جماعت نے جو ایک پروگرام شروع کر رکھا ہے وہ ساری دنیا میں دیکھا جاتا ہے اب ۲۴ گھنٹے پروگرام جاری رہتا ہے۔

**سوال:-** اس پروگرام کا نام کیا ہے؟

**جواب:-** ...... ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل" اس وجہ سے اس جانب بیعتوں کا رجحان بہت بڑھ گیا ہے۔ پچھلے سال 16 لاکھ بیعتیں ہوئیں۔ پہلے سال 2 لاکھ تھیں۔ پھر چار لاکھ، پھر 8 لاکھ اور اب 16 لاکھ ہیں۔ اور سینی گال میں تو پارلیمنٹ کے 26 ممبران احمدی ہیں اور گھانا میں کوئی 8 ملین لوگ ہیں اور وزیر وغیرہ ہیں۔

**سوال:-** کیا یہ درست ہے کہ برطانیہ اور امریکہ وغیرہ آپ کی جماعت کی مالی طرز پر سرپرستی کرتے ہیں۔

**جواب:-** قطعاً نہیں۔ کوئی سرپرستی نہیں۔ تمام اخراجات جماعت کے لوگ خود برداشت کرتے ہیں۔ عارضی طور پر ہمارا ہیڈ کوارٹر ضرور برطانیہ میں ہے۔ دنیا بھر کے لئے ہماری ساری خط و کتابت ربوہ ہی کے نام پر ہوتی ہے۔ کیونکہ بہرحال ہمارا اصل ہیڈ کوارٹر تو وہی ہے۔ سینی گال میں ہمارا سینٹر ۱۹۸۹ء میں قائم ہوا تھا۔ وہاں ہم نے ۲۰ مارچ ۱۹۸۹ء کو جماعت کی ایک تقریب منعقد کی۔ اس وقت تک سو سال مکمل ہو چکے تھے۔ جو ہمارے بانی ہیں انہوں نے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو بیعت لی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۲۳ مارچ کی تاریخ ہماری زندگی میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ بہرحال ہم جہاں بھی

بقیہ صفحہ 139 پر

Digitized By Khilafat Library Rabwah


## الاحمد موٹر ورکشاپ

پُرانی گاڑیوں کی خرید و فروخت کے لئے
رجوع کریں نیز ڈاٹسن، پک اپ کرائے پر
دستیاب ہیں۔

پروپرائٹر:۔ منور احمد۔ محمود احمد
عمر کوٹ روڈ کنزی ضلع عمر کوٹ

ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل کی چوبیس گھنٹے
کی نشریات کے آغاز پر عالمگیر جماعت
احمدیہ کو دلی مبارکباد۔

آپ کی دعاؤں کا محتاج
زاہد کلیم
مجلس دارالرحمت کنزی ضلع عمر کوٹ

ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل کی چوبیس گھنٹے
کی نشریات کے آغاز پر عالمگیر جماعت احمدیہ
کو دلی مبارکباد

منجانب:۔ طارق احمد قائد مجلس
و ممبران مجلسِ عاملہ محمود آباد
ضلع عمر کوٹ سندھ

## العروج فیڈ اینڈ چکس

ہمارے ہاں ایک دن کا رنگین کاک بیٹر،
برائلر اور مصری چوزہ اعلیٰ کوالٹی کا دستیاب ہے

پروپرائٹر:۔ شاہد انجنیئر
غلہ منڈی ہارون آباد ضلع بہاولنگر
فون رہائش: ۰۶۹۱-۵۱۶۳۰
دفتر: ۵۲۰۳۰

Digitized By Khilafat Library Rabwah

امپورٹڈ کراکری ، ہوزری ،

اور

بچوں کے گارمنٹس کا مرکز

احمد جنرل سٹور

مسلم بازار۔ گجرات شہر

فون :- ۵۱۳۹۱۵

Digitized By Khilafat Library Rabwah

## سندھ کے سابق چیف سیکرٹری، نگران وزیر، محبِّ وطن احمدی

# جناب کنور ادریس صاحب

## سے ایک انٹرویو

جناب کنور ادریس سندھ کی کابینہ میں خزانہ ' ریونیو ' ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن اور منصوبہ بندی کے وزیر مقرر کئے گئے تو صوبہ سندھ میں ہل چل سی مچ گئی۔ ان کے عقیدہ کی بنیاد پر لوگوں کو اعتراض ہے کہ انہیں صوبائی کابینہ میں شامل نہیں کیا جانا چاہئے تھا۔ اس سلسلے میں پاکستان بھر میں بالعموم سندھ میں بالخصوص احتجاج اور ہڑتالیں ہوئیں۔ متعدد مذہبی جماعتوں اور تنظیموں نے وزیر اعلیٰ سندھ بلکہ صدر پاکستان پر بھی جناب کنور ادریس کو برطرف کرنے کیلئے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا اور یہ بھی دھمکی دی کہ قادیانی وزیر کو وزارت دے کر آئین کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ ان کا یہ الزام ہے کہ ایک قادیانی نے مسلمان کی حیثیت سے حلف اٹھا کر دھوکا دیا ہے۔ ہم نے سوچا کہ اس بارے میں کنور ادریس کا نقطہ نظر معلوم کیا جائے۔ اس انٹرویو میں اس خاص نکتے کے ساتھ ساتھ صوبے کی عام اقتصادی حالت اور دیگر متعلق امور پر بھی ان سے بات چیت کی گئی۔

سوال :۔ آپ نے بیوروکریسی کے کل پرزے کی حیثیت سے طویل عرصے تک سرکاری ایڈمنسٹریشن چلایا اب وزارت کی طرف کیسے آ گئے۔

جواب :۔ میں ۳۶ سال کی سرکاری ملازمت کے بعد تین سال قبل ۱۹۹۳ء میں ریٹائر ہوا۔ سرکاری ملازمت میں ترقی کرتا ہوا اعلیٰ ترین عہدوں تک پہنچا۔ وفاقی حکومت اور صوبائی محکموں میں ۲۲ گریڈ کا افسر رہا اور سیاست کے نشیب و فراز سے آگاہ ہوتا رہا۔ تاہم ریٹائرمنٹ کے بعد سیاست کی طرف جانے کی بجائے پرائیویٹ کام کرتا رہا۔ میرا کبھی خیال نہ تھا کہ وزارت کی طرف آؤں گا اور نہ ہی کبھی اس بارے میں کسی سے بات کی۔ جب ملک میں پیپلز پارٹی کی حکومت ختم ہوئی اور سندھ میں جناب ممتاز علی بھٹو صاحب نے وزارت اعلیٰ کا منصب سنبھالا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا کہ صوبہ کے حالات بے حد خراب ہیں۔ ہماری عبوری حکومت ہے۔ صرف تین ماہ کا وقت ملا ہے۔ ہمیں اس مختصر سے وقت میں مشکل ترین حالات اور مشکل معاملات سے نمٹنا ہے۔ آپ ایڈمنسٹریشن میں رہے ہیں اور وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ سندھ میں رہے ہیں کراچی کے حالات سے واقف ہیں۔ آپ میری کابینہ میں شامل ہو جائیں میں اس کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کا انتخاب بطور سیاستدان نہیں' ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے کیا ہے۔ میں نے ان سے چند دن سوچنے کی مہلت مانگی۔ گھر آ کر بیوی' بچوں سے مشورہ کیا اور خود بھی غور کیا میں نے سوچا کہ اگر اپنی صلاحیتوں اور تجربہ سے میں قوم کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو مجھے اس سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ میں ۱۹۷۱ء سے ممتاز علی بھٹو کو جانتا ہوں جس وقت سندھ میں جناب ممتاز علی بھٹو صوبائی گورنر تھے۔ میں کراچی میں اس وقت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھا۔ ظاہر ہے ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی گورنر کے سامنے کیا حیثیت ہوگی۔ لیکن شاید میرے کام کے بارے میں انہیں اطلاعات ملتی رہی ہوں۔ اس وقت کمشنر کے عہدے ختم کئے جا چکے تھے۔ کیونکہ پیپلز پارٹی کی حکومت کمشنر کے عہدے رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اس طرح بحیثیت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ میری ذمہ داریاں بڑھ گئی تھیں۔ لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال میں بھی میرا کام بہت زیادہ تھا جسے میں نے خوش اسلوبی سے نبھایا۔ شاید ممتاز علی بھٹو صاحب کو اس وقت کی میری کارکردگی یاد رہی ہو۔

سوال :۔ بے نظیر بھٹو صاحبہ کے دور حکومت میں بھی آپ سندھ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کے چیف سیکرٹری مقرر ہوئے تھے۔ کیا آپ ان کی بھی میرٹ لسٹ پر تھے؟

جواب :۔ ۱۹۸۸ء میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے مجھے سندھ کا چیف سیکرٹری مقرر کیا۔ اس وقت جناب قائم علی شاہ صوبائی وزیر اعلیٰ تھے۔ دراصل جنرل ضیاء الحق کے دور اقتدار میں میں سندھ کا ہوم سیکرٹری تھا۔ وہ بالعموم پیپلزپارٹی اور بالخصوص بھٹو خاندان کیلئے بڑا ابتلا کا دور تھا۔ بے نظیر صاحبہ کراچی میں جیل میں بند تھیں۔ اس وقت ان کے بہت سے مسائل تھے۔ میں نے ہوم سیکرٹری کی حیثیت سے انہیں کبھی تنگ نہیں کیا اور جیل مینوئل کے مطابق انہیں جو سہولت مل سکتی ہے وہ ملنی چاہئے تھی۔ میرا یہ بھی خیال تھا کہ وہ تکلیف میں ہیں تو اگر مجھ سے کوئی مدد ہو سکتی ہے تو کرنی چاہئے اور رولز کے تحت جو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے وہ انہیں ملنا چاہئے۔ شاید میرے اصولی کام کے حوالے سے انہوں نے میرا نام سنا ہو؟

سوال :۔ لیکن یہ بھی بات ہے کہ چیف سیکرٹری کی حیثیت سے زیادہ دن برداشت نہیں کیا گیا؟

جواب :۔ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ سندھ اور وفاق میں میں مختلف اعلیٰ انتظامی عہدوں پر فائز رہا ہوں۔ کمشنر کراچی رہا، سندھ کا سیکرٹری اطلاعات اور سیکرٹری لوکل گورنمنٹ رہا۔ پھر فیڈرل گورنمنٹ میں چلا گیا اور وزارت پیداوار میں ایڈیشنل سیکرٹری مقرر ہوا۔ وفاقی وزارت پٹرولیم اور وزارت پیداوار میں سیکرٹری رہا۔ پھر پاکستان آٹو موبائل کارپوریشن کا چیئرمین بنا کر مجھے کراچی پوسٹ کیا گیا۔ جب پیپلز پارٹی کی حکومت بنی تو میری خدمات حکومت سندھ کے حوالے کر دی گئیں۔ **اور مجھے چیف سیکرٹری کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔** مجھ سے پہلے اس عہدہ پر جناب سلیم عباس جیلانی فائز تھے۔ لیکن آپ کو یہ جان کر تعجب ہو گا کہ میرے وسیع تر انتظامی تجربات کے باوجود محض چار ماہ کے عرصہ میں اس عہدہ سے میرا تبادلہ کر دیا گیا۔ **میرا اصول رہا ہے کہ اپنے تبادلہ کو رکوانے کیلئے میں کبھی ہاتھ پیر نہیں مارتا اور نہ ہی ٹرانسفر کے اسباب جاننے کی کوشش کرتا ہوں۔** چنانچہ میں عہدہ چھوڑنے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک میرا تبادلہ روک دیا گیا۔ بالکل ایسے ہی جس طرح مجھے تبادلہ کا سبب معلوم نہ ہو سکا تھا بالکل اسی طرح تبادلہ روکے جانے کی وجہ بھی مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ چنانچہ میں نے اپنا بندھا ہوا بوریا بستر کھول دیا اور اپنے کام میں لگ گیا۔ لیکن اس تبادلہ کے چند ماہ بعد بالآخر دوبارہ میرے تبادلہ کے احکامات جاری ہو گئے اور میں نئے چیف سیکرٹری جناب عبدالکریم لودھی کو چارج دے کر رخصت ہو گیا۔

سوال :۔ چیف سیکرٹری کی حیثیت سے سندھ میں کامیاب نہ رہنے کے اسباب کیا تھے؟

جواب :۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ میں کامیاب نہ رہ سکا۔ بات یہ تھی کہ پیپلز پارٹی کے لوکل لیڈر اپنی حکومت سے بہت زیادہ توقعات رکھتے تھے۔ ہر لیڈر اپنا حق مانگنے کیلئے آگے آنا چاہتا تھا۔ کوئی پلاٹ مانگتا تھا۔ کوئی اچھی نوکری کا متلاشی تھا۔ کسی کو کوئی سہولت درکار تھی۔ کسی کو کچھ اور چاہئے تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب بھی پیپلز پارٹی کی حکومت آتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ گویا بند ٹوٹ گئے ہیں اور قربانی دینے کا دعویٰ کرنے والے لیڈر اور کارکن اپنا اپنا حق مانگنے کیلئے آگے سے آگے آتے ہیں۔ سیاسی حکومت کی بھی مجبوریاں ہوتی ہیں۔ وزیر اعلیٰ قائم علی شاہ تک یہ شکایات پہنچتی تھیں کہ میں پارٹی کے لوگوں کے کام نہیں کر رہا ہوں۔ **میری مجبوری یہ تھی کہ میں قواعد و ضوابط کو نہیں توڑ سکتا تھا۔** وزیر اعلیٰ میری مجبوری کو سمجھتے تھے اور اکثر میری تائید کرتے تھے۔ لیکن ان کی بھی مجبوریاں تھیں وہ وزیر اعلیٰ کے ساتھ ساتھ پارٹی کے صوبائی صدر بھی تھے۔ انہیں پارٹی اجلاسوں میں کارکنوں کی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس وقت گورنمنٹ کا سارا سسٹم ہی ایسا تھا کہ پارٹی کی دخل اندازی ہر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

معاملہ میں بڑھ گئی تھی۔ لوگ یہ چاہتے تھے کہ ایڈ منسٹریشن اور بیوروکریسی پر پارٹی کی گرفت رکھی جائے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت کے حالات کے اعتبار سے میں ایڈمنسٹریشن میں مس فٹ تھا۔

سوال :- اپنی تعلیم اور خاندانی پس منظر کے بارے میں کچھ بتائیے؟

جواب :- میں سیالکوٹ کے ایک گاؤں تلونڈی عنایت خان میں پیدا ہوا۔ والد صاحب، عزیز احمد سب جج اور بعد میں سیشن جج بنے۔ ریٹائر ہونے کے بعد لاہور میں وکالت کرتے رہے۔ ہمارا خاندان درمیانے درجے کا زمیندار خاندان تھا۔ دادا کا نام محمد حسین تھا اور میرے والد اور دادا بھی احمدی ہی تھے۔ ہمارا گاؤں، فیض احمد فیض کے گاؤں کے قریب ہی تھا۔ اس لحاظ سے جناب فیض اور ان کے خاندان سے ہمارے روابط تھے۔ میں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے پولیٹیکل سائنس میں ایم اے کیا۔ اس کے علاوہ کیمبرج یونیورسٹی سے پبلک ایڈمنسٹریشن میں بھی کورس کیا۔ چین اور برطانیہ میں مختلف کورس مکمل کئے۔ بعد میں پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ سرکاری ملازمت میں آیا۔

سوال :- آپ کے وزیر بننے پر بعض مذہبی حلقے ناراض ہیں اور اس ضمن میں سندھ میں دو مرتبہ ہڑتال بھی ہو چکی ہے۔

جواب :- جو لوگ اس معاملہ میں ایجی ٹیشن کر رہے ہیں یا جنہوں نے ہڑتالوں کی کال دی ہے وہ بھی اپنے نقطہ نظر کے لحاظ سے درست ہی کر رہے ہوں گے۔ ان میں سے کئی لوگ میرے واقف ہیں۔ لیکن **ایک بات میرے لئے اطمینان کی ہے کہ یہ ایجی ٹیشن میرے عقیدہ کے سلسلہ میں ہوا ہے۔ کسی نے بھی میرے کردار کو برا قرار نہیں دیا۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ شخص بے ایمان ہے۔ یہ شخص کرپشن میں ملوث رہا ہے، بدکردار ہے، اس لئے اسے نکالا جائے۔**

ویسے میرا خیال ہے کہ کرپٹ لوگوں کے خلاف بھی رائے عامہ کو اسی جذبہ کا مظاہرہ کرنا چاہئے تاکہ معاشرہ میں بے ایمانی اور لوٹ کھسوٹ کے خلاف بھی رائے عامہ ہموار ہو سکے۔ جہاں تک حلف برداری میں مسلم کی حیثیت سے حلف اٹھانے کے الزام کا تعلق ہے تو میں بتادوں کہ وزارت کے حلف کے الفاظ تمام لوگوں، مسلم اور غیر مسلم کے لئے ایک ہی ہیں اور حلف کے یہ الفاظ آئین کی کتاب میں موجود ہیں۔

سوال :- جب قادیانی ہونے کی وجہ سے آپ کے خلاف مسلمانوں نے مہم چلائی تو آپ نے باعزت طریقہ سے کابینہ سے الگ ہو جانے کے بارے میں کیوں نہیں سوچا؟

جواب :- دیکھئے جناب **میں نے ساری زندگی اچھے اصولوں کی پاسداری کی ہے۔ کسی کے حق کو غصب نہیں کیا۔ کسی کو اپنی ذات سے نقصان نہیں پہنچایا** تو میں اپنے حق کو کیوں چھوڑ دوں۔ بحیثیت پاکستانی کسی وزارت میں شامل ہونا میرا حق ہے۔ پاکستان کے آئین نے بھی میرے اس حق کو تسلیم کیا ہے تو پھر میں کسی کے کہنے پر یا کسی کے احتجاج کرنے پر اپنے اس بنیادی حق سے کیوں دستبردار ہو جائیں۔ میں کسی کے غلط مطالبہ کو کیوں مانوں۔ اگر کوئی اس طرح اپنے حق کو چھوڑنا شروع کر دے تو پھر وہ پیچھے ہی ہٹتا چلا جائے گا اور پھر اس کی کوئی حد نہیں رہے گی۔ پھر تو ملک میں ایسا ہی ہونے لگے گا۔ لوگ آپ کو نسلی بنیاد پر، زبان، فرقہ اور علاقے کی بنیاد پر امتیاز کا نشان بنائیں گے۔ اور آپ ان کے مطالبہ کے آگے جھکتے چلے جائیں گے۔ جب ملک کے دستور اور آئین میں میرے وزیر بننے کی گنجائش موجود ہے تو پھر لوگوں کے اعتراض کا کیا جواز ہے۔ ہاں ملک کا وزیر اعظم اور صدر بننے پر پابندی ہے۔ اب اگر اس کی خلاف ورزی ہو تو احتجاج کی گنجائش ہے۔ جب میں اسسٹنٹ کمشنر تھا۔ کمشنر اور چیف سیکرٹری رہا اس وقت بھی میرے خلاف عقیدہ کی بناء پر کبھی کبھی اعتراضات آتے تھے۔ لیکن میں آپ کو

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بتاؤں کہ میری دیانت اور ملک سے وفاداری پر کبھی شک کا اظہار نہیں کیا گیا اور یہ بات میرے لئے بڑے اطمینان کی ہے کہ لوگ میرے ذاتی کردار اور میری شخصیت کے مخالف نہیں ہیں۔ میں نے بھی اپنے عمل سے یہ تاثر قائم نہیں ہونے دیا کہ خدانخواستہ میری ذات میں جانبداری کا عنصر موجود ہے۔ جب کراچی کی ایڈمنسٹریشن میرے پاس تھی اور شہر میں فسادات ہوتے' فرقہ پرستی کے مظاہرے ہوتے' شیعہ' سنی جھگڑے کھڑے ہو جاتے تو میرا عمل کسی تعصب سے بالاتر ہو کر لوگوں کی خدمت کے لئے ہوتا تھا۔

سوال :- احتجاج اور ہڑتالوں کے دنوں میں کیا آپ غیر معمولی دباؤ نہیں محسوس کرتے رہے ہیں؟

جواب :- دباؤ کس بات کا مجھے اپنے کام سے کام رکھنا ہے اور دوسرے اپنے کام سے کام رکھیں۔ میں تو ہڑتال کے دنوں میں بھی اپنے دفتر آیا۔ معمول کے مطابق کام کیا۔ کوئی خوف یا خطرہ محسوس نہیں کیا۔ اور خطرہ کیوں محسوس کروں یہ سب میرے بھائی دوست اور مہربان ہیں۔ میں تو دوسرے صوبائی وزراء کی طرح اپنا سیکورٹی گارڈ بھی رکھنا پسند نہیں کرتا۔ پروٹوکول کے تحت سیکورٹی گارڈ رکھنے کی پابندی ہے تو بھی میں صرف ایک سیکورٹی گارڈ پر اکتفا کرتا ہوں۔ اس لئے بھی میں سوچتا رہتا ہوں کہ اس کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے بحیثیت وزیر کوئی سرکاری رہائش گاہ حاصل نہیں کی۔ اپنے ہی گھر میں رہتا ہوں۔ اور اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ میرے آگے پیچھے نہ سیکورٹی کی گاڑیاں گھومتی ہیں نہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے سخت پہرے ہیں۔ میں باہر نکلتا ہوں حالانکہ ماضی میں میری جیسی صورت حال سے دو چار' صوبائی وزراء درجنوں کی تعداد میں سیکورٹی اسٹاف رکھتے تھے۔

سوال :- کیا کبھی وزیر اعلیٰ نے آپ کو وزیر بنانے پر پچھتاوے کا اظہار کیا؟

جواب :- وزیر اعلیٰ ممتاز علی بھٹو ایک مضبوط اعصاب کے مالک شخص ہیں۔ وہ بہت ہی اچھے منتظم اور ایڈمنسٹریٹر ہیں اور اپنے کام سے ان کی کمٹ منٹ مثالی ہے۔ وہ ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور میرے کام کو سراہتے ہیں۔ انہوں نے احمدی کی حیثیت سے اپنی کابینہ میں میری شمولیت پر کبھی پچھتاوے کا اظہار نہیں کیا۔ ممتاز بھٹو میں ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ فائل ورک کے بڑے ماہر ہیں۔ ایڈمنسٹریشن کے معاملہ میں فیئر ہیں اور صحیح کام کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے سیاسی کردار سے مجھے کچھ زیادہ واقفیت نہیں۔

سوال :- کیا وزارت کا حلف اٹھانے سے پہلے آپ نے قادیانی ہیڈ کوارٹر سے اجازت لی تھی؟

جواب :- نہیں اجازت تو نہیں لی تھی۔ البتہ وزارت کی پیشکش ہوئی تو اپنے خلیفہ (امام جماعت۔ ناقل) کو لندن اطلاع دی تھی۔ ہمارے خلیفہ مرزا طاہر احمد نے اس کے جواب میں مجھے ایک خط لکھا تھا جس میں ہمیشہ لوگوں کے ساتھ انصاف کرنے اور راہ راست پر چلنے کی نصیحت کی گئی۔ (خط کی نقل شائع کی جا رہی ہے)

سوال :- پاکستان میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے بارے میں آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟

جواب :- ۱۹۷۴ء کے آئین میں ترمیم کے ذریعہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا گیا ہے چنانچہ یہ معاملہ تو اب آئین کا حصہ ہے اس لئے میرے تبصرے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آئین پاکستان کا احترام اور اس کی پاسداری ہمارے لئے لازمی ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ سب لوگوں کا ملک کے آئین پر اتفاق نہیں ہے۔ تاہم میری ناقص رائے کے مطابق انسان کے عقائد کا معاملہ اس کا اپنا ذاتی معاملہ ہوتا ہے۔ اس کے تعین کا حق ریاست یا کسی تنظیم یا جماعت گروہ یا کسی فرد کو نہیں ہونا چاہئے۔ میں جو کچھ ہوں' میرا جو عقیدہ ہے' میری جو مذہبی سوچ ہے' وہ میری ذات سے تعلق رکھتی ہے۔ میں خود جانتا اور سمجھتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔ اور میرے مذہبی اعتقادات کیا ہیں۔ دوسرے کو یہ حق نہیں ہونا چاہئے کہ وہ یہ کہے کہ آپ کا عقیدہ یہ ہے اور آپ یہ ہیں اور آپ یہ نہیں ہیں۔ قائد اعظم بھی مذہبی آزادی کے حق میں تھے اس ضمن میں بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی اس تقریر کا حوالہ دینا مناسب ہوگا جو انہوں نے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو

Digitized By Khilafat Library Rabwah

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس میں کی تھی۔ قائد اعظم نے کچھ اس طرح فرمایا تھا کہ "آپ کسی بھی مذہب ذات یا فرقے سے تعلق رکھتے ہوں اس کا مملکت کے امور سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اس بنیادی اصول کے تحت آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ریاست کے شہری اور مساوی حقوق کے حامل شہری ہیں۔" اب میں سوچتا ہوں کہ ہمیں اپنے سامنے اس پہلو کو اپنے آئیڈیل کے طور پر رکھنا چاہئے اور آپ دیکھیں گے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندو، ہندو اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے۔ مذہبی معنوں میں نہیں، کیونکہ ہر فرد کا اپنا ذاتی عقیدہ ہوتا ہے۔ تاہم سیاسی معنوں میں اور ایک ریاست کے شہری کی حیثیت سے۔

سوال :- پاکستان کے ساتھ قادیانیوں کی وفاداری کو مشکوک کیوں سمجھا جاتا ہے۔

جواب :- **جناب عالی! پاکستانی احمدیوں کی اپنے وطن سے وفاداری کسی بھی شک و شبہ سے بالاتر ہے اور انہوں نے اس ملک کے لئے جو قربانیاں دی ہیں اور جو خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری تاریخ کا حصہ ہیں۔**

سر ظفر اللہ خان کی خدمات کو کیا کوئی نظر انداز کر سکتا ہے۔ باؤنڈری کمیشن میں قائد اعظم نے سر ظفر اللہ کو وکیل مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اس کیس کو نہایت خوش اسلوبی سے پلیڈ کیا اور مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کیا۔ ۱۹۴۸ء میں کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان کی ترجمانی کیلئے انہیں قائد اعظم نے اقوام متحدہ بھیجا۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ کی حیثیت سے سر ظفر اللہ خان نے ہمیشہ ملک کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ڈاکٹر عبد السلام کو لے لیں۔ سائنس کے شعبہ میں گرانقدر خدمات پر انہیں ۱۹۷۹ء میں نوبل پرائز ملا۔ جب سویڈن کے شہر اسٹاک ہوم میں نوبل انعام کیلئے تقریب منعقد ہوئی تو ڈاکٹر عبد السلام نے پہلے قرآن پاک کی تلاوت کی اور پھر تقریب میں اردو میں تقریر کی حالانکہ وہ انگریزی کے بہترین مقرر تھے لیکن انہوں نے اس بین الاقوامی تقریب میں پاکستان کے تشخص کو اجاگر کیا۔ وہ ساری زندگی پاکستانی شہری رہے۔ ساری عمر پاکستانی پاسپورٹ پر دنیا بھر کا سفر کرتے رہے۔ وہ چاہتے تو کسی لالچ یا مرتبہ کے حصول کے لئے کسی بھی ملک کی شہریت اختیار کر سکتے تھے اور اس کے لئے ان کو پیش کش بھی ملی تھیں۔ جب اقوام متحدہ کے ادارہ یونیسکو کے ڈائریکٹر جنرل کا عہدہ خالی ہوا اور تیسری دنیا کے کسی ملک سے اس عہدہ کو پر کرنے کا فیصلہ ہوا تو بہت سے عالمی اثر و رسوخ رکھنے والے ممالک نے ڈاکٹر عبد السلام کو اس عہدہ پر نامزد کرنے کی پیشکش کی۔ ان ملکوں نے پاکستان پر زور دیا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کو امیدوار نامزد کرے، وہ سب مل کر ان کی حمایت کریں گے لیکن پاکستان نے اپنے اس شہری کی یقینی کامیابی کی پروا کئے بغیر صاحبزادہ یعقوب علی خان کو اس عہدہ کیلئے امیدوار نامزد کر دیا۔ جو ظاہر ہے کامیاب نہ ہو سکے۔ یہاں یہ بات بھی بتاتا چلوں کہ جو ممالک ڈاکٹر عبد السلام کو اسپانسر کرنا چاہ رہے تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ ان کا ملک انہیں امیدوار نامزد نہیں کر رہا ہے۔ تو وہ اپنے ملک پاکستان کی شہریت ترک کر کے کسی بھی دوسرے ملک کی شہریت حاصل کر لیں تاکہ انہیں یونیسکو کے ڈائریکٹر جنرل کے عہدہ کے لئے کامیاب کرایا جا سکے **لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنے ملک کے امیدوار کے مقابلے میں الیکشن لڑنے اور اپنے ملک کی شہریت ترک کرنے سے صاف انکار کر دیا۔** وہ ایک سچے اور کھرے پاکستانی تھے انہیں اپنی دھرتی سے بے پناہ محبت تھی۔ پاکستان کے سوا کسی اور ملک کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور انتقال کے بعد وہ اپنی ہی سرزمین میں دفن ہوئے۔

ملک کے دفاع کے لئے قربانیاں دینے والوں میں جنرل افتخار جنجوعہ کے کارناموں کو کون فراموش کر سکتا ہے۔ جو ۱۹۶۵ء میں رن آف کچھ کی جنگ کے ہیرو سمجھے جاتے ہیں۔ جن کی اعلیٰ خدمات پر انہیں ستارہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

## مکرم کنور ادریس صاحب کے نام امام جماعت احمدیہ کے مکتوب کا عکس

لندن
15.11.96

پیارے عزیزم مکرم ادریس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو مرکزی حکومت میں سندھ کابینہ میں منسٹر کے طور پر تقرر کی
بے حد مبارکباد۔ اللہ کرے کہ یہ آپ کے لئے بہت بابرکت ثابت ہو
اور آپ ہمیشہ انصاف اور تقویٰ کو فوقیت دیں۔ کسی ایسے معاملہ میں جہاں
ان دونوں اصولوں سے ٹکراؤ کا معاملہ ہو ہرگز کسی کا ساتھ نہ دیں۔ قرآن کریم
نے تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کی جو نصیحت
فرمائی ہے اس کو مقابل پر رکھیں تو پھر جو [illegible] وہ آپ کو [illegible]
جب آپ ان دونوں کو اصولی طور پر پکڑ لیں گے تو انشاء اللہ خدا آپ
کو ہر شر سے حفاظت فرمائے گا۔ اللہ آپ کو ملک و قوم کی
بہترین خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

خاکسار
مرزا طاہر احمد

جرات (ملٹری) دیا گیا۔ اسی جنگ میں اکھنور کے اہم ترین محاذ پر جنرل اختر ملک کی کمانڈ میں بھیانک ترین جنگ لڑی گئی۔ پاکستانی فوج نے اس جنگ میں دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے لیکن عین اس وقت جب پاکستان فتح کے قریب تھا تو کمانڈ تبدیل کر دی گئی۔ جنرل اختر کی جگہ نامعلوم وجوہ کی بنا پر جنرل یحییٰ خان کو کمان سپرد کر دی گئی۔ اگر اس محاذ پر جنرل اختر کو ہی رکھا جاتا تو اکھنور کا محاذ فتح ہو جاتا۔ بھارت کا مقبوضہ کشمیر سے زمینی رابطہ منقطع ہو جاتا اور پھر کشمیر کو فتح کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ اس جنگ کے نتیجہ میں جنرل اختر کو ہلال جرات کا اعزاز دیا گیا۔ چونڈہ کے محاذ پر بریگیڈیئر عبدالعلی ملک (بعد میں جنرل) کے کارناموں کو کون فراموش کر سکتا ہے۔ جنہوں نے اپنی بہادری سے دشمن کے پورے آرمڈ ڈویژن کو چونڈہ میں پیش قدمی سے روک دیا۔ ان کی جنگی حکمت عملی کی بعد میں دشمن نے بھی تعریف کی اور عبدالعلی ملک کو چونڈہ کو ہیرو قرار دیا گیا۔ یہ چند مثالیں ہیں اس طرح کی بہت سی مثالیں احمدیوں کی قربانیوں اور کارناموں کے بارے میں موجود ہیں۔ اس کے بعد بھی ہماری حب الوطنی پر شبہ کیا جائے تو افسوس کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ "جنگ" ۳۱ جنوری ۹۷ء و "المصلح" فروری ۹۷ء)

(نوٹ:۔ اس انٹرویو کا کچھ حصہ جو اس وقت کے صوبہ کی اقتصادی حالات پر تھا ہم نے حذف کر دیا ہے۔)

Digitized By Khilafat Library Rabwah

خصوصی مقالہ

# پاکستان میں اردو ادب اور جماعت احمدیہ کا کردار

(مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب۔ سویڈن)

۱۹۴۷ء میں برصغیر ہند کو آزادی ملی تو دو ملک وجود میں آئے۔ بھارت اور پاکستان۔ مگر دونوں ملکوں کی ثقافت مشترکہ ہونے کے باوجود اپنا جدا جدا تشخص رکھتی تھی۔ اردو، برصغیر کی مفاہمتی زبان تھی اور ہندوؤں، مسلمانوں میں خیبر سے لے کر راس کماری تک بولی جاتی اور سمجھی جاتی تھی۔ اس زبان کا ادبی سرمایہ بھی مشترکہ تھا۔ میر و سودا، ذوق و غالب، میر حسن و دیاشنکر نسیم، سب ہی شاعری کے میدان کے شہسوار تھے۔ برج نارائن چکبست کی نظمیں ہمارے سکول کے زمانہ تک نصاب میں اسی طرح شامل تھیں جیسے اقبال و حالی کی نظمیں۔ جوش کے ساتھ ساتھ رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری کے کلام کو بھی یکساں مقبولیت حاصل تھی۔ فیض کے نام کے ساتھ بھارت میں رہ جانے والے شعراء ساحر لدھیانوی اور علی سردار جعفری کا نام بھی لیا جاتا تھا۔ غرض دو مختلف ثقافتیں رکھنے والی قومیں ایک نقطہ پر آکر مل جاتی تھیں اور وہ نقطہ ادب تھا! تقسیم کے بعد ہمارا تشخص اجاگر ہوا تو وہاں یہ رسم بھی چلی کہ ادب کو بھی سرحد کے پار کا اور سرحد کے اندر کا ادب کہا جانے لگا۔ حالانکہ ادب تو سرحدوں کو توڑتا ہے۔ دلوں کو جوڑتا ہے۔

جس طرح ادب میں ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی کے نعرے تفرقہ پیدا کرنے کا موجب ہوئے تھے وہاں پاکستانی اور ہندوستانی ادب کے نعرے بھی لگنے لگے۔ بایں ہمہ اردو ادب، برصغیر میں پنپتا رہا اگرچہ پاکستان میں بادی النظر میں اردو ادب زیادہ مقدار میں تخلیق ہوا مگر ادب کے پرانے مراکز دہلی اور لکھنؤ کا طنطنہ اسی طرح قائم رہا۔ سچ تو یہ ہے کہ اردو ادب میں جتنا تحقیقی کام بھارت میں ہوا اور ہوتا رہا اتنا کام پاکستان میں نہیں ہوا اور اب تو اردو ادب کا پھیلاؤ یورپ اور امریکہ کینیڈا تک ممتد ہے۔ اردو دنیا کی پانچویں بڑی زبان ہے۔ پاکستان کے قیام کے فوراً بعد، پاکستان میں ادب کی جس صنف نے قبولیت حاصل کی وہ افسانہ تھا اور افسانہ میں بھی زیادہ تر ایسے افسانے جن کا تعلق کسی نہ کسی طریق سے تقسیم کے حوادث سے تھا۔ پھر نظم مقبول ہونا شروع ہوئی مگر پچھلے پچیس برسوں میں، نظم کی دو صورتوں، معری یا غیر معری کے مقابلہ میں غزل نے اپنے پاؤں مضبوطی سے جمائے۔ ایک وقت تھا کہ مشاعروں میں وہ شاعر ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے تھے جو ترنم کے دھنی تھے اور وہ وقت بھی آگیا کہ لوگ ترنم سے گھبرانے لگے! اب لوگ شعر کی معنویت پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ افسانہ میں سے علامتی افسانے نے بہت مقبولیت حاصل کی، ناول ایک دور میں بڑی مقبول صنف سمجھی جاتی تھی۔ ہمارے اپنے احمدی ادیبوں میں سے سید شفیع دہلوی نے "دور بین" جیسا ناول لکھ کر بہت شہرت حاصل کی تھی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے خسر حضرت مولانا غلام حسن صاحب پشاوری نے بھی ایک ناول لکھا تھا جو ادبی حلقوں میں بہت مقبول ہوا تھا۔ (نام میرے ذہن سے محو ہو گیا ہے) مگر پاکستان بننے کے بعد شرر کے تتبع میں تاریخی ناول زیادہ لکھے گئے۔ ہمارے احمدی ادباء میں سے قمر اجنالوی اپنے تاریخی ناولوں کی وجہ سے خاص طور سے "چاہ بابل" نامی ناول کی وجہ سے بہت مقبول ناول نگار سمجھے گئے۔ یہ دو تین نام تو محض اتفاق سے معرض اظہار میں آگئے ورنہ میں پاکستان میں تخلیق ہونے والے اردو ادب کا ذکر کر رہا تھا۔ پاکستان میں ہجرت کر کے آجانے والے شعراء پاکستانی شاعر بن گئے۔ لاہور ہمیشہ سے ہی اردو ادب کا مرکز رہا تھا۔ بڑے ادبی رسائل، عالمگیر، ادبی دنیا، مخزن وغیرہ یہیں سے شائع ہوا کرتے تھے اس لئے پاکستان کے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

شعراء کو ایک بنا بنایا ادبی میدان میسر آ گیا۔

جماعت احمدیہ کے جو بزرگ شعراء پاکستان تشریف لائے ان میں حضرت حافظ مختار احمد شاہجہانپوری صاحب، حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل اور حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب گوہر کے نام نمایاں تھے۔ حضرت حافظ مختار احمد شاہجہانپوری صاحب، امیر مینائی کے نمایاں شاگردوں میں سے تھے اور لکھنو کے اکابر شعراء کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے۔ ان کے ہاں زبان کو برتنے کا جو سلیقہ تھا وہ کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ قادر الکلامی اس پہ مستزاد۔ ان کا کلام محض تبرک نہیں تھا۔ اپنی استادانہ شان کی وجہ سے ممتاز تھا۔ آج بھی ان کا کوئی شعر سامنے آ جائے تو اہل ذوق جھومنے لگتے ہیں! حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل جماعت کے نہایت بزرگ اور پرگو شاعر تھے۔ "نغمات اکمل" کے نام سے ان کا کلام یکجا ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ مولانا ذوالفقار علی خان گوہر صاحب علی برادران میں سب سے بڑے تھے ان کا کلام بھی ان کے صاحبزادے پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب نے کلام گوہر کے نام سے چھاپ دیا ہے۔ حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کا کلام غالباً مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب مرتب کر رہے تھے یا جمع کر رہے تھے۔ خدا معلوم وہ کام کس منزل میں ہے؟ کون سی وادی میں ہے۔ عشق بلا خیز کا قافلہ سخت جاں؟ حیدر آباد کے ایک بزرگ ذوقی صاحب تھے جن کی نظم "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے بارہ میں بہت مشہور ہوئی۔ ان کا انتقال پاکستان میں آکر ہوا۔ انہی بزرگ شعراء میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا نام نامی بھی آتا ہے۔ مظہر صاحب فارسی زبان کے قادر الکلام شاعر تھے۔ مگر ان کے شعروں کی بجائے ان کا علمی کام زیادہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور نہ صرف پاکستان کے علمی حلقوں میں بلکہ دنیا بھر کے مستشرق حلقوں میں ان کی عربی کو ام الالسنہ ثابت کرنے کی سعی مشکور جانی گئی۔ جماعت احمدیہ کے علمی کلام کو دنیا سے روشناس کروانے میں حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا بہت حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔ ہمارے ہاں بیسویں صدی کی تیسری چوتھی دہائی ابھی فارسی گوئی کی روایت چلی آ رہی تھی پاکستان کے ادبی حلقوں میں اس روایت کا چلن نہ رہا۔ مگر ہمارے ہاں مظہر صاحب، حضرت مولانا راجیکی صاحب، مکرم عبد الرحمن صاحب خاکی اور برادرم مبشر احمد صاحب راجیکی نے اس روایت کو دیر تک نبھایا۔ جماعت کے پرچوں میں فارسی کی نظمیں چھپتی رہیں۔ پھر وہ وقت بھی آ گیا کہ پاکستان کی ادبی روایت میں سے فارسی بالکل ہی خارج ہو گئی اور اس زبان کے جاننے والے خال خال رہ گئے، اور شعر کہنے والے؟ اب انہیں ڈھونڈو چراغ رخ زیبا لے کر! مگر جماعت احمدیہ فارسی کی اس روایت سے انقطاع اختیار نہیں کر سکتی کیونکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا بہت سا کلام فارسی میں ہے۔ ہمارے بھارت میں رہ جانے والے شاعر، ڈاکٹر اختر اورینوی بھی فارسی میں شعر کہا کرتے تھے!! صاحبزادہ ابو الحسن قدسی فارسی کے استاد شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے جو شعراء تقسیم سے پہلے سے ادبی حلقوں میں معروف تھے ان میں سے دو نام بہت نمایاں ہیں۔ روشن دین تنویر صاحب اور سعید احمد اعجاز صاحب۔ یہ دونوں شعراء اپنے وقت کے مشہور ادبی پرچوں میں چھپا کرتے تھے۔ تنویر صاحب پر تو پنجاب یونیورسٹی نے ایم اے اردو کا مقالہ لکھنے کی اجازت بھی دی تھی۔ اور ہماری ایک احمدی بچی عزیزہ صفیہ کلثوم نے ان پر مقالہ لکھا تھا۔ سعید احمد اعجاز کی فلسفیانہ نظمیں بہت پسند کی جاتی تھیں۔ ان کا اصل میدان حکیمانہ شاعری تھی۔

بزرگ شعراء میں سے اب نسیم سیفی اور عبد المنان ناہید ہی ایسے رہ گئے ہیں جن کا کلام تقسیم سے پہلے کے ادبی پرچوں میں چھپتا تھا ورنہ قیس مینائی، فیض چنگوی وغیرہم تو رخصت ہو چکے۔ چوہدری محمد علی صاحب بھی پرانی نسل کے نئے لہجے کے شاعر ہیں مگر تقسیم سے پہلے یا تقسیم کے بعد بھی کم کم ہی چھپنے میں آتے تھے۔ چھپنے میں طاق تھے اس لئے ان کا کلام زیادہ تر پاکستان بننے کے بعد ہی ابھر کر سامنے آیا۔ ثاقب زیروی صاحب اپنے "دور خسروی" کی وجہ سے بہت مقبول ہوئے۔ اس کو شاہنامہ احمدیت بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس ناطے سے ثاقب زیروی ہمارے فردوسی ہیں۔ ثاقب زیروی کا مجموعہ کلام "شہاب ثاقب" چھپ کر قبول عام حاصل کر چکا ہے۔ میجر منظور احمد صاحب اور پیام شاہجہانپوری صاحب کے نام بھی جماعت احمدیہ کے شعراء میں نہایت نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ نسیم سیفی صاحب کی نظموں (اردو اور انگریزی، دونوں زبانوں) کے مجموعے چھپے ہوئے ہیں۔ عبد الرشید تبسم بھی اسی نسل کے شاعر تھے۔ آپ نے اپنی

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بعض نظموں کے خود انگریزی ترجمے کئے تھے۔ مجموعوں کا نام یاد نہیں۔ عبدالرشید تبسم کی ایک یادگار ان کے پندرہ روزہ مشاعرے تھے جو باقاعدگی سے انکے دولت کدہ پر منعقد ہوتے رہے۔ لاہور کے بیشتر معروف شعراء ان کے مشاعروں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ مگر تبسم صاحب کی وفات کے بعد "آں قدح بشکست و آں ساقی نماند" کا عنوان ہوا۔

عبدالسلام اختر بھی تقسیم سے پہلے کے ادبی پرچوں میں چھپتے تھے۔ ناگپور یونیورسٹی کے ایم اے تھے۔ وہیں سے معروف ہوئے۔ حضرت بانی سلسلہ کی سیرت کے بعض حصوں کو آپ نے نظم کیا تھا۔ اختر صاحب غزل بھی اچھوتی کہتے تھے نہایت شگفتہ اور رواں جماعت کے پرچوں میں ان کا کلام بالالتزام چھپتا تھا۔

بزرگوارم سلیم شاہجہانپوری صاحب کا پاکستان سے قبل کا کلام میری نگاہ سے نہیں گزرا مگر آپ پاکستان میں بہت مقبول ہوئے۔ نواب شاہ میں آکر بیٹھے اور "ہر جاکہ رفت خیمہ زد و بار گاہ ساخت" کا نمونہ دکھا دیا۔ حکیم سید عبدالہادی بہاری بھی بڑے پر گو شاعر تھے۔ صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی کے صاحبزادے نعیم قدسی بھی نہایت اعلیٰ شعر کہنے والے تھے۔ پاکستان میں جس شخص نے ادبی حلقوں میں اپنی پہچان حاصل کی وہ غالب احمد ہیں۔ غالب احمد کا نام ادب لطیف کے حوالہ سے بہت معروف ہوا۔ ان کے ماموں مکرم ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب خود شعر کہتے تھے یا نہیں کہتے تھے ان کے ذوق لطیف اور مزاح کا چرچا بہت تھا۔ آپ نے ہی استاد امام دین گجراتی کا دیوان اپنے حواشی کے ساتھ مرتب کیا تھا مگر یہ تو تقسیم سے پہلے کی بات ہے۔ گجرات ہی کے شیدا گجراتی کا نام بھی خاصا مقبول ہوا۔ غالب احمد جدیدیت اختیار کرنے والوں میں بہت نمایاں نام ہے۔ پھر غالب احمد کے استاد پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب کا کلام بلاغت نظام آہستہ آہستہ منظر عام پر آنے لگا۔ ادبی حلقوں کی جچی تلی رائے یہ ہے کہ چوہدری محمد علی اور ناصر کاظمی دو ہمزاد نام ہیں۔ ایک نے اخفا میں رہنا پسند کیا دوسرے نے پاکستان کی چوتھی دہائی تک پاکستان کے ادبی حلقوں میں تہلکہ برپا کئے رکھا۔ ہمارے اب خلافت رابعہ کے دور میں کھل کر سامنے آئے اور چھپنے لگے ہیں مگر ان کا کلام صرف سلسلہ کے پرچوں ہی میں چھپتا ہے۔ ایں ہم غنیمت است! تعلیم الاسلام کالج کے اساتذہ میں سے پروفیسر نصیر احمد خاں بہت پر گو شاعر تھے۔ ان کا مجموعہ "رود چناب" چھپ کر ملک کے ادبی حلقوں سے تحسین حاصل کر چکا ہے۔ جنرل محمود الحسن صاحب ایمن آبادی اپنے مخصوص انداز فکر کے ممتاز شاعر ہیں ان کا مجموعہ بھی چھپ چکا ہے۔

میں شعراء کا ذکر کرتے ہوئے جماعت کے ادیبوں کو نظرانداز کر گیا۔ ادیبوں سے مراد ایسے ادیب نہیں ہیں جو محض ادب تخلیق کرتے ہیں میری مراد ایسے لوگوں سے ہے جن کی تحریروں میں ادبی شان موجود ہوتی ہے۔ ان ادباء کے سالار تو حضرت مرزا بشیر احمد ہیں۔ حضرت میاں صاحب کی تحریر میں ایک خاص استادانہ دلاویزی تھی۔ انہیں لفظوں کو برتنا آتا تھا۔ انکی نثر میں بھی لفظ نگینوں کی طرح بھرے ہوئے تھے۔ جماعت کے علم کلام کو ہر کہ ومہ تک پہنچانے کا کام انہیں کو سزاوار تھا۔ جماعت کے علماء میں سے مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری، حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری بھی مناظراتی ادب میں منفرد تھے۔ جن لوگوں نے ادبی حلقوں میں اپنی ادبیت کا لوہا منوایا ان میں مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی بہت منفرد ہیں۔ شیخ صاحب حالی کے ہم وطن ہی نہیں ان کے معنوی شاگرد بھی تھے۔ شیخ صاحب ہی کے صاحبزادے محمد احمد پانی پتی نے عربی کی مستند تاریخی اور علمی تصانیف کو اردو میں منتقل کیا اور پاکستان کے علمی و ادبی حلقوں میں اپنی شناخت پیدا کی۔ قمر اجنالوی صاحب نے ناول نگاری کے علاوہ صحافت میں اپنی فکاہیہ نگاری کا لوہا بھی منوایا۔ حضرت ماسٹر محمد حسن آسان دہلوی اور ان کے نامور صاحبزادے مسعود احمد خان دہلوی نے دہلی کی ٹھیٹھ بامحاورہ زبان میں اپنی امتیازی حیثیت اور شان برقرار رکھی۔ سیٹھ محمد اعظم دکن کی تہذیب کے نمائندے تھے انہیں دکن کی مٹی سے بہت انس تھا۔ ان کے ہاں صاف ستھری زبان لکھنے کا چلن قائم رہا۔ جس طرح بھائی مسعود احمد خان دہلوی نے دہلی کے اجڑے دیار کی یاد قائم رکھی۔ سیٹھ محمد اعظم صاحب لیلائے دکن کی محبت کے گن گاتے رہے۔ کوئی انہیں یکجا کرنے اور شائع کرنے والا نہ ہوا۔ جنید ہاشمی اور شیخ عبدالقادر محقق بھی نثر نگاروں میں نمایاں رہے۔ آج کل محمود مجیب اصغر صاحب بھی خوب لکھ رہے ہیں۔ احمدیوں کے ہاں خود نوشت کا سب سے مشہور اور عمدہ نمونہ تو حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کی آپ بیتی ہے۔ مگر چوہدری ظفراللہ خان صاحب کی تحدیث

Digitized By Khilafat Library Rabwah

نعت کو بھی اردو کی منفرد اور ممتاز خود نوشت سمجھا جاتا ہے۔ مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب کی خود نوشت بھی اچھی قابل قدر کتاب ہے۔ ملک محمد عبداللہ صاحب نے بھی اپنی یادوں کو جمع کر دیا ہے اسی طرح جماعت کی بعض اہم تحقیقات کے بارہ میں ان کے تاثرات محفوظ ہو گئے ہیں۔

تاریخ نویسی بھی جماعت میں قائم رہی۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے جماعت کے ابتدائی ریکارڈ کو محفوظ کرنے کا اہم کام کیا تھا مگر اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم اور وقیع کام پاکستان کے قیام سے لے کر اب تک مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے کیا۔ تاریخ احمدیت کو مولانا صاحب نے اپنے مخصوص مبلغانہ انداز میں لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔ پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب کی جلسہ سالانہ کی تقریریں جماعت احمدیہ کے علم کلام کا عمدہ نمونہ ہوتی تھیں اور لکھی ہوتی تھیں۔ اسی طرح موجودہ دور میں دو چار اساتذہ نے معاشرتی مسائل پر قلم اٹھایا ہے اور پڑھنے والوں سے داد حاصل کی ہے۔ پروفیسر مرزا مجید احمد صاحب اور پروفیسر میاں محمد افضل صاحب کے ہاں خلوص، سادگی اور سچائی نمایاں ہے اس لئے ان کی نثر میں تاثیر ہے۔

کیا جانے دل کو کھینچیں ہیں کیوں شعر میر کے
کچھ طرز ایسی بھی نہیں ابہام بھی نہیں

پروفیسر سعود احمد خان اور پروفیسر محمد ارشد چوہدری مختلف تاریخی اور سیاسی مسائل پر لکھتے رہتے ہیں۔ کینیڈا سے زکریا ورک سائنسی مضامین پر خوب لکھ رہے ہیں۔ نثر نگاروں کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد پھر شعراء کی طرف لوٹتا ہوں۔ پاکستان کی پہلی دہائی میں سلسلہ کے پرچوں میں چھپنے میں ہمارے احمدی شعراء میں جو لوگ نمایاں ہوتے ان میں دو نام جامعہ احمدیہ سے متعلق تھے۔ مکرم مولوی ظفر محمد صاحب جن کا مجموعہ کلام چھپ چکا ہے۔ اور مولوی عطاء الرحمٰن طالب، طالب صاحب سلسلہ کے بعض پرچوں میں چھپتے رہے لیکن ان کا کلام یکجا نہ ہوا۔ اسی طرح مابعد والوں میں سے مولانا محمد شفیع اشرف صاحب اور ڈاکٹر نذیر احمد ریاض تھے۔ اس وقت کی نئی نسل میں سے راجہ نذیر احمد ظفر، امین اللہ خاں سالک آگے آئے۔ مولانا مصلح الدین احمد راجیکی کی شاعری کا چرچا قادیان کے زمانہ سے تھا مگر ربوہ کے ابتدائی دنوں میں ان کا کلام سلسلہ کے اخبارات و رسائل کی زینت بنتا رہا۔ راقم الحروف کو انہی سے تلمذ حاصل ہے۔ ان کے ہاں دردمندی کی جو کیفیت ابھرتی ہے وہ فانی کے سوا اور کسی میں نظر نہیں آتی۔ انہی کے چھوٹے بھائی مبشر احمد راجیکی اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں پوری قدرت کے ساتھ شعر کہتے رہے۔ حافظ سلیم اٹاوی بھی بہت عمدہ شعر کہنے والے تھے۔ احسن اسماعیل صدیقی صاحب بھی اس عہد کے ممتاز شاعر ہیں۔ جماعت کے علماء میں سے مولانا محمد صدیق امرتسری بہت عمدہ شعر کہتے تھے۔ ان کے ہاں روانی اور سلاست بہت تھی۔ نغمات صدیق کے نام سے کلام چھپ چکا ہے۔ چوہدری شبیر احمد بھی وقتاً فوقتاً شعر کہتے رہے ہیں۔ سید ادریس احمد صاحب عاجز عظیم آبادی بھی ان کے ساتھ کے شاعر تھے۔ ان کے بعد کا دور بالکل جدید شعراء کا دور ہے۔ ان کا ذکر کرنے سے پہلے یہ بات کہنا چاہوں گا کہ جماعت احمدیہ کے کچھ شعراء ایسے ہیں جو ادبی میدان میں بہت فعال رہے اور ادبی پرچوں میں خوب خوب چھپے۔ مگر جماعت کے پرچوں میں ان کا کلام کم کم ہی چھپا ہے۔ ان میں رشید قیصرانی، اکبر حمیدی، حامد برگی اور عبیداللہ علیم جیسے شعراء شامل ہیں۔ جن کے مجموعہ کلام چھپ چکے ہیں۔ رشید قیصرانی چونکہ تعلیم الاسلام کالج کے اولڈ بوائے ہیں اس لئے المنار میں ان کا کلام چھپتا رہا۔

نئی نسل میں سے صابر ظفر ایسے شاعر ہیں جو ملک کے ادبی حلقوں میں بہت جانے پہچانے ہیں۔ ان کا کلام بھی المنار میں چھپتا رہا۔ ان کے کئی مجموعے چھپ چکے ہیں۔ محمد خالد، ابرار احمد، افضال نوید، رشید ندیم، عارف ثاقب، مبارک احمد، رفیع رضا اور آصف محمود باسط نوجوان نسل میں اپنا منفرد لہجہ رکھنے والے شعرا ہیں۔ انوار احمد بہت نمایاں لہجہ رکھنے والا شاعر تھا مگر دست اجل کا شکار ہو گیا۔ ان میں سے تین یعنی افضال نوید، رشید ندیم اور رفیع رضا کینیڈا میں ہیں۔ کینیڈا میں ہی ایک اور مانوس نام ہدایت اللہ ہادی کا ہے۔ جرمنی میں نوجوان شاعر خالد ملک ساحل ہیں جن کا کلام چھپ چکا ہے۔ برطانیہ میں آدم چغتائی ہیں۔ عبدالسلام صاحب اختر کے برادر خورد منصور احمد ہیں۔ یہ لوگ اپنے رنگ میں جماعت کے ادبی میدان میں کام کر رہے ہیں۔ امریکہ میں حبیب الرحمٰن ساحر ہیں جن کا کلام جماعت کے پرچوں میں چھپتا رہتا ہے۔ ہالینڈ سے جلیل الرحمٰن جمیل کا کلام حال ہی میں چھپا ہے۔ جرمنی میں طاہر مجید خوب لکھ رہے ہیں۔ غلام محی الدین

Digitized By Khilafat Library Rabwah

صاحب صادق کا تعلق بھی جرمنی سے ہے۔ ان کا کلام بھی اب الفضل میں چھپنا شروع ہوا ہے۔ موجودہ نسل کے جن شعراء کے کلام نے جماعت کے پرچوں میں چھپنے کے بعد اپنی پہچان بنائی ان میں ذرا سینئر شعراء عبدالکریم قدسی، لطیف قریشی اور مبارک احمد عابد ہیں۔ اس کے بعد سلسلہ میں عبدالکریم خالد، یوسف سہیل شوق، اکرم محمود، طاہر عارف ہیں۔ طاہر عارف کا مجموعہ کلام چھپ چکا ہے۔ لطیف قریشی کی آزاد نظموں کا مجموعہ چھپ چکا ہے۔ مگر اس مجموعے کے بعد لطیف قریشی نے چپ سادھ لی ہے۔ البتہ تنویر صاحب کا کلام یکجا کرنے اور شائع کرنے کی وجہ سے ان کا نام جماعت کے ادباء میں ممتاز رہے گا۔ انور ندیم علوی صاحب آج کل خوب لکھ رہے ہیں مگر ان کا کوئی مجموعہ چھپا یا نہیں یہ بات میرے علم میں نہیں۔

موجودہ دور کے نوجوان احمدی شعراء کے نام ہی لکھنے لگوں تو ایک دفتر ہو جائے۔ مگر اس امر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہمارے نوجوان شعراء میں وہ شاعرانہ حسیت جسے Poetic sensibillity کہتے ہیں ہماری پچھلی نسل سے کہیں زیادہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ مستقبل میں ہمارے بہت سے شعراء، اردو شاعری کے آسمان پر ستارے بن کر جگمگائیں گے اور اس امر کا بھی یقین ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو جماعت احمدیہ کے علم کلام کی ترویج میں صرف کریں گے۔ حسن رہتاسی، جماعت کے مزاحیہ شعراء کے سرخیل تھے۔ مگر انکے رنگ کا تتبع کرنے والا کوئی نہ ہوا یا ہو نہ سکا۔ البتہ مشتاق احمد ناجی سبزواری اس راہ پر افتاں خیزاں اب تک چلے آ رہے ہیں۔ ناجی صاحب نے مدتوں پہلے "روح القدس کے موسیقار" کے عنوان سے احمدی شعراء کا ایک انتخاب شائع کیا تھا۔

خواتین شعراء میں سے بزرگ خواتین میں سے سب سے پہلا نام تو حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا ہے۔ درعدن جماعت کے متعلق علم کلام کا اعلیٰ نمونہ ہے پھر شاکرہ تھیں یا منیرہ ظہور۔ اب اس میدان میں صاحبزادی امتہ القدوس، ڈاکٹر فہمیدہ منیر اور امتہ الباری ناصر کی تگ و تاز جاری ہے۔ جرمنی میں مقیم نعیمہ ضیاء الدین بھی ادبی حلقوں میں خوب معروف ہیں۔ اسی طرح کینیڈا سے نزہت الماس صدیقی اور راشدہ اشرف سیال بہت معروف نام ہیں۔ امریکہ میں عاتکہ صدیقہ کے مضامین "لاہور" میں چھپ رہے ہیں۔ یہ تو ادباء شعراء کا ذکر تھا۔ پاکستان میں اردو کی ترویج و اشاعت میں ربوہ کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ تعلیم الاسلام کالج میں ملک کے ممتاز ادباء اور شعراء وقتاً فوقتاً آتے رہے۔ کالج میں ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۷ء میں دو کل پاکستان اردو کانفرنسیں بھی ہوئیں جن میں سے پہلی کانفرنس کی کاروائی "ذکر اردو" کے نام سے چھپی۔ تعلیم الاسلام کالج کو حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب جیسا پرنسپل ملا۔ جسے آگے چل کر منصب امامت پر فائز ہونا تھا۔ حضرت صاحب کی رہنمائی میں تعلیم الاسلام کالج اردو کی ترقی میں کوشاں رہا اور ملک کے ادباء اور علماء ان کی خدمات کے معترف ہیں! ان کانفرنسوں اور بزم اردو کی بیشتر سرگرمیوں کیلئے پروفیسر محبوب عالم خالد اور خاکسار راقم الحروف کو خدمت کی توفیق ملتی رہی!

اب پھر ذرا سا گریز نثر کی طرف۔ ہمارے افسانہ نگاروں میں سے منیر الدین احمد جرمنی اور سعید انجم صاحب ناروے اردو کے چند مشہور ترین افسانہ نگاروں میں شمار رہے۔ عبدالقیوم شاد، سلسلہ وار افسانوی داستانوں کے لئے بہت معتبر گنے گئے بلکہ وفات کے بعد بھی اب تک ان کے افسانوی سلسلے مختلف رسالوں میں دہرائے جا رہے ہیں۔ انشائیہ نگاری میں اکبر حمیدی اور حامد برگی کے نام بڑے ممتاز ہیں۔ راقم الحروف کو بھی نظم و نثر میں خدمت کی تھوڑی بہت توفیق ملتی رہی اور اس ہیچ مدان کے مضامین جماعت کے کسی ایک پرچے میں چھپنے کے بعد جماعت کے بہت سے دوسرے پرچوں میں اور دوسرے ممالک میں بھی مکرر چھپتے رہے۔ نظموں کا سلسلہ یہ رہا کہ خاکسار جماعت کے پرچوں میں تو چھپتا رہا مگر ملک کے وقیع ادبی رسائل کے مدیران کے کہنے کے باوجود ان رسائل سے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ میں اپنی شعری صلاحیت کو صرف جماعت احمدیہ کی خدمت کیلئے وقف رکھنا چاہتا ہوں اور ان مدیران نے از راہ کرم میرے اس عذر کو قبول فرما لیا ہاں یہ ضرور ہوا کہ ادبی جرائد نے جماعت کے پرچوں میں چھپنے والی کسی چیز کو اپنے پرچوں میں مکرر چھاپ کر میری عزت افزائی فرمائی۔ جماعت احمدیہ کے بہت سے شعراء کے مجموعہ ہائے کلام پر تعارفیے لکھنے کی توفیق ملتی رہی حتی کہ ملک کے نامور نقاد ادیب اور شاعر ڈاکٹر وزیر آغا کی ایک کتاب کا تعارفیہ لکھنے کا اعزاز بھی اس حقیر کے حصہ میں آیا۔ غرض پاکستان میں اردو ادب کی ترویج و ترقی میں جماعت احمدیہ کے ادباء اور شعراء کا بھی حصہ ہے اور جماعت کے ادباء و شعراء کا مسلک بھی جماعت کا وہی عمومی مسلک ہے کہ صلے سے بے نیاز ہو کر خدمت کرتے چلے جاؤ! اور بے حد خوشی ہے کہ ان پچاس برسوں میں ادب کے میدان میں بھی جماعت احمدیہ کسی سے پیچھے نہیں رہی۔

[V VISION] VISION ELECTRONICS

Deals In Satellite System, T.V., V. C. R Deck & Used Electronics

Prop:-

Munir Ahmad

Near Mirza Hospital
Court Road, Gujrat

PH. Shop: 04331-512151
Res: 04331-27479

**SYSTEM DESIGNERS**
186-SHAH JAMAL, LAHORE, PAKISTAN
PHONE: 7588752

*(Good Name with Good Deeds)*

**HIGHLY QUALIFIED CONSULTANTS**

- Architects
- Engineers
- Interior Decorators
- Town Planners
- Landscapists
- Project Managers (Turn Key)

***for***

a) Houses
b) Industrial Buildings
c) Inciliary Structures
d) Health/Nursing Research Buildings
e) Labor Colonies
f) Interiors & Exteriors
g) Landscaping

**Dr. Abdul Shakoor,**
**414 Umer Block, Iqbal Town Lahore.**
**Ph:- 7833177**

Best Compliments From:-

**M/s Z.N. TRADING (SINGAPORE) PTE. LTD.**

*Naveed. A. Saigal*

*67 High Street*
*# 03-11B, S atnam House*
*Singapore - 179431*

*Tel:- 3383861 - (2 Lines)*
*Fax:- 3383862*


Digitized By Khilafat Library Rabwah


Best Compliments From:-

**M/s SAIGAL SONS**

**Clearing & Forwarding Agents**

*Nasir. A. Saigal*

*4th, Floor Room No. 6, Noman Tower Marston Road, Karachi*

*Tel:- 7732860 - 7731692*
*Fax:- 009221 - 7720723*

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# ایک با اصول اور با مراد راہنما
# قائدِ اعظم محمد علی جناح

(مضمون نگار مکرم ناصر احمد طاہر صاحب)

پاکستان کی بہت بڑی خوش قسمتی تھی کہ اس کو ایک ایسا راہنما نصیب ہوا کہ سیاست کی دنیا میں جس کا بدل کوئی نہیں تھا۔ وہ روشنی کا سورج بن کر ابھرا اور اپنے روشن ضمیر اور صاف ستھری سیاست اور شفاف کردار اور دیانت داری کا ایسا باب رقم کیا کہ آئندہ آنے والے راہنماؤں اور سیاستدانوں کیلئے قائد اعظم کی اس زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے لئے اصول ہے۔ قائد اعظم کی اس بااصول زندگی کی کچھ جھلکیاں پیش کرنے سے قبل قائد اعظم کو پیش کئے جانے والے خراج تحسین کا ایک اقتباس ہدیہ قارئین ہے کہ اس سے بہتر اور خوبصورت خراج تحسین اور کیا ہو سکتا ہے۔

۲۰ جنوری ۱۹۸۹ء کو خطبہ جمعہ فرمودہ بیت الفضل لندن میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے فرمایا:۔

.... تیسری دنیا کی سیاست میں بالعموم (صرف پاکستان کی بات نہیں بلکہ تمام دنیا میں) وہ ممالک جو ابھی ترقی پذیر ہیں۔ ان کی سیاست میں ایک مشترک رجحان پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ سیاست خود غرض ہے اور بسا اوقات اصولوں کے سودے بھی کر لیتی ہے۔ جہاں تک دیانت اور اخلاق کے اعلیٰ تقاضوں کا تعلق ہے۔ سیاست کی دنیا میں کہیں بھی ہو وہ ان اعلیٰ اقدار سے بے بہرہ ہوتی ہے۔ سیاست خواہ وہ مغرب کی ہو خواہ مشرق کی۔ خواہ شمال کی ہو خواہ جنوب کی' آپ کو کہیں بھی سیاست میں اعلیٰ اخلاقی اقدار دکھائی نہیں دیں گی۔ البتہ مغربی ممالک چونکہ ترقی یافتہ ہیں اس لئے ان میں یہ بات ضرور دیکھنے میں آئی ہے کہ وہاں کسی دباؤ کے تابع بھی اصولوں کے سودے نہیں کئے جاتے اور بارہا آپ کو ایسے سیاسی رہنما دکھائی دیں گے جو طاقت کے پورے عروج میں ہوتے ہوئے بھی حکومت سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں مگر کسی قیمت پر بھی اصولوں کے سودے پر تیار نہیں ہوتے۔ یہ نظارے آپ کو مشرق میں دکھائی نہیں دیں گے۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے۔ سوائے ایک تاریخی موقع کے جب کہ **سیاست کے میدان میں ایک ایسا روشنی کا سورج ابھرا تھا جو بظاہر دنیا کی نظر میں سیاست دان نہیں تھا لیکن ایک بااصول اور قوم کا سچا ہمدرد انسان تھا۔ یعنی قائد اعظم محمد علی جناح**' قائد اعظم کو بعض لوگ خصوصاً مغربی ناقدین جب اپنی سیاست کی عینکوں سے دیکھتے ہیں تو ان کو نہرو کے مقابل پر ان میں بہت سی خامیاں دکھائی دیتی ہیں۔ بہت سی جگہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایک اچھا سیاستدان ہوتا تو لوچ دکھاتا' نرمی اختیار کرتا' کچھ رستہ بدل کے چلتا۔ لیکن ایک ایسا سیاستدان ہے جس کی اتنی عزت کی جاتی ہے اور اس کے باوجود جہاں کہیں بھی سیاست کی آزمائش ہوئی وہاں اس نے اپنے اصولوں کے مقابل پر وقتی مفاد کو ٹھکرا دیا اور کسی قسم کی نرمی نہیں دکھائی جب کہ ہر موقع شناس ایسے مواقع پر نرمی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس لئے قائد اعظم کو ایک سخت اکھڑ انسان کے طور پر پیش کرتے ہیں جس کو حالات نے ایسا بنا دیا حالانکہ یہ تجزیہ بالکل غلط اور نادرست ہے۔ "

جس بات کو صحیح سمجھتے آہنی عزم کے ساتھ اس پر قائم ہو جاتے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

آپ کے قریبی ساتھی حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب فرماتے ہیں۔

## قائداعظم کا آہنی عزم

"قائداعظم کو تقسیم ملک کے مطالبے سے باز رکھنے کی نیت سے کانگریس نے جوابی مطالبہ کیا ہوا تھا کہ اگر ملک تقسیم ہوتا ہے تو پھر پنجاب اور بنگال کے صوبوں کی بھی تقسیم ہو کر مسلم آبادی والے علاقے علیحدہ ہونے چاہئیں۔ جب مونٹ بیٹن قائداعظم کو کسی طرح بھی تقسیم ملک کے مطالبہ کو ترک کرنے پر آمادہ نہ کرسکے تو انہیں ان کے انگریز افسران نے جنہیں وہ انگلستان سے ساتھ لائے تھے مشورہ دیا کہ وہ قائداعظم کو صاف صاف الفاظ میں دھمکی دیں کہ اگر وہ کیبنٹ مشن کی تجاویز پر عمل پیرا ہونے پر رضامند نہیں ہوتے تو پھر ملک کی تقسیم کی صورت میں بنگال اور پنجاب کے صوبے بھی لازماً تقسیم کئے جائیں گے۔ کانگریس کے چوٹی کے لیڈران کی طرف سے بھی انہیں یہی مشورہ دیا گیا۔ بلکہ امید ظاہر کی گئی کہ جب بنگال اور پنجاب کے مسلمان اپنے صوبوں کی تقسیم کو ناگریز پائیں گے۔ تو وہ قائداعظم کا ساتھ چھوڑ دیں گے اور پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ ان مشوروں پر عمل کرتے ہوئے مونٹ بیٹن نے قائداعظم کو بہت ڈرایا دھمکایا لیکن وہ ان کے آہنی ارادے کو متزلزل نہ کرسکے۔ قائداعظم نے بہ امر مجبوری بنگال اور پنجاب کی تقسیم منظور کرلی۔ لیکن مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ آزاد مملکت کا مطالبہ ترک نہ کیا۔ بنگال اور پنجاب کے مسلمانوں نے ان صوبوں کی تقسیم کے فیصلے کے باوجود قائداعظم کا ساتھ نہ چھوڑا اور کانگرسی لیڈروں کی مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جانے کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ (تحدیث نعمت صفحہ ۵۲۶)

## ہم پاکستان حاصل کر کے رہیں گے یا فنا ہو جائیں گے

ایک کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ملت کے منتخب شدہ اور پسندیدہ نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ہم پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ کنونشن آئندہ کے لئے قطعی اور غیر مبہم الفاظ میں اس امر کا اعلان کرے گا کہ ہمارا نصب العین کیا ہے۔ مجھے اس امر میں مطلق کوئی شبہ نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں ہماری ایک اور صرف ایک ہی رائے ہے **اور وہ یہ کہ ہم پاکستان چاہتے ہیں** اور اس کے حصول کی جنگ میں ہمارے قدم نہ ڈگمگائیں گے اور ہم پیش قدمی کرنے میں پس و پیش نہ کریں گے اور اگر ضرورت پڑی تو ہم پاکستان کیلئے جانیں دے دیں گے۔ **ہم پاکستان حاصل کر کے رہیں گے یا فنا ہو جائیں گے۔**

(بحوالہ خطبات قائداعظم صفحہ ۴۱۴)

## آپ کی پیشہ ورانہ زندگی ایک بااصول زندگی

آپ نے کبھی کم ظرف لوگوں کی طرح وقت ضائع کر کے لالچ نہ کیا۔

ایک دفعہ ایک موکل قانونی مشورے کے لیے آپ کے پاس آیا۔ اس نے مقدمے کی نہایت ضخیم مسل پیش کی اور فی گھنٹہ فیس مقرر کرتے ہوئے دس ہزار روپیہ دیا اور کہا کہ جب دس ہزار روپے ختم ہو جائیں۔ آپ مسل کا مطالعہ بند کر دیں۔ موکل آیا تو قائداعظم نے اس مقصد کیلئے صرف کئے گئے وقت کے مطابق ساڑھے تین ہزار روپے رکھ لیے باقی رقم واپس کر دی۔"

○ بیگم ریاست بھوپال کے کاغذات و دستاویزات دیکھ کر (جو چار پانچ صندوقوں پر مشتمل تھے) مشورے کیلئے پانچ سو روپے فی گھنٹہ فیس طے کی۔ موکل کا خیال تھا کہ تمام کاغذات دیکھنے پر کئی دن لگیں گے لیکن جناح نے بیس منٹ میں مقدمے کی حقیقت سمجھ کر مشورہ دے دیا اور صرف بیس منٹ کے حساب سے رقم وصول کی۔"

## مقررہ فیس سے زائد نہ لیتے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

O "قائد اعظم کے ایک موکل نے عدالت میں ان کی کارکردگی سے متاثر ہو کر مقررہ معاوضے سے زیادہ رقم بھیجی تو انہوں نے زائد رقم واپس کردی اور لکھا کہ جتنی فیس طے ہوئی تھی میں اسی قدر لے سکتا ہوں زائد نہیں۔

O "ایک مشہور تاجر کسی سنگین الزام میں ماخوذ ہوئے۔ قائد اعظم سے فیس کی بات ہوئی تو انہوں نے کہا "پانچ سو روپے روزانہ" تاجر نے کہا میرے پاس پانچ ہزار روپے ہیں۔ پتا نہیں مقدمہ کب تک چلے آپ یہ رقم معاوضے کے طور پر وصول کرلیں۔ لیکن قائد اعظم نہیں مانے۔ مقدمہ لیا۔ تین دن میں مقدمہ جیتا اور پندرہ سو روپے فیس وصول کی۔"

## جھوٹا مقدمہ نہ لیتے خواہ جتنی بڑی فیس ہوتی

قائد اعظم کو جس مقدمے کے بارے میں یقین ہو جاتا کہ جھوٹا ہے، اسے ہاتھ میں نہیں لیتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک اصولوں کے مقابلے میں پیسے کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ ایک دفعہ پنجاب کی ایک ریاست کے حکمران نے اپنے مقدمے کے کاغذات کے ساتھ فیس کے طور پر ایک لاکھ روپے بھی پیش کر کے اصرار کیا کہ اس مقدمے کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ لیکن کیس کے مطالعے کے بعد آپ نے کاغذات کے ساتھ فیس بھی واپس کردی کیونکہ مقدمہ جھوٹا تھا۔

## غریب آدمی کا مقدمہ بغیر فیس کے لیا

ایک مرتبہ ان کے سولسٹر نے ایک موکل کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ اس کے پاس مقدمے کے لئے زیادہ پیسے نہیں ہیں۔ انہوں نے مقدمہ لے لیا لیکن ہار گئے۔ مگر انہیں یقین تھا کہ مقدمے میں جان ہے اپیل کرنی چاہئے۔ سولسٹر نے جناح کو پھر یقین دلایا کہ موکل کے پاس رقم نہیں ہے انہوں نے سولسٹر سے کہا کہ اپیل دائر کرنے کا کچھ خرچ وہ اپنی جیب سے دے دے۔ اپیل میں وہ جیت گئے۔ لیکن جب سولسٹر نے انہیں فیس دلوانا چاہی تو قائد اعظم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ انہوں نے مقدمہ بغیر فیس کے لیا تھا۔

## اپنے جونیئر وکیل کے جونیئر کے طور پر پیش ہوئے اور فیس بھی واپس کردی

ایک مقدمے کے سلسلے میں انہیں بھوپال جانا تھا۔ ان کے پہنچنے سے پہلے مقدمے کی سماعت شروع ہو گئی اور قائد اعظم کے جونیئر وکیل بیرسٹر محمد حسین نے بحث شروع کردی۔ جب آپ وہاں پہنچے تو جونیئر وکیل نے بحث کی درخواست کی۔ قائد اعظم نے فرمایا کہ یہ پیشے اور اخلاق کے منافی ہے۔ میرے برادر وکیل نے مقدمے کا آغاز کر دیا ہے اب میں ان کے جونیئر کے طور پر ان کی مدد کروں گا۔ یہ کہہ کر مقدمے کے آخر تک جونیئر وکیل کے طور پر شامل رہے اور موکل کو بحث کی فیس واپس کردی۔

## بمبئی کارپوریشن کے صدر کو کرسی خالی کرنا پڑی

آپ پوری زندگی میں کسی بڑے سے بڑے شخص سے بھی متاثر نہیں ہوئے۔ انہوں نے دیانتداری اور محنت کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور نہ ہی کبھی کسی کی ناجائز دھونس اور رعب میں آئے۔ ۱۹۰۳ء کا ذکر ہے، ہائی کورٹ میں کوئی بڑا اہم مقدمہ سنا جا رہا تھا۔ عدالت کا کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حتی کہ اس کے دروازے بند کرنا پڑے۔ کمرے میں ایک حصہ وکلا کے لئے مخصوص تھا۔ جب محمد علی جناح اندر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ کوئی کرسی خالی نہیں۔ لیکن غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وکلا کی نشستوں میں سے ایک پر بمبئی کارپوریشن کا صدر جیمز میکڈانلڈ بیٹھا ہوا ہے۔ محمد علی جناح نے انہیں کہا کہ وہ کرسی خالی کردیں۔ مسٹر میکڈانلڈ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انہیں بھی کوئی شخص کرسی خالی کرنے کے لئے کہہ سکتا ہے۔ چنانچہ

Digitized By Khilafat Library Rabwah

کرسی سے نہیں اٹھے۔ محمد علی جناح نے عدالت کے منشی سے شکایت کی اور مطالبہ کیا کہ مسٹر میکڈ انلڈ کو کرسی سے اٹھایا جائے۔ منشی ہچکچایا تو جناح نے دھمکی دی کہ وہ جج سے شکایت کریں گے۔ منشی نے مجبوراً میکڈ انلڈ سے کرسی خالی کرنے کی درخواست کی اور جناح وہاں بیٹھ گئے۔ مسٹر میکڈ انلڈ نے ناراض ہونے کے بجائے جناح کا نام دریافت کیا اور کچھ دن بعد انہیں ایک ہزار روپے ماہانہ کارپوریشن کا وکیل مقرر کر دیا۔

## پیشہ ورانہ زندگی قومی مفاد کے تابع رکھی

بانی پاکستان محمد علی جناح نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کو بھی ہمیشہ قومی مفاد کے تابع رکھا اور ملک و قوم کی بہتری کے لئے پیشہ ورانہ مفاد کو تج دیا۔ اپریل ۱۹۳۴ء میں مرکزی اسمبلی میں معاہدہ اٹاوہ کے مشہور کیس پر بحث ہو رہی تھی۔ آخری دن نہایت اہم تھا۔ عین رائے شماری کے دن انہیں پیشکش کی گئی اور اس پر اصرار کیا گیا کہ وہ ایک مقدمے کی پیروی کیلئے بمبئی پہنچیں۔ اس مقصد کیلئے ایک لاکھ روپے کی پیشکش کی گئی (یہ ایک لاکھ ۱۹۳۴ء کا تھا) لیکن آپ نے وطن عزیز کی خاطر اس گرانقدر فیس کو ٹھکرا دیا اور اسمبلی کی کارروائی سے غیر حاضر ہونا پسند نہ کیا۔

## پریس کی آزادی

دیوان سنگھ مفتون کے اخبار "ریاست" نے ایک ریاست کے خلاف مضمون لکھا۔ ریاست نے ایڈیٹر کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ پیروی کیلئے قائداعظم سے درخواست کی اور ایک گراں قدر رقم فیس کے طور پر پیش کی۔ انہوں نے یہ کہہ کر فیس ٹھکرا دی اور مقدمہ نہیں لیا کہ ان کے نزدیک ہندوستان کے پریس کی آواز کو دبانا جرم ہے۔ وہ پریس کی آزادی کیلئے کوشاں ہیں۔

(قائداعظم افکار و کردار صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۵)

## قول اور فعل میں تضاد نہ تھا

تقسیم سے پہلے جب مختلف فرقوں اور گروہوں کی شرپسندی اور فساد پر آمادگی کی خبریں آنے لگیں تو کچھ لوگوں نے جا کر ان کی خدمت میں عرض کی کہ مسلمانوں کو بھی ان کے مخالفین کی طرح ہتھیاروں اور گولہ بارود سے مسلح رہنا چاہئے۔ اور اس سلسلے میں قائداعظم کو اقدام کرنا چاہئے۔ قائداعظم یہ سن کر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے۔ کیا تم لوگ مجھے منافق سمجھتے ہو کہ ایک طرف تو صلح کی اپیل پر دستخط کروں اور دوسری طرف تمہارے لیے ہتھیاروں کا بندوبست کروں۔ میں ہرگز ہرگز کسی ایسی تحریک کی حمایت نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ مسلمانوں کی طرف سے ہو۔ خواہ غیر مسلموں کی طرف سے۔

## پیسے کی خاطر نظریات بدلنے والوں کو اپنے ساتھ شامل نہ کرتے

پیرزادہ محمد ذکاء اللہ مرحوم و مغفور نے جو تقسیم سے پہلے شملے کے ایک سرگرم مسلم لیگی کارکن تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ جب قائداعظم نے ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ کی تحریک شروع کی۔ تو ان کے ساتھ بہت کم آدمی تھے۔ مجھے خیال ہوا کہ کچھ ایسے آدمیوں کو مسلم لیگ میں لانا چاہئے جو عوام کے مجمعوں میں تقریر کرنے کے عادی ہوں۔ ایک عرصے کی کوشش کے بعد میں نے ایک مشہور و مقتدر غیر مسلم لیگی مسلم کو مسلم لیگ میں داخل ہونے پر راضی کر لیا۔ مگر شرط یہ تھی کہ لیگ ان کے گزارے کیلئے سو روپے ماہوار انہیں دیا کرے۔ میرا خیال تھا کہ انہوں نے اس قدر رقم مانگنے پر بڑے ایثار کا ثبوت دیا ہے۔ خوشی خوشی جناح صاحب کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ دیکھئے قسمت نے یاوری کی ہے اور ایک مشہور و معروف کانگریسی کارکن جو ایک خوش بیان مقرر بھی ہے۔ مسلم لیگ میں آنے کیلئے تیار ہے۔ بشرطیکہ ہم اس کے لئے فقط سو روپے ماہانہ کا بندوبست کر دیں۔ اب آپ اجازت دیں تو معاملہ فوراً طے ہو جائے۔ اور اگر ضروری ہوا تو ہم لوگ اس رقم کا بار لیگ کے مرکزی فنڈ پر بھی نہیں ڈالیں گے۔ خود ہی انتظام کر لیں گے۔ آپ کے کہنے کی دیر ہے۔ پیرزادہ صاحب مرحوم کا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

بیان ہے کہ قائد اعظم میری بات سن کر مطلقاً خوش نہیں ہوئے۔ بلکہ بلا توقف کہہ دیا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں اس تجویز سے متفق نہیں ہوں۔ میں نے کہا کہ جناب والا میں نے تو سمجھا تھا کہ میں ایک اہم مژدہ لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور آپ میری تجویز کا خیر مقدم کریں گے۔ آخر آپ کے پاس کارکن ہیں ہی کتنے اور ان میں سے بھی کتنے ایسے ہیں جو عام مسلمانوں پر اثر ڈال سکتے ہیں۔ جناح صاحب نے کہا۔ دیکھو میاں، تمہاری تجویز کو میں اس لیے منظور نہیں کر سکتا کہ یہ کام مسلمانوں کا اپنا کام ہے اور اسے کرنے کیلئے کسی مسلمان کو کوئی رشوت دینا میرے نزدیک قطعاً ناجائز ہے' اگر آپ کے دوست واقعی یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں مسلم لیگ میں آکر اپنا کام کرنا چاہئے۔ تو اس کے لئے شرطیں ٹھہرانا کیا معنی' دوسرے ہم ایک غریب قوم ہیں۔ آپ کے دوست ہم سے صرف ایک سو روپیہ مانگتے ہیں۔ اگر ہم ان کی شرط منظور بھی کرلیں تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ ہم سے زیادہ مال دار قومیں انہیں اس سے زیادہ رقم دے کر دوبارہ ہم سے نہیں چھڑا سکیں گی۔ تم ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ اگر وہ آکر ہم میں شامل ہو جائیں گے۔ تو ہم دل و جان سے ان کا استقبال کریں گے۔ جو روکھی سوکھی ہمیں میسر ہے۔ اس میں وہ بھی ہمارے حصے دار ہوں گے لیکن اگر وہ پیشگی کوئی شرط کرنا چاہتے ہیں تو بہتر ہوگا کہ جہاں ہیں وہیں رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صاحب مسلم لیگ کا کام کرنے کو تیار نہیں ہوئے۔" (نقوش قائد اعظم صفحہ ۱۱۰۔۱۰۹)

## وقت کی پابندی آپ کا اصول

قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد سٹیٹ بینک کا افتتاح ہوا۔ قائد اس تقریب میں مہمان خصوصی تھے۔ وہ ٹھیک وقت پر تشریف لائے لیکن کئی وزراء اور سرکاری افسران نے ابھی تک تقریب گاہ میں قدم رنجہ نہیں فرمایا تھا۔ ان میں وزیر اعظم لیاقت علی خاں بھی شامل تھے۔ اگلی رو کی کئی کرسیاں جو بڑے افسران اور وزرائے کرام کیلئے مخصوص تھیں خالی پڑی تھیں۔ یہ دیکھ کر قائد اعظم کے چہرے پر سرخی سی دوڑ گئی۔ انہوں نے کارروائی شروع کرنے کا حکم دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ تقریب گاہ میں موجود تمام خالی کرسیاں اٹھالی جائیں تاکہ جو حضرات بعد میں آئیں انہیں کھڑا رہنا پڑے۔ اس طرح انہیں پابندی وقت کا خیال رہے گا۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ تقریب شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد جناب لیاقت علی خاں تشریف لے آئے۔ ان کے ساتھ چند دوسرے وزراء بھی تھے۔ لیکن کسی شخص کو ان کے لئے کرسی لے کر آنے یا انہیں اپنی کرسی پیش کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔ تقریب کے دوران لیاقت علی خان اور ان کے کئی رفقاء کھڑے رہے۔ ان کا مارے شرمندگی اور خجالت کے برا حال تھا۔ قائد روانہ ہونے لگے تو ان حضرات نے دیر سے آنے پر بڑی معذرت کی۔ اس واقعہ کے بعد کسی مقتدر سے مقتدر شخص کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ وہ تقریب میں دیر سے آئے۔" (نقوش قائد اعظم صفحہ ۳۴۳۔۳۴۲)

## روزانہ پروگرام میں تبدیلی نہ کرتے

ان کی زندگی کا ایک مقررہ پروگرام تھا اور پروگرام پر وہ اتنی شدت سے عمل پیرا تھے کہ علالت کے دوران بھی ہر صبح حجامت بنواتے۔ ساڑھے چھ بجے چائے نوش فرماتے۔ بیماری کے دوران میں جب ایک دفعہ ان سے درخواست کی گئی کہ اگر آپ سوئے ہوئے ہوں تو چائے کے لئے آپ کو جگایا نہ جائے۔ کیونکہ آپ کے لئے نیند اور آرام کی اشد ضرورت تھی۔ تو آپ مسکرا کر فرمانے لگے۔ صحت کے لئے زندگی بھر کے اصول ترک نہیں کئے جا سکتے۔ سرکاری کاموں کے علاوہ ان کا زیادہ تر وقت دنیا کے ہر گوشہ سے آئے ہوئے خطوط' رسائل سیاسی کتب قرآن کریم' احادیث نبوی کے مطالعہ میں صرف ہوتا۔ لیکن اس مصروفیت کے باوجود اپنا ہر ایک خط خود کھولتے۔ خود پڑھتے اور خود جواب دیتے سفر سے پیشتر اپنا سامان خود باندھتے اور اپنی قمیض کے بٹن تک خود ٹانکتے۔ دن رات میں تقریباً بارہ گھنٹے روزانہ کام کرتے یہاں تک کہ عیدین کو بھی ناغہ نہ فرماتے تھے۔ اس مرد قلندر کی شستگی لباس کے متعلق لکھنا لاحاصل ہے۔ ان کا لباس ہندوستان بھر میں بہترین اور موزوں ترین گنا جاتا تھا۔ وہ ایک بہترین خوش پوش انسان تھے۔ درحقیقت یہی ان کی شخصیت اور پاکیزگی کردار کا آئینہ تھا۔ **ان کا دل ان کے لباس کی طرح صاف تھا۔** آپ ان کے لباس میں کوئی عیب' کوئی نقص نہ پاسکیں گے۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

انگریزی اور پاکستانی لباس دونوں زیب تن رہتے تھے۔ زندگی کے آخری سال کے دوران عموماً شیروانی اور شلوار زیب تن فرماتے رہے۔ جو کچھ بھی پہنتے تھے آپ کو ان کے لباس میں کوئی ایسی چیز نظر نہ آسکتی تھی۔ جو لاپرواہی، جلد بازی اور دماغی پریشانی کا پتہ دیتی ہو۔"

حیات قائداعظم صفحہ ۶۹۹۔۶۹۸)

## دوسروں کے جذبات کا احترام آپ کا اصول

۱۹۴۵ء میں کراچی عیدگاہ میں عیدالفطر کے موقعہ پر نماز کے بعد یہ محسن جب منبر پر تقریر کرنے آیا تو تقریر کے خاتمہ پر لاتعداد مسلمان مصافحہ کیلئے آگے بڑھے۔ لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرے لئے سب مسلمان برابر ہیں۔ اگر میں عبداللہ ہارون سے ہاتھ ملاؤں گا تو دوسرے لاکھوں مسلمانوں کو جو اس وقت عیدگاہ میں جمع ہیں۔ کیونکر انکار کر سکوں گا۔ یقیناً لاکھوں مسلمان فرط عقیدت سے مصافحہ کیلئے تڑپ رہے ہوں گے۔ ایسے عظیم مجمع میں جہاں لاکھوں عقید تمند جمع ہوں وہاں خود پر اتنی بڑی پابندی عائد کر لینا کوئی آسان بات نہیں۔

(حیات قائداعظم صفحہ ۳۹۵)

## ریاکاری سے نفرت

قائداعظم نے پاکستان کے حصول کیلئے سیاسی بصیرت بے مثال خداداد صلاحیت لاجواب حکمت عملی اور بلند ترین عزم و تدبر سے جدوجہد کی اور اسے دو قومی نظریہ کے تحت حاصل کیا اس پاکستان میں جس قسم کا آئین نافذ کرنا چاہتے تھے یا اس پاکستان کو وہ جس تہذیب و ثقافت زبان و کلچر اور تمدن کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے تھے۔ اس کا انہوں نے بار بار اعلان کیا۔ قائداعظم کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ وہ اس سیاست پر قطعاً یقین نہیں کرتے تھے جس کی بنیاد دھوکے پر ہو یا جس سے عوام کو دھوکا دیا جاسکے۔ اس کے ثبوت میں اتنا کافی ہے کہ ۱۹۴۵ء میں جب قائداعظم پشاور تشریف لائے تو ۲۴ نومبر کو ان کے پروگرام میں لنڈی کوتل اور تورخم کا دورہ تھا۔ پشاور کے چند علماء قائداعظم کے پاس پہنچے اور کہا کہ اگر آپ آج جمعہ کی نماز مسجد مہابت خان میں ہمارے ساتھ ادا کریں تو اس کا بہت اچھا اثر پڑے گا۔ قائداعظم نے فرمایا "کیسا اثر پڑے گا"؟ مولانا صاحب نے جواب دیا۔ عوام آپ کی تعریف کریں گے کہ آپ نمازی ہیں اس لئے اس کا اثر آنے والے مسلم لیگ کے الیکشن پر بڑا اچھا پڑے گا اور لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیکر بھاری تعداد میں ممبروں کو کامیاب کریں گے۔ "قائداعظم نے اپنی انگلی کو متحرک کرتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔ "**یہ تو اسلام کے ساتھ اور خدا کے ساتھ دھوکا ہے کہ میں ووٹ کی خاطر ریاکاری کروں** میں نماز پڑھتا ہوں، خدا کو ایک مانتا ہوں۔ مسلمانوں کے مفاد کیلئے لڑ رہا ہوں۔ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور کلچر اور ثقافت کی حفاظت کیلئے پاکستان کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں ریاکاری کروں۔ **میں ووٹ کی خاطر ریاکاری نہیں کرنا چاہتا**۔ ہاں اگر لنڈی کوتل کا دورہ پہلے سے میرے پروگرام میں نہ ہوتا تو میں جمعہ کی نماز آپ کے ساتھ پڑھتا مگر وہ صرف اس لئے نہیں کہ لوگ میرے اس فعل کی خاطر مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ نہیں نماز انسان کا ذاتی فعل ہے جس کا تعلق براہ راست ذات باری سے ہے اور میں انتہائی افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ لوگ اسلام کے مبلغ بن کر اس قسم کے نظریات پر کیوں عمل پیرا ہیں خدا تو ریاکار پر لعنت بھیجتا ہے۔"

مذکورہ واقعہ بیان کرنے سے یہ مقصد ہے کہ عوام یہ سمجھ سکیں کہ قائداعظم جیسا ظاہر تھے ویسا ہی باطن رکھتے تھے ان میں تصنع اور ریکاری قطعاً نہ تھی وہ **دھوکے کی سیاست کے قائل نہ تھے۔ وہ صاف ستھری اور کھری سیاست پر یقین رکھتے تھے اس لئے ہندوستان** کے بڑے بڑے سیاسی لیڈر اور بڑے بڑے عالم ان کا بیحد احترام کرتے تھے اور سیاسی میدان میں انہیں ایک عظیم سیاست دان مانتے تھے۔

(قائداعظم اور سرحد ۴۸۹)

## پاکستان سے آپ کی توقعات

## اصولی ارشادات

Digitized By Khilafat Library Rabwah

پاکستان قائم ہونے سے قبل اور بعد میں ہمیشہ جن اصولوں کی پاسداری آپ کے پیش نظر رہی اس سلسلے میں چند حوالے پیش خدمت ہیں۔ جن سے آپ کی پاکستان سے توقعات کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کی عوام اور ہمارے ارباب حل و عقد آپ کی ان توقعات پر پورا اترتے نظر آ رہے ہیں یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ پاکستان پاکیزہ کردار، پاکیزہ اخلاق والے لوگوں کی جگہ کوئی اور منظر پیش کر رہا ہے

## قیام پاکستان کا مقصد

آپ فرماتے ہیں۔

"قیام پاکستان جس کے لئے ہم گزشتہ دس سال سے جدوجہد کر رہے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اپنے لئے ایک مملکت قائم کرنا۔ یہی ہمارا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ یہ ذریعہ تھا حصول مقصد کا۔ خیال یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت کے مالک ہوں جہاں ہم اپنی روایات اور تمدنی خصوصیات کے مطابق ترقی کر سکیں۔ **جہاں اسلام کے عدل و مساوات کے اصول کو آزادی سے برسرعام آنے کا موقع حاصل ہو۔**"

(افسران حکومت سے خطاب ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

## نہ کوئی بنگالی ہے نہ پنجابی نہ سندھی نہ بلوچی

"میں صاف طریق پر آپ کو ان خطرات سے آگاہ کر دینا چاہتا ہوں جو پاکستان کے قیام کو روکنے کی کوشش میں ناکام ہونے کے بعد اپنی شکست سے پریشان ہو کر پاکستان کے دشمن اب مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر اس مملکت میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کوششوں نے اب صوبہ پرستی کو ہوا دینے کی صورت اختیار کی ہے۔ جب تک آپ اپنی ملکی سیاست سے اس زہر کو نکال کر نہیں پھینک دیں گے اس وقت تک آپ خود کو ایک حقیقی قوم میں نہیں ڈھال سکتے اور نہ ویسا جوش اور ولولہ پیدا کر سکتے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ بنگالی، سندھی، بلوچی، پٹھان وغیرہ کی باتیں نہ کریں۔ آپ سب ایک قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے ایک **سلطنت اپنے لئے بنائی ہے**۔ ایک وسیع و عریض سلطنت یہ آپ سب کی ہے۔ یہ نہ پنجابی کی ہے نہ بنگالی کی، نہ سندھی کی، نہ پٹھان یہ آپ کی ہے"

(قائد اعظم کا ڈھاکہ میں خطاب ۱۲ مارچ ۱۹۴۷ء)

## اسلام نے جمہوریت دکھائی ہے

۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک موقع پر کراچی ایسوسی ایشن کے استقبالیہ میں "شریعت اسلامیہ" پر تقریر کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا۔

"کون کہتا ہے کہ پاکستان کے آئین کی اساس شریعت پر نہیں ہوگی؟ جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ مفسد ہیں۔ ہماری زندگی میں آج بھی اسلامی اصولوں پر اسی طرح عمل ہوتا ہے جس طرح کہ تیرہ سو سال پہلے ہوتا تھا۔ اسلام نے جمہوریت دکھائی ہے مساوات اور انصاف کا سبق دیا ہے۔ لہٰذا اسلامی اصول پر عمل کرنے سے ہم ہر ایک کے ساتھ انصاف کر سکیں گے۔"

(اسلام اور قائد اعظم باب ۹ صفحہ ۹۳)

## پاکستان میں نسل و عقیدے کا سوال نہیں

"اگر آپ لوگ باہمی تعاون سے کام کریں۔ ماضی کو بھول جائیں اور گزشتہ راصلوۃ پر عمل کریں تو یقیناً کامیاب ہوں گے۔ اگر آپ مل جل کر اس جذبہ کے تحت کام کریں کہ **ہر شخص خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو**۔ ماضی میں آپ کے تعلقات ایک دوسرے سے خواہ کیسے ہی رہے ہوں **اس کا رنگ، نسل، مذہب** کچھ ہی ہو۔ **اولاً، ثانیاً، آخراً اسی مملکت کا شہری ہے۔ اس کے حقوق مراعات اور ذمہ داریاں مساوی و یکساں ہے تو ہم بے حد ترقی کر جائیں گے**۔ ہمیں اس جذبے کے تحت کام شروع کر دینا چاہئے۔ پھر رفتہ رفتہ اکثریت اور اقلیت کے

Digitized By Khilafat Library Rabwah

مسلمان فرقہ اور ہندو فرقہ کے تمام اختلاف مٹ جائیں گے۔"

(مجلس دستور ساز سے خطاب بحوالہ خطبات قائد اعظم صفحہ ۵۶۵)

## ہر قسم کی مذہبی آزادی

"آپ آزاد ہیں۔ اپنے مندروں، مسجدوں اور دوسری عبادت گاہوں میں جانے کیلئے آپ پاکستان کی مملکت میں بالکل آزاد ہیں۔ آپ کسی مذہب، فرقہ عقیدہ سے تعلق رکھیں۔ اس کا کاروبار سلطنت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہم اس بنیادی اصول سے اپنے نظام کا آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہیں۔ اور مساوی الحیثیت ہمیں اس مسلک کو اپنے نصب العین کے طور پر سامنے رکھنا چاہئے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ جیسے زمانہ گزرتا جائے گا۔ نہ ہندو ہندو رہے گا اور نہ مسلمان مسلمان، مذہبی اعتبار سے نہیں کیونکہ یہ تو ذاتی عقائد کا معاملہ ہے بلکہ سیاسی لحاظ سے ہم سب ایک ہی مملکت کے شہری ہو جائیں گے۔"

(مجلس دستور ساز پاکستان سے خطاب بحوالہ خطبات قائد اعظم صفحہ ۵۶۳)

اب میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ جنوری ۱۹۸۹ء کے ان الفاظ پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں جو قائد اعظم کے بااصول ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"قائد اعظم بہت بااصول انسان تھے ان کی زندگی میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ جب وہ کانگریس سے مایوس ہوئے اور مسلمانوں کے حالات پر نظر ڈال کر انہوں نے دیکھا کہ یہ لوگ سچائی کی خاطر تلخی کی راہوں پر قدم نہیں مار سکیں گے اور ہر طرح میرا ساتھ نہیں دے سکیں گے تو انہوں نے سیاست سے کلیتہ کنارہ کشی اختیار کر لی اور جیسے بعض بچے روٹھ جاتے ہیں اس طرح یہ بالغ نظر انسان روٹھ کر انگلستان میں آکے بیٹھ گیا۔ اور تمام دوستوں اور مداحوں کو یہ واضح اطلاع دے دی کہ آج کے بعد ہندوستان کی سیاست میں میں کوئی دخل نہیں دوں گا۔ اس موقع پر حضرت فضل عمر کی نظر نے دیکھا کہ اگر ہندوستان میں مسلمانوں کیلئے سیاست کے لحاظ سے کوئی نجات کی راہ ہے تو وہ قائد اعظم محمد علی جناح کے پیچھے چل کر ہی مل سکتی ہے۔ اور محمد علی جناح ہی سے آج ہندوستان کے مسلمانوں کا مفاد وابستہ ہے۔ اس زمانے میں ہمارے مولانا عبد الرحیم درد صاحب یہاں انگلستان میں امام (بیت الفضل) لندن ہوا کرتے تھے۔ حضرت فضل عمر نے ان سے فوری رابطہ پیدا کیا اور کہا کہ جس طرح میں آپ کو سمجھاتا ہوں اس طریق پر قائد اعظم سے جا کر (قائد اعظم تو اس وقت غالباً نہیں کہلاتے تھے محمد علی جناح سے جا کے) ملیں اور ان کو بتائیں کہ اس وقت مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ آپ کی کامیابی یا ناکامیاں اس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ایک ناکام رہنما کے طور پر مر جائیں لیکن ایک عظیم قوم کی زندگی کی خاطر ایسی قربانیاں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اس لئے آپ واپس آئیں اور دوبارہ مسلمانوں کی قیادت کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اس وقت قائد اعظم کا رد عمل جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے شروع میں تو بہت سخت تھا کیونکہ بااصول انسان تھے لیکن بااصول انسان جب بات کو سمجھ جاتا ہے تو پھر نرمی بھی اختیار کرتا ہے۔ یہ وہ فرق ہے جو مغربی آنکھ نے نہیں دیکھا اور قائد اعظم کو ایک ایسے Rigid یعنی ایسے سخت انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو گویا بات سمجھنے کے بعد بھی راہ بدلنے پر آمادہ نہیں ہوا کرتا تھا لیکن اور باتوں کو چھوڑ دیں صرف یہ ایک واقعہ ہمیشہ کیلئے قائد اعظم سے اس الزام کو دھونے کیلئے کافی ہے۔ اس زمانے میں (بیت الفضل) لندن کی حیثیت آج کے مقابل پر کچھ بھی نہیں تھی۔ چند گنتی کے احمدی تھے اور درد صاحب کو قائد اعظم جانتے بھی نہیں تھے۔ اچانک ایک امام (بیت الذکر) کا ان کے پاس پہنچنا جو خود ایک غیر معروف انسان

Digitized By Khilafat Library Rabwah

ہو اور یہ درخواست کرنا کہ آپ اپنا فیصلہ بدل دیں اور دوبارہ واپس جائیں، ہندوستان کی سیاست میں حصہ لیں اور قوم کی پوری طرح بھرپور نمائندگی کریں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک ہمارے عبدالرحیم صاحب درد کو قائداعظم کے ساتھ بحث و تمحیص کا موقع ملا۔ ان کو سمجھانے کی کوشش کی۔ بالآخر جب قائداعظم نے سمجھ لیا کہ ہاں واقعہ درد صاحب کا موقف درست ہے اور میرے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ جو کچھ بھی ہو مجھے بہرحال ہندوستان واپس پہنچ کر مسلمانوں کی خدمت کرنی چاہئے تو انہوں نے اسی وقت یہ فیصلہ کر لیا اور آپ کے تاریخ دان اس بات کو مستند کتابوں میں لکھ چکے ہیں۔

قائداعظم نے خود اس بات کا اقرار کیا کہ زندگی کے ایسے اہم موڑ پر مجھے سیدھی راہ دکھانے والا لندن (بیت الفضل) کا امام تھا۔ اس کے بعد وہ پھر کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ **وہ ایک بے خوف بااصول اور بامراد رہنما تھا۔** کامیابی اس کے قدم چومتی تھی۔ باوجود اس کے کہ کامیابی کے حصول کیلئے وہ اصول چھوڑ کر جھکنا نہیں جانتا تھا۔ اس نے زندگی میں کسی ایک موقع پر اپنے اصول کا سودا نہیں کیا۔ چنانچہ اس زمانے میں جب کہ پاکستان کا قیام اتنی ناکامی کا سوال تھا۔ بظاہر ایک شخص کی کامیابی اور ناکامی کا بھی نہیں بلکہ ساری قوم کی کامیابی اور ناکامی کا سوال تھا۔ ایسے موقع پر ایک سیاستدان اپنے ساتھ جتنے بھی موافق اور موید اکٹھے کر سکتا ہے ان کو سمیٹتا چلا جاتا ہے۔ کسی کو کچھ لالچ دیتا ہے کسی کو کچھ لالچ دیتا ہے۔ کسی سے کسی بات کے سودے ہوتے ہیں۔ کسی سے کسی اور بات کے سودے ہوتے ہیں اور اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کیلئے یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ اس موقع پر اتنے بڑے اصول داؤ پر لگے ہوئے ہیں کہ اس کے مقابل پر چند چھوٹے چھوٹے اصولوں کی قربانی دے دینا کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتا ایسے موقع پر خدا تعالیٰ کی طرف سے قائداعظم کی ایک بہت بڑی آزمائش ہوئی اور دراصل اس آزمائش پر ان کا پورا اترنا ہی ان کی زندگی کو بامراد کرنے کا فیصلہ کر گیا۔

تمام ہندوستان میں تمام مذہبی جماعتیں سوائے جماعت احمدیہ کے قائداعظم اور پاکستان کی مخالف تھیں۔ مسلمان تحریک پاکستان کے حق میں تھے۔ لیکن سب مسلمان حق میں نہیں تھے۔ جہاں تک مذہبی جماعتوں کا تعلق ہے بحیثیت تنظیم اگر تمام نہیں (ہو سکتا ہے میری یادداشت نے کوئی غلطی کی ہو) **لیکن بھاری اکثریت میں وہ تمام مذہبی جماعتیں جو آج پاکستان پر قابض ہیں وہ ساری کی ساری قائداعظم کی مخالف تھیں اور پاکستان کے تصور کی مخالف تھیں۔** لیکن ایک بات پر وہ اپنے موقف بدلنے پر آمادہ تھیں اور وہ چھوٹی سی بات یہ تھی کہ قائداعظم سے انہوں نے درخواست کی کہ اگر آپ مسلمانوں میں سے احمدیوں کو نکال دیں اور ان کی غیر مسلم حیثیت تسلیم کرتے ہوئے ان کو مسلم لیگ سے خارج کر دیں تو ہم اپنا تمام عمر کا سیاسی موقف تبدیل کر کے آپ کے پیچھے لگنے کیلئے تیار ہیں۔ یہ شرط مان لیں تو آپ کی باقی ساری باتیں بلاشرط ہم تسلیم کر لیں گے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ کتنا عظیم الشان دباؤ تھا۔ ساری زندگی کی جنگ کا نتیجہ اس بات پر منحصر تھا اور ایک سیاستدان، ایک دانشور جو ملکی حالات سے باخبر ہو، جو فرقوں کے باہمی تناسب اور ان کے اعداد و شمار سے واقف ہو۔ اس کیلئے ناممکن ہے کہ ایک سیاستدان کے طور پر فیصلہ کرے کہ مسلمانوں کی بھاری اکثریت کی نمائندہ مذہبی جماعتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے ان کو رد کرتے ہوئے اور مخالف بناتے ہوئے ایک چھوٹی سی مذہبی جماعت کو قبول کر لے محض اس لئے کہ اس کے نزدیک اصول کا یہ تقاضا تھا کہ اکثریت کی رائے کو رد کر دیا جائے اور ایک چھوٹی اقلیتی جماعت کی رائے کو قبول کر لیا جائے۔ چنانچہ قائداعظم نے انتہائی دباؤ کے باوجود ان کی اس بات کو قبول نہیں کیا۔ انہوں نے کہا میرے نزدیک مسلمان سیاست میں بنیادی طور پر یہی اصل ہمیشہ قائم رہے گا کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کا حق ہے کہ بحیثیت مسلمان، مسلمانوں کی سیاست میں حصہ لے۔ جو شخص اپنے منہ سے اپنے اسلام کا انکار کرتا ہے اس کا کوئی حق نہیں وہ ہمارے ساتھ شامل ہو۔ یہ اتنی سی بات تھی مگر انہوں نے احمدیوں کی ممبرشپ روکنے کی بجائے ایک تاریخی فیصلہ کے ذریعہ یہ اعلان کیا کہ ہر احمدی مسلم لیگ کا ممبر بن سکتا ہے اور اس کے نتیجہ میں دوسری تمام مذہبی جماعتیں اگر ناراض ہو کر مسلم لیگ کی ممبرشپ سے الگ ہوتی ہیں تو ہونے دو۔

## اصولی اور منصفانہ فیصلے کے دوررس نتائج

Digitized By Khilafat Library Rabwah


ایم کاشف آٹو انجنیئرز

ڈیلر: ہنڈا، یاماہا، سوزوکی کے جینئن سپیئر پارٹس
ٹائر اینڈ ٹیوب دستیاب ہیں۔

بالمقابل علمدار حسین کالج
حسین آگاہی روڈ ملتان

فون:- ۵۴۰۹۶۰-۵۴۶۴۹۷



میسی، فیئٹ ٹریکٹرز انجن اوور ہالنگ نیز پیٹر چائنہ ڈیزل انجن کے سپیئر پارٹس بھی دستیاب ہیں۔

رؤف آٹوز اینڈ پیٹر ہاؤس

جنرل ٹرک اسٹینڈ دکان نمبر ۱۲ بلال مارکیٹ ملتان

فون:- ۵۲۶۰۳۴
رہائش:- ۸۱۲۵۳



عرفان طارق کلاتھ ہاؤس

فائن کلاتھ مارکیٹ
گول کچہری بازار فیصل آباد

تمام ملوں کی ورائٹی کاٹن اور سلکی کپڑے کی دستیاب ہے



اعتماد کا ایک نام

کوئٹہ الیکٹرونکس

حسین آگاہی روڈ ملتان

ہمارے ہاں سونی، پیناسونک کلر ٹی وی نہایت مناسب ریٹوں پر دستیاب ہیں۔

پروپرائٹر:- چوہدری تجمل اشفاق

فون:- ۵۸۳۵۶۸



محمود کلاتھ ہاؤس

اسٹیشن روڈ باندھی ضلع نواب شاہ

ہر قسم کا کپڑا بارعایت دستیاب ہے

پروپرائٹر:- محمود احمد
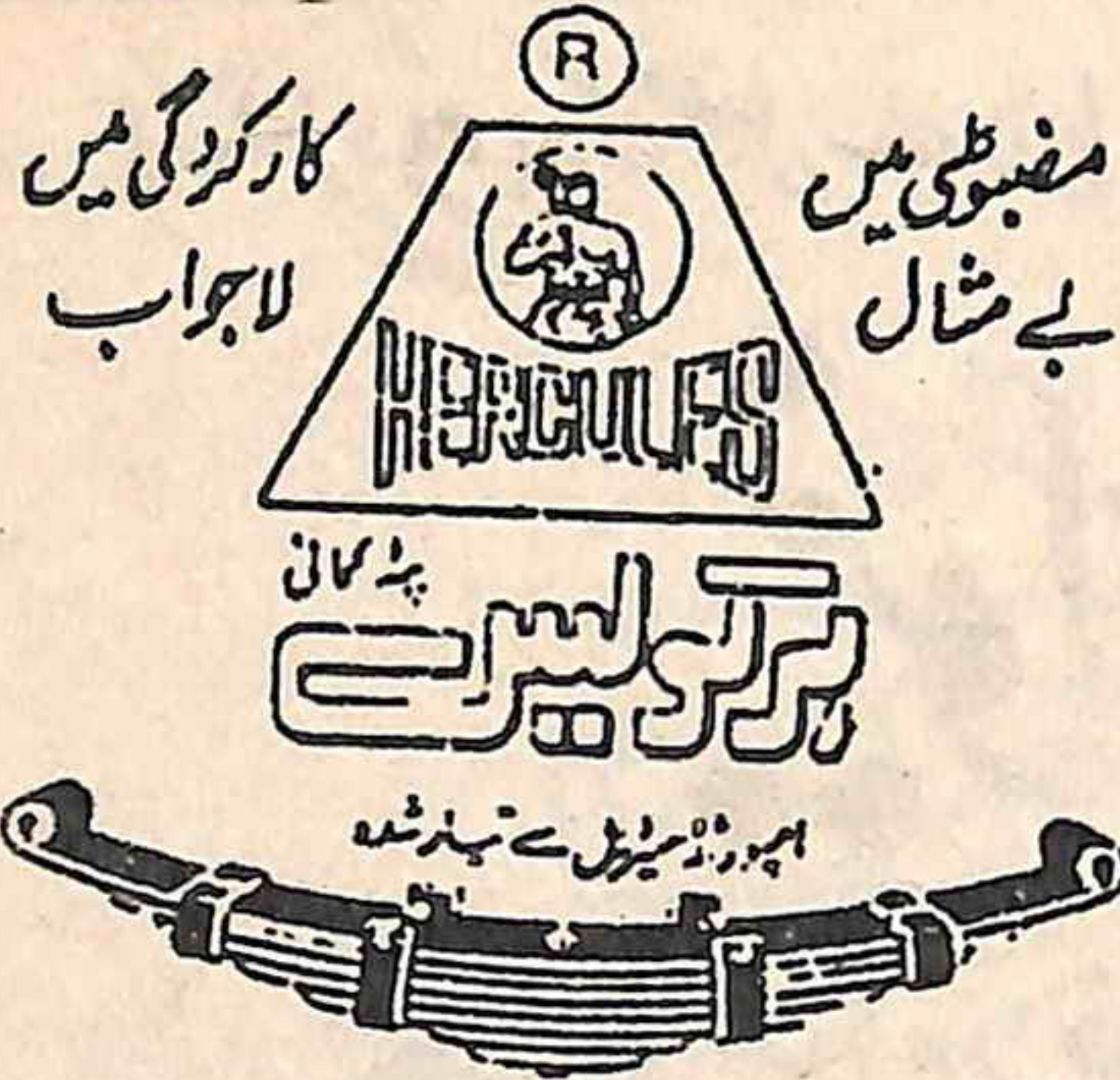


گولڈن جوبلی پاکستان مبارک

خان برادرز الیکٹرونکس

بالمقابل محفل سینما
حسین آگاہی روڈ ملتان

فون: ۵۴۶۲۶۹

Digitized By Khilafat Library Rabwah

یہ وہ اصولی فیصلہ تھا جس کے نتیجے میں دراصل قائد اعظم کامیاب ہوئے۔ یہ وہ اصولی فیصلہ تھا جو خدا کو پسند آیا۔ یہ وہ انصاف اور تقویٰ کی بات تھی جس نے درحقیقت ایک ہاری ہوئی بازی کو جتا دیا۔ میں سمجھتا ہوں یہ اسی ایک ہی فیصلے کی برکت تھی کہ ایک عظیم انقلاب رونما ہونا شروع ہوگیا۔ اس فیصلے سے پہلے خود پنجاب میں بھی قائداعظم کے ہم خیالوں کو کوئی طاقت حاصل نہیں تھی۔ سردار خضر حیات کی یونینسٹ حکومت پنجاب میں قائم تھی جو مسلم لیگ کی مخالف اور کانگریس کے اصولوں سے متفق تھی اور پنجاب جو آج پاکستان کی جان ہے۔ اس پنجاب میں بھی اگر مسلم لیگ کی کوئی حیثیت نہیں تھی تو اندازہ کریں کہ اس وقت ایک ایسا فیصلہ کرنا جس سے تمام بڑی مذہبی جماعتیں ناراض ہو جائیں۔ صرف ایک چھوٹی سی اقلیت کو خوش کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے اصول پر قائم رہنے کی خاطر اس چھوٹی سی اقلیت کو ترجیح دینے کا یہ وہ فیصلہ تھا جس نے حالات کی کایا پلٹ دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بڑے بڑے علماء جو قائد اعظم کو رد کر چکے تھے ان کے پلیٹ فارم ان کے قدموں تلے سے کھسکنے شروع ہوئے اور قائد اعظم کے قدموں کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ قدم جو ان پلیٹ فارموں کی طرف لالچ کی وجہ سے نہیں بڑھے تھے خدا نے ان پلیٹ فارموں کو ان کے مالکوں کے قدموں کے نیچے سے نکال دیا اور وہ پلیٹ فارم قائد اعظم کی طرف بڑھنے لگے یہاں تک کہ ایک ایسا ریلا آیا کہ جس میں یہ علماء ہواؤں میں لٹکے ہوئے رہ گئے اور ان کے نیچے کی تمام زمین نکل گئی۔ یہ ہے اصول کی وہ بات جو بدقسمتی سے آج تک ہمارے سیاستدانوں نے نہیں سیکھی۔ اس وقت پاکستان میں جو صورت حال ہے اس میں بھی اس قسم کی بعض باتیں ہیں جن کے فیصلے ہونیوالے ہیں۔"

(اقتباس از خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ ۲۰ جنوری ۱۹۸۹ء الفضل ۱۲ ستمبر ۱۹۹۱ء)

اب ڈھونڈ انہیں چراغ رخ زیبا لیکر

مضبوطی میں بے مثال
کارکردگی میں لاجواب
HERCULES
ہرکولیس پٹہ کمانی
امپورٹڈ میٹریل سے تیار شدہ

میاں بھائی
سپیشلسٹ
• پٹہ کمانی
• سلنسر بکس، پائپ
• آٹو ربڑ پارٹس
نیز
سوزوکی جینئن پارٹس
۱۵- منٹگمری روڈ، لاہور
فون نمبر 6374740 - 6313372 - 3613373

Kemikon
Control Engineering
To Solve Industriai Control Problems
Pneumatic, Electronic & PLC etc.
Mahmood Abad, Jhelum
Ph: 0541-612585

اِک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا ﴿ مَیں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# نیو احمد جیولرز

## حسین اور فینسی زیورات کا مرکز

تمام امپورٹڈ ورائٹی بغیر ٹانکے سے تیار شدہ

کاسٹنگ۔ مدراسی۔ اٹالین۔ سنگاپوری۔ بحرینی۔ کندن اور جڑاؤ جیولری خریدنے کے لئے تشریف لائیں K.D.M کی گارنٹی کے ساتھ۔

پتہ:۔ گلا چوک شہیداں۔ سیالکوٹ۔ پاکستان

پروپرائٹر:۔ محمد احمد توقیر

فون نمبر: دکان: ۸۷۴۴۴ ؛ رہائش: ۵۸۶۲۹۷ ؛ موبائل نمبر: ۳۴۸۲۳۵ — ۰۳۴۲

مَیں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
مَیں تیرا ہوں تو میرا خدا میرا خدا ہے

# حامد موٹرز

## میرپور۔ آزاد کشمیر

نئی و پرانی گاڑیوں کی خرید و فروخت کا

با اعتماد مرکز

پروپرائٹر:۔ میاں عبدالحامد

فون:۔ ۳۳۰۳-۰۵۸۲

# رفیق زرعی انجنیئرنگ ورکس

## مین روڈ قاضی احمد ضلع نواب شاہ

ہمارے یہاں ہر قسم کا زرعی سامان مثلاً گول ہل، تھریشر، ٹرالی وغیرہ تیار کی جاتی ہیں

پروپرائٹر:۔ رفیق احمد، عبداللطیف

فون نمبر: ۶۳۵

Digitized By Khilafat Library Rabwah

# مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

# قوم وملک کی خدمت کی چند جھلکیاں

(تحریر مکرم ڈاکٹر محمد احمد رضا اشرف صاحب ۔ نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

الٰہی جماعتوں کا اصل مقصد بندوں کا خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق قائم کرنا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کے دو ہی طریق ہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ براہ راست تعلق جو دراصل اسی کے فضل پر مبنی ہوتا ہے۔ دوسرا مخلوق خدا کی خدمت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنا۔

جماعت احمدیہ کے افراد ہر دو ذرائع سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے جماعت کی ذیلی تنظیم مجلس خدام الاحمدیہ کا تو طرہ امتیاز ہی خدمت خلق ہے۔ اور اسی بارہ میں تنظیم کے بانی حضرت مصلح موعود نے کئی مواقع پر خاص طور پر ارشادات فرمائے ہیں۔ ان ارشادات کی تعمیل میں مجلس نے ابتداء ہی سے اس کام کو خصوصی اہمیت دے رکھی ہے۔ تنظیم میں ہر سطح پر خدمت خلق کے نام سے ایک شعبہ قائم ہے۔ بار بار عہدیداران اور جملہ خدام کو خدمت خلق کے کاموں کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ خدمت خلق کے مختلف پروگرام مختلف سطحوں پر تشکیل دیئے جاتے ہیں۔ جن میں زیادہ سے زیادہ خدام اور اطفال کو شامل کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔ سال میں ایک یا دو مرتبہ پورے ملک میں علاقائی، ضلعی اور مجالس کی سطح پر ہفتہ خدمت خلق منانے کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ اگرچہ خدمت خلق کے کام اور مواقع معین اور محدود نہیں کئے جاسکتے اور خدام و اطفال اپنے گردوپیش کے حالات و ضروریات اور پیش آمدہ واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے انفرادی اور اجتماعی طور پر مختلف انداز میں بہت سے طریقوں سے خدمت کی توفیق پاتے ہیں لیکن آج یہاں صرف چند اہم عنوانات کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان میں خدام الاحمدیہ کی طرف سے کی جانے والی خدمت کی کچھ جھلکیاں پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

## میڈیکل کیمپس

پاکستان میں جہاں دیگر بنیادی سہولتوں کا فقدان ہے وہاں صحت کے شعبہ میں تو حالت نہایت ہی کمزور ہے۔ شہروں میں تو پھر خاطر خواہ رقم خرچ کر کے ہی سہی اکثر لوگوں کو علاج معالجہ کی سہولت مل ہی جاتی ہے۔ لیکن دیہاتوں میں صورت حال بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ جہاں ہسپتال قائم بھی ہیں وہاں ڈاکٹرز نہیں ملتے جس کسی مقام پر ڈاکٹر مل جائے وہاں ادویات نہیں ملتیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے احمدی ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل سٹاف سے رضاکارانہ طور پر خدمات حاصل کرتے ہوئے دیگر وسائل کو مجتمع کرنے کی سکیم تیار کی اور دور دراز کے دیہی علاقوں میں فری میڈیکل کیمپس منعقد کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ ان میڈیکل کیمپس میں مذہب فرقہ، رنگ و نسل یا چھوٹے بڑے کے امتیاز کے بغیر ہر ضرورتمند شخص کو تجربہ کار ماہر ڈاکٹرز نہایت ہمدردی سے مفت طبی مشورہ مہیا کرتے ہیں اور اس موقع پر بیشتر مریضوں کو مفت ادویات بھی اسی انتظام کے تحت دی جاتی ہیں۔ کوشش کی جاتی ہے کہ اپنے وسائل کے مطابق ایک مقام پر کم سے کم وقفے سے ایسے کیمپس منعقد کئے جاتے رہیں۔ ان کیمپس کا مقصد ہرگز کوئی تصنع یا نمود و نمائش نہیں بلکہ تکلیف میں مبتلاء لوگوں کی بے لوث خدمت کر کے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے۔

صرف ایک سال یعنی سال ۹۴-۱۹۹۳ء میں مختلف مقامات پر ایسے ۳۵۰ کیمپس منعقد کئے گئے جن میں ۵۷۲۷۹ مریضوں کو مفت

Digitized By Khilafat Library Rabwah

طبی مشورہ اور قریباً ۵،۰۶،۸۰۰ روپے کی ادویات بھی مفت فراہم کی گئیں۔

سال ۹۶-۹۵ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۶۴۶ فری میڈیکل کیمپس منعقد کئے گئے جن میں ۸۹۱۷۶ مریضوں کو مفت طبی مشورہ اور تقریباً ۶،۹۱،۳۱۴ روپے کی ادویات مفت مہیا کی گئیں اور یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے روز بروز ترقی پذیر ہے۔ نیز تجرباتی طور پر دو فری آئی کیمپ بھی منعقد کئے گئے ہیں جن میں ۳۲ مریضوں کی آنکھوں کے آپریشنز کئے گئے۔ اس طرح ان کی بینائی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بحال ہوئی۔ ان مریضوں میں صرف چند مریض احمدی تھے۔

## بلڈ گروپنگ و عطیہ خون اور مرکزی بلڈ بینک کا قیام

کسی مریض کو خون کی ضرورت کے پیش آنے پر صرف خون ہی مہیا کر کے اس کی صحیح خدمت کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ عطیہ خون کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر خدام کو اس طرف وقتاً فوقتاً متوجہ کیا جاتا ہے۔ نیز عہدیداران شعبہ خدمت خلق سب خدام کی قبل از وقت بلڈ گروپنگ کا انتظام کر کے اس کا ریکارڈ اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔ مرکز میں آمدہ رپورٹس کے مطابق ملک بھر کے ۴۰ فیصد سے زائد خدام کی بلڈ گروپنگ ہو چکی ہے۔ سال ۹۵-۹۴ء میں ۱۵۵۷ خدام نے اور سال ۹۶-۹۵ء میں ۲۱۵۹ خدام نے رضاکارانہ طور پر اپنے خون کا عطیہ پیش کیا۔

۱۹۹۴ء میں ربوہ میں اس خدمت کو اور زیادہ مستحکم کرنے کیلئے مرکزی انتظام کے تحت مجلس نے اپنے محدود وسائل سے مرکز عطیہ خون کے نام سے باقاعدہ ایک بلڈ بنک قائم کر دیا ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے مسلسل ترقی پذیر ہے۔ یہاں تمام خدام اور ڈونرز کی فری بلڈ گروپنگ کی جاتی ہے اور ان کا ریکارڈ UP.TO.DATE رکھا جاتا ہے۔

فضل عمر ہسپتال ربوہ اور قریبی علاقوں کے بہت سے مریض خدا تعالیٰ کے فضل سے اس بلڈ بنک سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ پہلے دو سالوں میں مرکز عطیہ خون کے ذریعہ 806 افراد کی خون کی ضرورت پوری کی گئی جس میں سے 347 افراد احمدی نہیں تھے۔ ایڈیشنل ناظم صاحب خدمت خلق ربوہ اور ان کے معاونین خون کا انتظام کرنے کے لئے دن رات مصروف عمل رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر موقع پر حسب ضرورت خون کی مطلوبہ مقدار فوری طور پر مہیا کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

## ایمبولینس سروس

کئی سال سے مرکز میں مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر انتظام ایمبولینس سروس بھی جاری ہے جس میں ایمرجینسی ادویات اور آکسیجن سلنڈرز کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ جون 95ء تا اپریل 96ء میں کل 427 افراد کو یہ سروس فراہم کی گئی ان میں سے 120 مستحق افراد کو یہ سہولت مفت اور 143 افراد کو رعائتی چارجز پر ایمبولینس مہیا کی گئی نیز کئی مرتبہ ایمرجینسی حالات میں بھی اس ایمبولینس کے ذریعہ خصوصی خدمت کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔

## بارشوں اور سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں خدمت

ملک کو جب بھی شدید بارشوں اور سیلاب کا سامنا ہوا ایسے مقامات پر مجلس خدام الاحمدیہ نے مصیبت زدہ افراد کی مدد کے لئے اجتماعی طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ کیونکہ حضرت مصلح موعود کا یہ ارشاد ہمہ وقت ہمارے پیش نظر رہتا ہے کہ:۔

"جب بھی ملک اور قوم پر کوئی مصیبت آئے سب سے آگے خدمت کرنے والے خدام الاحمدیہ کو ہونا چاہئے"

1973ء کے تباہ کن سیلاب کے موقع پر احمدی نوجوانوں نے مثالی خدمات سرانجام دیں۔ متاثرہ مقامات پر ہنگامی امدادی مراکز قائم کئے گئے۔ خود ربوہ کے نواحی دیہاتوں سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ ربوہ آکر پناہ گزین ہوئے۔ ان کے لئے رہائش کا انتظام کیا گیا۔ ربوہ کے خدام کے تعاون سے دارالضیافت نے ان کے لئے خوراک کا

Digitized By Khilafat Library Rabwah

انتظام کیا۔ آٹا گوندھنے، روٹی پکانے وغیرہ کے تمام مراحل میں دن رات مصروف خدام نے کم وبیش 14000 افراد کے لئے کھانا تیار کیا۔ خدمت کے جذبہ سے سرشار خدام نے قریبی دیہاتوں کے اندر پانی میں گھرے ہوئے افراد کو روٹیاں کشتیوں کے ذریعہ بلکہ اپنے سروں پر اٹھا کر بھی پہنچائیں۔ طبی امداد فراہم کرنے کی غرض سے 6 امدادی کیمپ قائم کئے گئے۔ ہزاروں افراد کو حفاظتی ٹیکے لگائے گئے۔ ایلوپیتھک ادویات کے ساتھ ساتھ ہومیوپیتھک ادویات وسیع پیمانے پر فراہم کی گئیں۔

اسی طرح پورے پاکستان میں جہاں سیلاب نے تباہی مچائی احمدی نوجوانوں نے جان کی بازی لگا کر خدمات سرانجام دیں۔

## زلزلے اور دیگر حادثات کے موقع پر

## خدمات

کوئٹہ کے خوفناک زلزلہ کے موقع پر احمدی نوجوانوں نے نہ صرف نئی تعمیر میں مدد کی بلکہ سامان بھی مہیا کیا اور اشیائے خوردونوش اور دیگر قابل استعمال اشیاء بھی متاثرین میں تقسیم کیں۔ چنانچہ 4 مارچ کو 27 خدام کوئٹہ سے کلی عالموں گئے۔ صبح 10 بجے سے شام کے ساڑھے پانچ بجے تک نہایت محنت سے کام کرکے ایک شاندار نمونہ قائم کیا۔ یہ لوگ اپنے ساتھ ایک من بھنے ہوئے چنے، نصف من گڑ، مٹی کا تیل اور روٹیاں وغیرہ لے کر گئے۔ جو گاؤں کے غرباء میں تقسیم کی گئیں۔ خدام نے دوائیوں کی معقول مقدار دیہاتی باشندوں میں تقسیم کی۔ 12 مارچ کو خدام نے ایک بڑھیا کا مکان تعمیر کیا۔ ایک شخص کے دو گرے ہوئے کمروں کی تعمیر کی۔ کئی مکانوں کی چھتیں مکمل کرنے میں مدد کی۔ ایڈیٹر نوائے بلوچستان نمائندہ جنگ و نوائے وقت مکرم عبدالصمد صاحب بھی تشریف لائے اور خدام کے کام کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ اسی طرح 1981ء میں نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ میں آنے والے زبردست طوفان سے مسمار شدہ مکانات کی تعمیر میں شیخوپورہ، لاہور اور سیالکوٹ کے خدام و انصار نے غیر معمولی جذبہ خدمت خلق کے ساتھ متاثرین کی امداد کرتے ہوئے خود مکانات تعمیر کئے اور ان لوگوں میں راشن اور کھانا تقسیم کیا گیا۔

مورخہ 10 اپریل 1988ء کو راولپنڈی میں اوجڑی کیمپ کا المناک سانحہ پیش آیا جہاں فوجی ڈپو میں آگ لگ جانے سے اچانک خوفناک دھماکے شروع ہوگئے۔ ایک گھنٹہ کے دوران دونوں شہروں اسلام آباد اور راولپنڈی پر تیس ہزار سے زائد راکٹ، میزائل اور بم برسے۔ ایک قیامت صغریٰ برپا تھی۔ اس ہولناک صورت حال میں احمدی نوجوانوں نے دو امدادی کیمپ فوری قائم کردیئے۔ اس موقعہ پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ ایک مرحلے پر جب کھانا تقسیم کرنے کا وقت آیا تو انتظامیہ کے کسی رکن نے کہا کہ متاثرین کھانا حاصل کرنے کے لئے لائن لگالیں۔ اس پر ہمارے خدام نے مداخلت کی اور کہا کہ یہ طریق درست نہیں ہم خود متاثرین کو کھانا کھلائیں گے۔ انتظامیہ کے اراکین نے حیران ہو کر سوال کیا کہ چار سو متاثرین کو آپ کس طرح کھانا کھلائیں گے؟ اس پر خدام نے بڑے اعتماد سے جواب دیا کہ ہم کھلا کر دکھاتے ہیں۔ چنانچہ تمام متاثرین کو کہا گیا کہ وہ اپنی اپنی جگہوں پر تشریف لے جائیں اور خدام نے نہایت نظم وضبط کے ساتھ مصیبت کے مارے ہوئے ان افراد کو ان کی عزت نفس کو مجروح کئے بغیر امن و سکون سے کھانا کھلایا۔ اس کیمپ کا معائنہ انتظامیہ کے اراکین کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور راولپنڈی کے میئر صاحبان نے کیا اور خدام کی مساعی کو بڑے عمدہ الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ مورخہ 12 اپریل کو پنجاب کے وزیر اعلیٰ جناب نواز شریف نے بھی اس کیمپ کا دورہ کیا اور خدام کے کام کو بہت سراہا۔ (ماہنامہ خالد مئی 1988ء)

ٹریفک کے مختلف حادثات کے موقع پر بھی خدام ہمیشہ خدمت کے لئے کمربستہ رہے ہیں۔ مورخہ 23 جولائی 1996ء کو چنیوٹ سے لالیاں جانے والی ایک بس دریائے چناب کے پل سے گزرتے ہوئے اس کے جنگلے سے ٹکرا کر نیچے ریلوے لائن پر گر پڑی۔ اس حادثے میں دو افراد ہلاک اور بیسیوں شدید زخمی ہوئے۔ حادثے کی اطلاع ملنے پر ربوہ کے متعدد خدام نے موقع پر پہنچ کر زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے کا انتظام کیا اور ضرورت مند مریضوں کو فوری طور پر خون کا عطیہ پیش کیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ مقامی نے مریضوں کے لواحقین کے لئے شامیانے لگائے۔ ان کے لئے ٹھنڈے پانی اور کھانے کا انتظام کیا۔ چنیوٹ اور فیصل آباد جاکر بھی اس حادثے میں زخمی ہونے والے افراد کی مدد کی گئی۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah

## وقار عمل کے ذریعہ خدمات

مجلس خدام الاحمدیہ کے تحت وقار عمل کے ذریعہ بھی بنی نوع انسان کی خدمت کا نیک سلسلہ جاری ہے۔ جس میں خدام و اطفال نہایت شوق اور دلچسپی سے شریک ہوتے ہیں۔ مجالس کی سطح پر وقتاً فوقتاً ہر ماہ ہونے والے متعدد وقار عمل کے ساتھ ساتھ ضلعی اور علاقائی سطح پر بھی مثالی وقار عمل ہر سال منعقد کیا جاتا ہے۔

20 دسمبر 1996ء کو مختلف مقامات پر مثالی وقار عمل منعقد ہوئے یہاں صرف چند ایک ہی کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔

ضلع گوجرانوالہ کے 192 خدام نے 16 گھنٹے کام کر کے سڑکوں اور نالیوں کی صفائی کی راجباہ کے کنارے کیری اور پتھر ڈال کر راستے کو ہموار کیا گیا۔

ضلع سیالکوٹ کے سینکڑوں خدام نے قریباً 10 گھنٹے کام کر کے چار ایکڑ لمبا اور بارہ فٹ چوڑا حفاظتی بند تعمیر کیا۔

ضلع بہاولنگر کے 54 خدام اور 131 اطفال نے 8 گھنٹے کام کر کے قریباً دو کلومیٹر لمبی پختہ سڑک کی اطراف پر بارش کی وجہ سے بننے والے گڑھوں کو پر کیا۔

ضلع عمر کوٹ کے 170 خدام اور 15 اطفال نے 3 گھنٹے کام کر کے قبرستان کی صفائی کی اور اس کے گرد حفاظتی باڑ بنائی۔

## عید کی خوشیوں میں غریبوں کو شامل کرنا

غریب بھائیوں کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنے کے لئے ہر سال مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان بھرپور کوشش کرتی ہے۔ مرکز میں موصولہ رپورٹس کے مطابق 1995ء میں 35 اضلاع کی 101 مجالس کے 1385 خدام نے اپنی خوشیوں میں غرباء کو شامل کیا۔ 2351 غرباء و مستحقین میں قریباً 124000 مالیت کے تحائف پیش کئے گئے۔

1996ء میں 34 اضلاع کی 114 مجالس کے 3079 خدام نے 5286 غرباء میں عید کے تحائف تقسیم کئے اور اس کار خیر پر 245989 روپے خرچ کئے۔ یہ خدمت بھی رنگ و نسل اور فرقہ کے امتیاز سے بالاتر ہو کر کی گئی۔

## غریب بچیوں کی شادی میں امداد

حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریک فرمائی تھی کہ غریب بچیوں کی شادیاں کروائی جائیں۔ اس سلسلہ میں 1994ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کے جن اضلاع، مجالس نے اس تحریک پر لبیک کہا اور اپنے اپنے اضلاع میں غریب بچیوں کی شادیوں میں جزوی طور پر یا کلی طور پر مدد کی ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

ضلع جھنگ، ضلع ساہیوال، ضلع منڈی بہاؤالدین، ضلع میرپور خاص، ضلع نارووال، ضلع لاہور، حسین آگاہی ملتان، بدوملہی، کریم نگر ضلع فیصل آباد، وحدت کالونی لاہور بھاٹی گیٹ لاہور ٹاؤن شپ لاہور اور کنری ضلع میرپور خاص۔ یہ سلسلہ بھی خدا کے فضل سے مسلسل جاری ہے۔

## بیروزگاروں کو روزگار مہیا کرنا

بیروزگار افراد کی مدد کے لئے جہاں مجلس خدام الاحمدیہ کے شعبہ صنعت و تجارت کے زیر انتظام مختلف ہنر سکھانے کے مواقع مہیا کئے جاتے ہیں۔ جنہیں سیکھ کر قابل معاش ہوا جاسکتا ہے وہاں بہت سے افراد کی حصول، ملازمت میں بھی مدد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چنانچہ 1994ء میں موصولہ رپورٹس کے مطابق 211 بیروزگار افراد کو روزگار دلایا گیا اور 1995ء میں 274 افراد کو روزگار مہیا کیا گیا۔

## طلبہ کی بہبود

مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر انتظام طلبہ کی بہبود کے لئے ایک شعبہ امور طلبہ قائم ہے جس کے تحت کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی طالب علم میٹرک سے قبل تعلیم نہ چھوڑے۔ جو افراد میٹرک سے پہلے تعلیم چھوڑ چکے ہوں انہیں اس طرف راغب کر کے اس سلسلہ کو جاری کرنے کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں ان کی مدد بھی کی جاتی ہے۔

تعلیمی سال کے اختتام پر طلبہ سے ان کی پرانی درسی کتب

Digitized By Khilafat Library Rabwah

حاصل کر کے بک بنک کے ذریعہ ضرورت مند طلبہ کو مہیا کی جاتی ہیں تاکہ وسائل کی کمی حصول تعلیم کی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔

سال 1994ء میں 111 مقامات پر ایسے بک بنکس سے 2439 طلبہ نے فائدہ اٹھایا۔ تعلیمی میدان میں کمزور طلبہ کی فری کوچنگ کے لئے بھی مجالس اور اضلاع حتی الوسع کوشش کرتے ہیں خصوصاً ہر سال موسم گرما کی تعطیلات کے دوران فری کوچنگ کلاسز کا انعقاد باقاعدگی سے جاری ہے۔ مرکز سلسلہ میں ہر سال چھٹی سے انٹرمیڈیٹ تک ہر جماعت کی کلاس باقاعدگی سے منعقد ہوتی ہے۔ جس سے سینکڑوں طلبہ مستفید ہوتے ہیں۔

## اسیران کی بہبود

مختلف مقامات پر جہاں مجالس قریبی جیلوں کے دورے کر کے اسیران کی خبرگیری اور ان کی بہبود کے لئے کوشش کرتی رہتی ہیں وہاں مرکزی طور پر بھی جیلوں میں تعمیراتی کام، مختلف دیگر ضروری اشیاء کی فراہمی اور قیدیوں کی بہبود پر ہر سال لاکھوں روپے کے خرچ سے خدمت خلق کا سلسلہ جاری ہے۔ صرف ایک سال کے دوران خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس کو جس خدمت کی توفیق حاصل ہوئی اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

"10 مختلف اضلاع کی جیلوں میں 47 نئے پنکھے لگوائے گئے۔ 6 پنکھوں کی مرمت کروائی گئی۔ پانی کے دو نلکے لگوائے گئے جبکہ دو نلکوں کی مرمت کروائی گئی۔ ایک ڈونکی پمپ لگوایا گیا۔ 8 فوم کے گدے مع چادر اور تکئے فراہم کئے گئے۔ 14 وال کلاک، کپڑے، چٹائیاں اور جوتیاں مہیا کی گئیں۔ 50 قیدیوں کی نظر ٹیسٹ کر کے 40 عینکیں بھی مفت تیار کر کے دی گئیں۔ نیز قیدیوں کے لئے مندرجہ ذیل سامان فراہم کیا گیا۔ گھی 100 کلو، چینی 425 کلو، کھجور 70 کلو، رس 100 کلو، سرسوں کا تیل 75 کلو، نہانے کا صابن 714 عدد، کپڑے دھونے کا صابن 100 کلو، تین قیدیوں کا جرمانہ ادا کر کے انہیں آزاد کروایا گیا۔ بچوں کی ایک جیل میں 40 بچوں کی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ 30 قیدی بچوں کو نئے کپڑے مہیا کئے گئے۔

ان عنوانات کے علاوہ بھی بہت سے دیگر طریق سے مجلس خدام الاحمدیہ کے تحت بنی نوع انسان کی خدمت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مثلاً موسم سرما کے آغاز میں ضرورتمندوں کو گرم کپڑوں کی فراہمی کا منظم انتظام کیا جاتا ہے۔ ہسپتالوں اور دیگر فلاحی اداروں میں دورہ کر کے مریضوں اور دیگر افراد کی خدمت کی کوشش کی جاتی ہے۔ اہم مواقع مثلاً ایام رمضان میں اشیائے ضرورت کی قیمتوں کو کم کرنے کے لئے بعض مقامات پر مجلس سٹال کا انتظام کرتی ہے۔ غرباء و مساکین یتامیٰ اور بیوگان کی مدد کا انتظام کیا جاتا ہے۔ شادیوں کے موقع پر خدام خدمت سرانجام دیتے ہیں اسی طرح تجہیز و تدفین جیسے مواقع پر بھی احمدی نوجوان ہمیشہ خدمت کے لئے کمربستہ رہتے ہیں۔

آخر کس چیز نے جماعت کے نوجوانوں کو خدمت خلق کے میدان میں جھونک دیا ہے اور وہ اس کام میں دلی لذت محسوس کرتے ہیں۔ وہ چیز جذبہ خدمت ہے۔ جس کی تاریں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ عشق و محبت سے جا کر ملتی ہیں۔ اس جذبہ کے پیچھے کوئی لالچ اور نہ کوئی غرض ہے بلکہ محض اپنے پیارے رب کی رضا کا حصول ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ خدمت کے میدان میں دیوانہ وار مصروف عمل دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تعلیمات بھی یہی ہیں۔ فرمایا:

مرا مطلوب و مقصود و تمنا خدمت خلق است
ہمیں رسمم ہمیں راہم ہمیں کارم ہمیں بارم

اسلامی اصول کی فلاسفی کے سو سال مکمل ہونے پر احباب جماعت احمدیہ کو مبارکباد۔
منجانب: مجلس خدام الاحمدیہ پنڈ دادنخان ضلع جہلم

Digitized By Khilafat Library Rabwah

(رپورٹ فخرالحق شمس صاحب معاون صدر)

## مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیرِ اہتمام

# سیمینار بسلسلہ گولڈن جوبلی پاکستان

پاکستان کی گولڈن جوبلی کے سلسلہ میں ایک سیمینار مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام مورخہ ۲۲ جون ۱۹۹۷ء کو ایوان محمود ربوہ میں منعقد ہوا۔ جس میں ملک کے طول و عرض سے معروف شخصیات نے شرکت کی اور مختلف اہم موضوعات پر اظہار خیال کیا۔ ان شخصیات میں سر فہرست بطور مہمان خصوصی محترم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ صوبائی امیر پنجاب کو مدعو کیا گیا تھا اور فاضل مقررین میں محترم چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور، پاکستان فوج میں ایک لمبا عرصہ خدمات بجالانے والے میجر جنرل ریٹائرڈ محترم ناصر احمد صاحب، مشہور ماہر اقتصادیات اور سٹیٹ بینک آف پاکستان کے سابق ایڈوائزر محترم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب آف کراچی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کے پروفیسر محترم بشیر احمد طاہر صاحب اور ماہر تعلیم و صحافی محترم پروفیسر راجہ نصراللہ خان صاحب شامل تھے۔ اس سیمینار کے موقع پر ایوان محمود کو بڑے سائز کے سبز ہلالی پرچم، جھنڈیوں، لائٹوں، بینروں اور چارٹس وغیرہ کے ذریعہ بڑی محنت سے سجایا گیا تھا۔

اس سیمینار میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اہالیان ربوہ کی کثیر تعداد موجود تھی اور متعدد بیرونی شہروں سے تشریف لائے ہوئے معززین بھی حاضر تھے۔ ان سب احباب نے بڑی دلچسپی اور دلچسپی سے تقاریر کو سنا۔ سیمینار کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم مبارک علی صاحب نے کی۔ اس کے بعد مکرم غلام مصباح صاحب اور ان کے ساتھ خدام نے بہت خوبصورت آواز میں یہ ترانہ پڑھا۔

وطن ہمارا دیکھو آکر، دیکھو اس کی شان بھی
علم کی دولت ملتی ہے یاں ملتا ہے عرفان بھی
پاکستان زندہ باد　　پاکستان زندہ باد

اس سیمینار کا تعارف مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے پیش کیا۔ آپ نے اس سیمینار کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ وطن عزیز پاکستان کی گولڈن جوبلی کے حوالے سے آج مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام یہ سیمینار منعقد کیا جا رہا ہے۔ اس تاریخی موقع پر وطن سے محبت کے اظہار کی یہ ایک ہلکی سی جھلک ہے۔ وطن سے محبت کا اظہار ہمارے موجود امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقع پر ان الفاظ میں فرمایا:۔

"ہمیں اپنے وطن سے محبت ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم اس محبت میں سب سے پیش پیش ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وطن ہم سے کیا سلوک کرے۔ ہم بہر حال اس وطن کیلئے ہر

Digitized By Khilafat Library Rabwah

خطرے میں سب سے آگے آگے کھڑے ہوں گے۔ ہر وہ تیر جو اس وطن کی طرف چلایا جائے گا۔ احمدیوں کی چھاتیاں سب سے آگے ہوں گی ان تیروں کو لینے کیلئے۔"

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی طرف سے خاکسار اپنے معزز مہمان کو دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہتے ہوئے بجا طور پر امید رکھتا ہے کہ آج کے اس سیمینار سے ہم سب بھرپور استفادہ کریں گے۔ تحریک پاکستان سے لے کر اس کے قیام اور پھر اس کی تعمیر و ترقی میں جماعت احمدیہ کو بحیثیت جماعت اور پھر اس جماعت کے بے شمار افراد کو مختلف حیثیتوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے کی توفیق حاصل ہوتی رہی ہے اور اب تک حاصل ہو رہی ہے۔

محترم نائب صدر صاحب نے فرمایا بلاشبہ یہ ایک طویل مضمون ہے جو بہرحال ایک مجلس میں تو مکمل نہیں ہو سکتا۔ آج کی اس مختصر نشست میں وطن کی خدمت کے حوالے سے صرف چند احمدی سپوتوں کے بارہ میں اظہار خیال کرنے کیلئے ملک کی ممتاز شخصیات کو یہاں مدعو کیا گیا ہے۔ اس سیمینار کے پہلے مقرر محترم بشیر احمد صاحب طاہر اسلام آباد تھے۔ ان کی تقریر کا عنوان "حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب اور پاکستان کی خارجہ پالیسی" تھا۔ آپ نے حضرت چوہدری صاحب کے سات سالہ دور وزارت خارجہ کا تفصیلی ذکر فرمایا اور محترم چوہدری صاحب نے قیام پاکستان کے بعد اپنے اس دور میں جو خدمات سرانجام دیں ان کو بھی پیش کیا۔ مسئلہ کشمیر، مسئلہ فلسطین، شمالی افریقہ کے اسلامی ملکوں کی آزادی کے بارے میں حضرت چوہدری صاحب نے اقوام متحدہ کے ایوانوں میں جو خدمات انجام دیں ان کا ذکر کیا۔ اور آپ نے حضرت چوہدری صاحب کی خارجہ پالیسی پر کئے گئے بہت سے اعتراضات کے نہایت مدلل اور ٹھوس جوابات دیئے۔

میجر جنرل ریٹائرڈ مکرم ناصر احمد صاحب نے "جماعت احمدیہ دفاع کے میدان میں" کے موضوع پر مختلف جنگوں میں جماعت احمدیہ کے قابل فخر سپوتوں کے کردار کو نمایاں کیا۔ آپ نے ۱۹۴۸ء کی جنگ میں جنرل نذیر احمد، کرنل بشیر احمد، ۱۹۶۵ء کی جنگ میں افتخار جنجوعہ کی کھیم کرن سیکٹر میں کامیابی اور ۱۹۶۵ء ہی کی جنگ میں جنرل اختر حسین ملک اور جنرل عبدالعلی ملک کی کشمیر اور سیالکوٹ کے محاذ پر تاریخی کامیابیوں کے حاصل ہونے اور ان کو بہادری کے اعلیٰ اعزازات ہلال جرات عطا ہونے کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ۱۹۷۱ء کی جنگ میں میجر جنرل افتخار جنجوعہ کی چھمب سیکٹر میں تاریخی کامیابی اور شہادت کا ذکر کیا۔ اس کے بعد عزیز محمد ایوب صاحب اور ساتھی اطفال نے ترانہ "یہی پاک خطہ وطن ہے ہمارا" نہایت دلنشیں انداز میں پیش کیا۔

مکرم پروفیسر راجہ نصراللہ خان صاحب نے محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی پاکستان میں سائنسی خدمات کے حوالے سے ان بہت سے کارہائے نمایاں کا ذکر کیا جو ڈاکٹر صاحب کی کوششوں کے مرہون منت ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب نے سب سے پہلے ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کے قیام کی تجویز دی جس کو اگر قبول کر لیا جاتا تو ایٹمی میدان میں پاکستان ترقی کے بہت سے میدان عبور کر چکا ہوتا۔ مکرم پروفیسر راجہ نصراللہ خان صاحب نے مختلف کتب و اخبارات کے اقتباسات سے محترم ڈاکٹر صاحب کے مقام و مرتبہ کو واضح فرمایا۔

مکرم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب نے محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم ایم احمد) کی خدمات کا ذکر فرمایا۔ جس میں بطور چیئرمین پلاننگ کمیشن اور بطور مشیر اقتصادیات صدر پاکستان خدمات کا خاص طور پر ذکر تھا اور کہا محترم صاحبزادہ صاحب نے ۱۹۷۱ء کے بحران کے وقت کرنسی منسوخ کرنے کا فیصلہ کر کے تین دن کے اندر اندر اس کے متبادل کرنسی جاری کر کے ملک کی اقتصادیات کو مفلوج ہونے سے بچایا اور ۱۹۷۱ء کے پر آشوب حالات میں انتہائی بہترین بجٹ پیش کیا۔ جس میں خود انحصاری، سادگی اور ترقی کے اصول متعین کئے گئے تھے۔ اس کے بعد سیمینار میں مکرم طاہر محمود صاحب اور مکرم الیاس احمد صاحب

نے محترم ثاقب زیروی صاحب کا لکھا ہوا ایک ترانہ پڑھا۔

محترم چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب کی سوانح اور خدمات کا ذکر کرتے ہوئے نہایت دلچسپ جملہ کہا کہ حضرت چوہدری ظفراللہ خان صاحب کی خدمات بیان کرنے کیلئے بھی کوئی ظفراللہ خان چاہیے۔ انہوں نے حضرت چوہدری صاحب کے حالات زندگی، ان کی غیر معمولی حب الوطنی کے واقعات، مسلمانوں کی ہمدردی کے واقعات اور باؤنڈری کمیشن میں خدمات کا خاص طور پر ذکر کیا۔

**مہمان خصوصی محترم مرزا عبدالحق صاحب نے اپنے اختتامی ریمارکس میں فرمایا کہ تاریخ پاکستان کے ہر مرحلے میں حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمات ساری جماعت احمدیہ کی خدمات کا عنوان ہیں۔ جماعت کا ایک ایک فرد آپ کی خدمات کے حوالے سے ملت کی خدمت میں وقف تھا۔**

سیمینار کے آخر پر محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے فاضل مقررین اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

آخر پر محترم مہمان خصوصی نے اجتماعی دعا کروائی جس کے ساتھ یہ نہایت خوبصورت پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

Digitized By Khilafat Library Rabwah


خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوالنّاصِر

نیو الرّحیم جیولرز

پہلی منزل بھایانی چیمبرز
خورشید مارکیٹ حیدری
کراچی۔ فون 664-0231
664-3442

فیکس 6643299 (92-21)

Digitized By Khilafat Library Rabwah
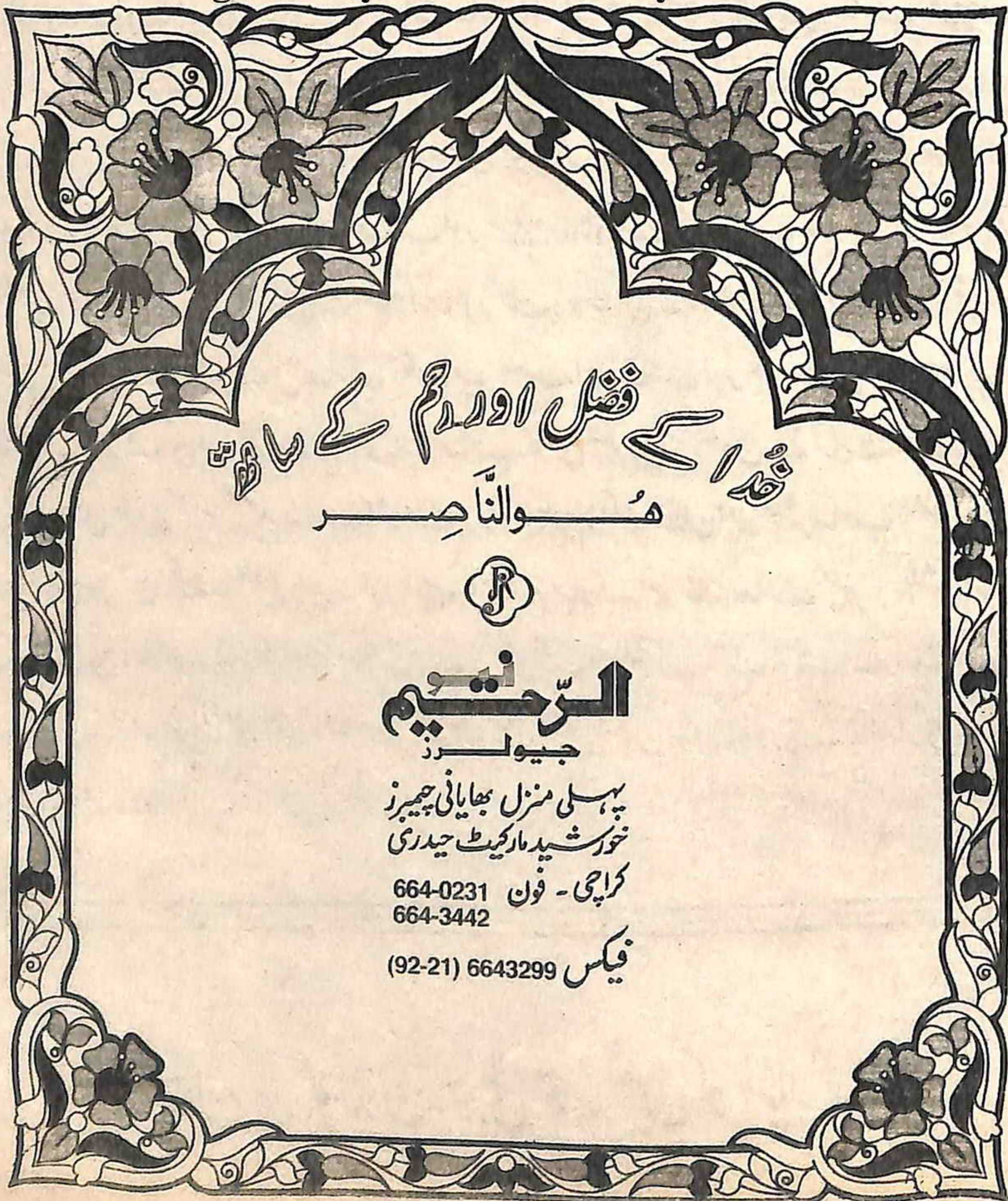
# شکریہ احباب

اس نمبر کی تیاری کیلئے بہت سے احباب کی محنت اور ان کا تعاون حاصل رہا۔ سب سے پہلے تو ان مضمون نگار حضرات کا شکریہ ادا کرنا ہے کہ جنہوں نے نہایت محنت سے مضامین تیار کئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان دوستوں سے معذرت بھی کرنا ہے کہ جن کے مضامین گو بہت معیاری تھے لیکن رسالہ کی ضخامت زیادہ ہونے کی بناء پر وہ مضمون اس خاص نمبر کا حصہ نہیں بن سکے۔ بلاشبہ وہ اس نمبر کی افادیت اور زینت میں مزید اضافہ کا باعث بنتے لیکن بہرحال یہ بھی مجبوری تھی۔ ہم ان کے نام شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ ان کے مضامین انشاء اللہ آئندہ کسی رسالہ کی زینت بن سکیں گے۔ وہ نام یہ ہیں۔ مکرم محمد شکراللہ صاحب ڈسکہ، مکرم حافظ راشد جاوید صاحب، مکرم عبدالسمیع خان صاحب، مکرم عبدالحلیم سحر صاحب، مکرم منور شمیم خالد صاحب مکرم رانا سلطان احمد صاحب۔

اس کے علاوہ مکرم شمشاد احمد قمر صاحب کا ممنون ہوں کہ جنہوں نے بعض بزرگان کے ساتھ انٹرویو کر کے ہمارے ساتھ تعاون کیا اور مکرم مبشر مجید باجوہ صاحب اور مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد اور مکرم ناصر اقبال صاحب راولپنڈی کا بھی خصوصی شکریہ کہ انہوں نے اخبارات اور کتب و رسائل کے نہایت قیمتی تراشہ جات فراہم کئے۔

اسی طرح مکرم مقصود اظہر گوندل صاحب، مکرم سید صہیب احمد صاحب اور مکرم طارق محمود ناصر صاحب جنہوں نے اس رسالہ کی کمپوزنگ کی اور مکرم ندیم احمد باسط صاحب کا بھی شکریہ کہ جنہوں نے نہایت محنت سے اس رسالہ کا ٹائیٹل ڈیزائن کیا۔ اسی طرح مکرم مہتمم صاحب اشاعت برادرم مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کا ممنون ہوں کہ جن کا تعاون اور راہنمائی ہر آن مجھے حاصل رہی۔ اور ایسے ہی مکرم مبارک احمد خالد صاحب مینجر و پبلشر رسالہ خالد کا بھی ممنون ہوں کہ جن کی بے لوث خدمت اور محنت سے یہ نمبر ایک خوبصورت آب و تاب کے ساتھ آپ کے ہاتھوں تک پہنچتا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ شعبہ اشاعت کے کارکنان کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے خاکسار کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین اجر سے نوازے۔ آمین۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

پاکستان کی گولڈن جوبلی قارئین کو مبارک ہو

# سیمینار گولڈن جوبلی پاکستان (زیرِ اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان) کی تصویری جھلکیاں

Digitized By Khilafat Library Rabwah



محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان مہمانانِ گرامی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ——— آپ کے بائیں مکرم و محترم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ (مہمانِ خصوصی)
اور محترم چوہدری حمید نصر اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع لاہور تشریف فرما ہیں۔

خطاب فرما رہے ہیں (دائیں سے بائیں) مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خاں صاحب، مکرم جنرل (ر) ناصر احمد صاحب۔ مکرم پروفیسر بشیر احمد صاحب طاہر،
پروفیسر راجا نصر اللہ خاں صاحب اور مکرم عبدالکریم صاحب

سامعین ہمہ تن گوش اپنے بزرگانِ
سلف کی پیارے وطن پاکستان کے لئے
قربانیوں اور خدمات کی داستانیں
سُن رہے ہیں